"حسام الحرمین الشریفین کے اندر جن دریدہ دہنوں پر کفر التزامی کی وجہ سے مفتیان کرام نے کفر و ارتداد کا فتویٰ صادر فرمایا ہے وہ نہ صرف قابل قبول تھا اور ہے بلکہ وہ فرض عین ہے کہ ان سب کا تعلق ایمان و عقیدے سے ہے۔ بیشک ان عقائد باطلہ کے ماننے والے اور ان کتابوں کے مصنفین کے پرستار اور حامی جب تک سر ابھارتے رہیں گے نیزۂ رضا کی ضرورت موجود رہے گی۔ ایسے ماحول میں حسام الحرمین کی ضرورت اور بڑھ جاتی ہے کہ یہی اس دور میں سنیت کا معیار ہے اس سے اختلاف کرنے والے یقیناً جماعت کے مخالف اور سنت کے لیے سم قاتل ہیں"

حضرت مفتی عبد الواجد قادری

امین شریعت مرکزی ادارہ شرعیہ بہار سے ایک گفتگو

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب !!

ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے اسے کفر

دین الٰہی، منہاجیت، فیورک اور عمانزم: ایک ہی فکر کے متعدد نام

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر امجد رضا امجد

جولائی، اگست ۲۰۱۶ء رمضان، شوال، ۱۴۳۷ھ

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ

دوماہی 'الرضا' انٹرنیشنل، پٹنہ

ہیرا کامپلیکس، قطب الدین لین، نزد دریاپور مسجد

سبزی باغ، پٹنہ 800004 رابطہ: 9835423434 / 8521889323

ای میل: alraza1437@gmail.com

Bimonthly AL-RAZA (International) Patna
C/o. Ahmad Publications Pvt. Ltd.
Hira Complex, Qutubuddin Lane, Near Daryapur Masjid,
Sabzibagh, Patna - 4, E-mail: alraza1437@gmail.com,
Contact / Telegram / Whtsapp: 8521889323

رابطہ: (مدیر اعلیٰ) amjadrazaamjad@gmail.com/9835423434

پتہ: القلم فاؤنڈیشن نزد شادی محل، سلطان گنج پٹنہ ۶ (بہار)

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے، سالانہ ۱۵۰ روپے بیرون ممالک سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر

گول دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے برائے کرم اپنا زر سالانہ ارسال فرمائیں تا کہ رسالہ بروقت موصول ہوسکے۔

پرنٹر پبلشر احمد رضا صابری ڈائریکٹر احمد پبلیکیشنز (پرائیویٹ لمیٹیڈ) نے سبزی باغ سے طبع کر کے دفتر دوماہی الرضا انٹرنیشنل، پٹنہ سے شائع کیا۔

مشمولات

مشمولات

تاج الشریعہ کا مکتوب گرامی 3

منظومات
- حسان الہند اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری 4

اداریہ
- ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے اسے کفر — ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد 5

تاثرات
- مفتی شیر محمد خان، لکھنؤ ■ مفتی عبد الصمد رضوی ممبئی ■ مولانا عبد الرزاق پیکر رضوی ■ حکیم سید شاہ مظفر الدین بلخی فردوسی ■ مولانا شاہد رضا بریلی شریف ■ مولانا راہی ضیائی، بنگال ■ مفتی شمیم القادری مظفر پور ■ منیر رضا لاہو پاکستان ■ ابو اسامہ ظفر القادری پاکستان ■ مولانا کونین رضا مصباحی افریقہ ■ محمد زبیر قادری ممبئی ■ مولانا ابرار احمد قادری، پورنیہ 15

تنقید و احتساب
- کار پاکاں را قیاس از خود مگیر — مفتی ذوالفقار خان نعیمی 22
- دل خراش ۔۔۔۔ ایمان پاش — ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری 33
- قیا قبرستان پر وہابیوں کا ظلم: لمحہ فکریہ — (ادارہ) 39
- غلط فہمی یا بہتان تراشی — مفتی رضوان احمد نوری شریفی 41
- کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب! — پرویز عالم، لکھنؤ 46

تحقیقات اسلامی
- حضرت مخدوم جہاں کا تصور عشق — حکیم سید شاہ مظفر الدین بلخی فردوسی 49

مصاحبات
- امین شریعت بہار حضرت مفتی عبد الواجد قادری سے ایک ملاقات 53

مطالعہ رضویات
- انٹرنیٹ پر افکار رضا کے دریچے — مولانا احمد رضا صابری 58

گوشۂ تاج الشریعہ
- تاج الشریعہ کا دورہ افریقہ — مولانا قیصر علی رضوی مصباحی 60
- شرعی کونسل کے تیرہویں فقہی سیمنار کے فیصلے — ادارہ 63

□□□

دعائیہ کلمات

حضورتاج الشریعہ محمد اختر رضا قادری ازہری بریلی شریف

مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ کچھ اہل قلم ڈاکٹر امجد رضا امجد کی ادارت میں دو ماہی ''الرضا'' انٹرنیشنل شائع کرتے ہیں جس میں معتقدات ومعمولات اہل سنت کو بڑی خوش اسلوبی سے قارئین تک پہنچایا جاتا ہے اور مسلک اہل سنت وجماعت (جس کو پہچان کے لیے مسلک اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے) کے خلاف ہونے والی سازشوں کو بے نقاب کیا جاتا ہے، موجودہ حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بہت ضروری کام تھا جس کو یہ رسالہ بحسن وخوبی انجام دیتا ہے۔

مولیٰ تعالیٰ اس رسالہ کو قبول عام عطا فرمائے، اس کو نظر بد سے بچائے، اس کے مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے، اس کو مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا نقیب وترجمان بنائے اور اس کے جملہ معاونین بالخصوص اس کی مجلس ادارت اور مجلس مشاورت کو سلامت رکھے اور انہیں دین وسنیت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(محمد اختر رضا قادری ازہری، بریلی شریف)
بقلم عاشق حسین کشمیری غفرلہ

حسان الہند امام احمد رضا فاضل بریلوی

منظومات

صبحِ عارض لٹاتے ہیں ستارے گیسو!

چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو
حور بڑھ کر شکنِ ناز پہ وارے گیسو

کی جو بالوں سے ترے روضہ کی جاروب کشی
شب کے شبنم نے تبرک کو ہیں دھارے گیسو

ہم سیہ کاروں پہ یا رب تپشِ محشر میں
سایہ افگن ہوں ترے پیارے کے پیارے گیسو

چرچے حوروں میں ہیں دیکھو تو ذرا بالِ براق
سنبلِ خلد کے قربان اُتارے گیسو

آخرِ حج غمِ امت میں پریشاں ہو کر
تیرہ بختوں کی شفاعت کو سدھارے گیسو

گوش تک سنتے تھے فریاد اب آئے تا دوش
کہ بنیں خانہ بدوشوں کو سہارے گیسو

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

کعبہ جاں کو پہنایا ہے غلاف مشکیں
اڑ کر آئے ہیں جو اَبرو پہ تمہارے گیسو

سلسلہ پا کے شفاعت کا جھکے پڑتے ہیں
سجدۂ شکر کے کرتے ہیں اشارے گیسو

مشکبو کوچہ یہ کس پھول کا جھاڑا ان سے
حوریو عنبر سارا ہوئے سارے گیسو

دیکھو قرآں میں شبِ قدر ہے تا مطلعِ فجر
یعنی تاریک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو

بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ
کیسے پھولوں میں بسائے ہیں تمہارے گیسو

شانِ رحمت ہے کہ شانہ نہ جدا ہو دم بھر
سینہ چاکوں پہ کچھ اس درجہ ہیں پیارے گیسو

شانہ ہے پنجۂ قدرت ترے بالوں کیلئے
کیسے ہاتھوں نے شہا تیرے سنوارے گیسو

احد پاک کی چوٹی سے اُلجھ لے شب بھر
صبح ہونے دو شبِ عید نے ہارے گیسو

مژدہ ہو قبلہ سے گھنگھور گھٹائیں اُمڈیں!
ابروں پر وہ جھکے جھوم کے بارے گیسو

تارِ شیرازۂ مجموعۂ کونین ہیں یہ
حال کھل جائے جو اک دم ہوں کنارے گیسو

تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضاؔ
صبحِ عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو!

❑❑❑

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجدؔ

ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر

دین الٰہی، منہاجیت، فیورک اور عمانزم: ایک ہی فکر کے متعدد نام

پھر کسی سے بیزاری اور کسی سے رواداری کیوں؟

اسلام زندہ مذہب ہے اور زندہ ہی رہے گا، یہ اس وقت بھی زندہ رہا جب کفار عرب نے اپنی عددی اکثریت اور مادی طاقت کے بل پہ اسے مٹانا چاہا، اس وقت بھی تابندہ رہا جب مارِ آستین بن کر منافقین عرب نے اسے ڈسنا چاہا، اور اس وقت بھی درخشندہ رہا جب دعوی اسلام کے باوجود منکرین زکوٰۃ کے ایک گروہ نے اس میں سیند مارنا چاہا اور سیدنا ابوبکر صدیق کو اس کے خلاف فوج کشی کرنی پڑی۔ اس وقت بھی اسلام لہولہان ہو کر شاداب رہا جب منافقین و یہود کی سازش سے مسلمان دو محاذوں میں تقسیم ہو گئے اور جنگ جمل (حضرت علی و حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان) اور جنگ صفین (حضرت علی و حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان) کا سانحہ سامنے آیا، اس وقت بھی اس سورج کو گرہن نہیں لگا جب خوارج کا ظہور ہوا اور حضرت علی نے ان کے خلاف جہاد فرمایا، اسلام اس وقت بھی "ہوحق" کی صدائیں بلند کرتا رہا جب کربلا میں اس پہ پانی بند کر دیا گیا اور جینے کے سارے راستے مسدود کر دئے گئے، اسلام اس وقت بھی نہیں ختم ہوا جب تاتاری بھیڑیوں نے مسلمانوں کے سر کاٹ کر اس کے مینارے بنائے اور بغداد کے دریا کو مسلمانوں کے خوں سے رنگین کر دیا۔ یہ دین اللہ کا پسندیدہ دین ہے اسے باطل قوتیں کبھی ختم نہیں کر سکتیں ان الدین عند اللہ الاسلام اس کی پہچان، واللہ یتم نورہ ولو کرہ المشرکون اس کی سپر اور نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اس کی بقا کی ضمانت ہے۔

اسلام کے خلاف سازشوں کا جال ہمیشہ بنا جاتا رہا، نئے نئے فرقے وجود میں آتے رہے اور مسلمان بن کر مسلمانون کی صفوں میں دراڑیں پیدا کی جاتی رہیں، آج بھی یہ عمل جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا کہ ایسے لوگوں نے فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۸۲﴾ والے گروہ سے اپنا تعلق باندھ رکھا ہے مگر ان کی ستیزہ کاری سے نہ کل اسلام کی شبیہ بگڑ سکی تھی نہ آج اس کی شباہت پہ کوئی فرق پڑا ہے اور نہ قیامت تک وہ اس میں کامیاب ہو سکیں گے کہ الا عبادك منهم المخلصين (مگر جو ان میں تیرے چُنے ہوئے بندے ہیں) کا تمغہ ان کے حصہ میں آ چکا ہے اور اہل حق کا وہ گروہ کل سے لے کر آج تک نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کی عملی تفسیر بن کر میدان کارزار میں مصروف عمل ہے۔

برصغیر کی مذہبی تاریخ پہ نگاہ رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ غیر منقسم ہندوستان سے لے کر تقسیم کے بعد تک اس ملک میں اسلام کے خلاف ایسے ماحول بنائے جاتے رہے ہیں جس سے اسلام کی روح فنا ہو جائے۔ یہ روایت کسی نہ کسی شکل میں آج بھی زندہ ہے۔ ہندو پاک میں بنام اسلام رُنما ہونے والے متعدد فرقوں کے علاوہ براہ راست اسلام پہ حملے کرنے والے کئی گمراہ کن افکار و نظریات منظم طور پر سامنے آئے ہیں جن سے یہاں کے مسلمان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے، جن میں (۱) دین الٰہی (۲) ہندو مسلم اتحاد (۳) فیورک (۴) منہاجیت (۵) عمانزم سرفہرست ہیں۔ الحاد و بے دینی کے یہ پانچ نظریات ایسے ہیں جو براہ راست اسلام سے متصادم ہیں۔ علمائے ربانیین نے کل بھی ان باطل قوتوں کا احتساب کیا اور امت کا حساس و ذمہ دار طبقہ آج بھی ان کی ہر حرکت پہ نگاہیں گاڑے ہوئے ہیں۔

دین الٰہی:

اسلام کے خلاف سب سے بڑا فتنہ "دین الٰہی" تھا جسے جلال الدین اکبر (۹۶۳ھ تا ۱۰۱۴ھ) نے جاری کیا اور اس کے نفاذ کے لئے سختیاں کیں۔ اس "دین الٰہی" کے منحوس سایہ تلے سورج کی پرستش ہو رہی تھی، قشقہ لگایا جا رہا تھا، جنیو کا استعمال بھی معمولات میں شامل ہو گیا تھا، لا الٰہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ کا کلمہ پڑھوایا جا رہا تھا سود، جوا اور شراب حلت کی بھینٹ چڑھ گئی تھی، داڑھی کی درگت بن رہی تھی، متعہ کے جواز اور پردہ کی بے حرمتی کی بے سروپا دلیلیں بھی تلاش کر لی گئی تھیں، عقیدۂ توحید کو اس طرح مسخ کیا گیا تھا کہ ہندوؤں کی بت پرستی، مجوسیوں کی آتش پرستی اور ویدوں میں بیان کردہ دوراز کار فلسفیانہ موشگافیاں سب اکٹھی ہو گئی تھیں اور یہ دین اس لئے گڑھا گیا تھا کہ بقول اکبر "اب زمانے کے بدلتے رجحانات اور تقاضوں کے پیش

نظریہ مذہب ختم ہو چکا ہے'' حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اکبر کے دور کے اسلام کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ اس طرح ہے:

''اسلام کی بے کسی کا یہ حال ہے کہ کفار کھلم کھلا اس پر طعن توڑتے ہیں اور اسلام کے نام لیواؤں کی مذمت کرتے ہیں۔ وہ ہر کوچہ و بازار میں بے خوف وخطر کفر کے احکام جاری کرتے اور کفار کی مدح وستائش کرتے ہیں، مسلمان اسلامی احکام کی بجا آوری سے قاصر اور شریعت محمدیہ پر عمل پیرا ہونے سے عاجز ہیں۔

پری نہفتہ رو و دیو در کرشمہ و ناز　　بسوخت عقلم ز حیرت کہ این چہ بوالعجبی است؟

''پری (شرافت ونجابت کا نشان یعنی اسلام) منہ چھپائے ہوئے ہے اور دیو (استبداد و گمراہی) ناز و انداز دکھار ہا ہے۔ اس بوالعجبی پر میری عقل حیرت واستعجاب سے جل کر راکھ ہوگئی ہے۔''

گویا ''دین الٰہی'' میں حقیقی اسلام کے سووہ سب کچھ تھا جوایک دنیادار بادشاہ اپنی سلطنت کو وسیع اور محفوظ کرنے کے لئے کر سکتا ہے۔ قدرت کو اپنے پسندیدہ دین کے ساتھ اس طرح کا مذاق دیکھ کر جلال آیا اور اس نے سرہند میں امام ربانی، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ والرضوان کو اس کی سرکوبی کے لئے پیدا فرمایا۔ حضرت مجدد نے اکبر کے ''دین الٰہی'' کے فتنے سے دین محمدی کو محفوظ کرنے کے لئے جو ایثار پسندانہ ومجددانہ کارنامے انجام دئے وہ تاریخ ہند کا اہم اور ناقابل فراموش حصہ ہیں۔ حضرت مجدد نے اس الحادوزندیقیت کے خلاف اکبر سے لے کر جہانگیر تک سے جہاد حق فرمایا، جیل کی صعوبتیں برداشت کیں اور بالآخر حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیہم جدوجہد سے یہ فتنہ جہانگیر کے دور میں سرد ہوا مگر آزاد ذہن افراد کے دلوں میں دین کے تئیں جرأت بے جا کے جو جراثیم پیدا ہو گئے تھے ان کا علاج کیا تھا؟ اقبال نے حضرت مجدد کی انہی قربانیوں کے سبب کہا

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے　　جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہباں　　اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

ہندو مسلم اتحاد:

ایک مجدد اپنے عہد میں دین کے خلاف اٹھنے والے ہر حملہ کا دفاع کرتا ہے امام احمد رضا کے دور میں بھی نت نئے فتنے وجود میں آئے، فرق اتنا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی کے عہد میں دین الٰہی کا موجد اور سرپرست بادشاہ تھا، اور امام احمد رضا کے دور میں اس کے سرپرست گاندھی۔ حضرت مجدد کے دور میں اگر ''پری نہفتہ رو و دیو در کرشمہ و ناز'' کا ماحول تھا تو چودھویں صدی کے مجدد کے دور میں بھی

عمرے کہ بآیات واحادیث گذشت　　رفتی ونثار بت پرستے کردی

کا گرم بازار۔ ہندو مسلم اتحاد کے نعرہ تلے قشقہ کھینچا جارہا تھا، ہندوؤں کی ارتھی میں شرکت کی جارہی تھی، مشرکوں کا نام جمعہ کے خطبہ میں لیا جارہا تھا، انہیں مسجد میں بلا کر بھاشن کروایا جارہا تھا، گاندھی کو ''نبی بالقوۃ'' اور ''مذکر'' کہا جارہا تھا یہی نہیں بلکہ تلنگانہ وراجپوتانہ کے مسلمانوں کو باضابطہ ہندو بنایا جارہا تھا، اگر اکبر کے دور میں دین الٰہی کے نام سے نئے مذہب کی بنیاد رکھی گئی تھی تو امام احمد رضا کے دور میں جدید مذہب قائم کرنے کا فیصلہ لے لیا گیا تھا، چنانچہ الہ آباد میں ۲؍جون ۱۹۲۰ کو منعقدہ جلسہ خلافت کمیٹی کی رپورٹ میں خلافت کمیٹی کے ذریعہ ہندوستان میں جدید مذہب کی بنیاد رکھنے کی بات کی گئی ہے اس کے الفاظ ہیں:

''الہ آباد میں ایک ایسا فیصلہ کیا گیا ہے جو ایثار ورفاقت کی اسپرٹ کو ان شاء اللہ ترقی دے گا بلکہ ایک نئے مذہب کو جو ہندو مسلمان کا امتیاز موقوف کرتا ہے اور پریاگ یا سنگم کو ایک مقدس علامت بناتا ہے''

پروفیسر مسعود احمد مظہری جنہوں نے حضرت مجدد الف ثانی کی سیرت وسوانح بنام ''جہان امام ربانی'' کئی جلدوں میں مرتب فرمائی ہے اعلیٰ حضرت کے دور کے اس فتنے بارے میں لکھتے ہیں:

''افراد کی بے راہروی کا حال اوپر گزر ا لیکن وہ دور ابتلا ایسا تھا کہ ملت بے راہ رو ہو رہی تھی نئے مذہب کے ایجاد کی تدبیریں سوچی جارہی تھیں پریاگ سنگھم کو مقدس سمجھا جارہا تھا ہندو مسلم جگری بھائی بھائی ہو رہے تھے پیشانیوں پہ قشقہ لگایا جارہا تھا ترکی ٹوپی اور عمامے اتار اتار کر گاندھی کیپ اوڑھی جارہی تھی ہندوؤں کی ارتھی میں شرکت کی جارہی تھی اور اس کو کندھا دیا جارہا تھا ہندوؤں کے لئے

مسجدوں میں تعزیتی جلسے اور فاتحہ خوانی کی محفلیں منعقد ہو رہی تھیں، منبر رسول پہ ہندو لیڈروں سے تقریریں کرائی جا رہی تھیں، ہندو کی محبت کی خاطر گائے کی قربانی پہ پابندی لگانے کی تدبیریں سوچی جا رہی تھیں الغرض وہ سب کچھ ہو رہا تھا آج جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور اگر تاریخی حقائق وشواہد معدوم ہو جاتے تو ان باتوں کو دیوانوں کی باتیں کہہ کر رد کر دیا جاتا۔ امام احمد رضا نے نہ صرف بے راہ روافراد کی گرفت کی بلکہ گم کردہ راہ ملت کے ہر قول وعمل کی نگرانی کی اور اس کو صراط مستقیم دکھایا'' (تنقیدات وتعاقبات، ص ۱۰۸)

اندازہ لگایا جائے دونوں مجدد کے دور میں اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنہ میں اس کے سوا کیا فرق ہے کہ ایک کو سلطنت کی سرپرستی حاصل تھی تو دوسرے کو بت پرست مشرک کی در پردہ حمایت۔ حضرت مجدد کی طرح اعلیٰ حضرت نے بھی اس فتنہ کے خلاف قلمی جہاد فرمایا فتاویٰ مکتوبات میں اس کا رد فرمایا اور خلفا وتلامذہ اور اولاد کے ذریعہ اس کی بیخ کنی کی پیہم جدو جہد کی، جس کی تفصیل ''الطاری الداری (مرتبہ حضور مفتی اعظم ہند) تاریخ جماعت رضائے مصطفےٰ (مرتبہ مولانا شہاب الدین رضوی) اور پروفیسر مسعود احمد مظہری کی کتاب ''تنقیدات وتعاقبات'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔ (تنقیدات ص ۱۰۹)

چودہویں صدی کا وہ دور نگاہوں کے سامنے لایئے اور تھوڑی کے دیر کے لئے تمام عصبیت سے دامن کش ہو کر سوچیئے، کون تھا وہ مرد قلندر جس نے مجدد الف ثانی کے اس جہاد کی لاج بچائی؟ کون تھا وہ فقیر کجکلاہ جس نے بوریہ نشیں ہو کر بھی اپنے عہد کے تمام فرقوں اور اسلام مخالف قوتوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا؟ کون تھا وہ مجاہد جو حضرت مجدد کی طرح طعن وتشنیع کے نشتر کھا کر بھی دین کی چوطرفہ حفاظت کرتا رہا، کون تھا وہ مرد خدا جس نے تحریک شدھی کے خلاف جدوجہد کے لئے ''جماعت رضائے مصطفےٰ'' جیسی متحرک تنظیم دی جس نے اس شدھی تحریک کی ہوا نکال دی اور کئی لاکھ مسلمانوں کو پھر سے کلمہ پڑھوا کر مسلمان کیا؟ کون تھا وہ اللہ کا سپاہی جس نے قشقہ کھینچے والے، گاندھی کو مذکر اور نبی بالقوہ کہنے والے اور خوشنودی ہنود کے لئے قربانی گاؤ بند کرنے والے کے خلاف مجددانہ کوششیں کیں؟ دل میں اگر ایمان کی رمق، قبول حق کا جذبہ اور حق بولنے کی صلاحیت ہے تو ''ہمارے باپ داداؤں نے تمہیں کلمہ پڑھایا تم نے نہیں'' بولنے والی زبان کو پیر ثاقب شامی کی طرح برملا اظہار حق کرنا چاہئے، سرکار غریب نواز کی لگائی ہوئی پود کو تاراج کرنے والا اپنا کہلائے اور ان کی پود کی محافظت کرنے والا غیر؟ تو ایسے لوگوں کو خود ہی سوچنا چاہئے کہ کردار وعمل کے اعتبار سے کون سرکار غریب نواز کا اپنا ہے اور کون پرایا؟ کون محبت کے زبانی دعوے کرتا ہے اور کون ایثار وقربانی کے عملی جذبہ کے ساتھ۔

منہاجیت:

دعویٰ یکتائی، ہمہ دانی کا زعم اور برتری کا احساس آدمی کو وہاں پہنچا دیتا ہے جہاں کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا اور اس منزل پہ پہنچنے کے بعد آدمی اس احساس سے بھی محروم ہو جاتا ہے کہ وہ مجرم ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری بھی اسی قلبی آزار میں مبتلا ہوئے اور دولت احساس سے محروم ہونے کے سبب آج بھی اسی آزار میں مبتلا ہیں۔ اب تک کی تحقیقات سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ وہ جھوٹ، غبن، دھوکہ وفریب اتہام وبہتان کے اخلاقی جرائم میں ملوث ہونے کے ساتھ صحابی رسول حضرت امیر معاویہ اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ، فرقہ بندی پہ لعنت بھیجنے والے مجرم، اجماع کے منکر، اہل تشعہ، علمائے عرب وعجم کے نام زد مرتدین اور ان کے اتباع وپیروکار کو مسلمان سمجھنے اور ان کے پیچھے نمازیں جائز سمجھنے اور پڑھنے والے باغی کے ساتھ یہود ونصاریٰ کو اہل ایمان سمجھنے والے ملعون ہیں۔ ان میں سے پہلے کا تعلق ان کی ذات سے ہے دوسرے کا مسلک ومذہب سے۔ یہ باتیں اگر ان کی ذات محدود رہتیں تو ذمہ داران جماعت حکم شرع نافذ کر کے مطمئن ہو جاتے مگر جب یہی باتیں ذاتی پسند وناپسند سے اوپر اٹھ کر نظریات میں تبدیل ہو جائیں اور باضابطہ اسے کوئی نام دے کر اس کی اشاعت کی جائے تو معاملہ سنگین ہو جاتا ہے اور نائبان رسول کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ ڈاکٹر طاہر نے اپنے انہی نظریات کی اشاعت کے لئے غالباً ۱۹۸۰ء میں ''ادارہ منہاج القرآن'' قائم کیا یہیں سے انہوں نے کفر وضلالت کی اشاعت کی، اور ان کے یہی افکار باطلہ ان کے ادارہ کی طرف منسوب ہو کر ''منہاجیت'' کہلائے۔

ڈاکٹر طاہر کا یہی نظریہ انہیں فرقہ ومسلک کے متنازع بیانات واقدامات سے آگے بڑھا کر بین المذاہب تنازعات تک لے گیا یہاں پہنچ کر ان کی نگاہ میں مسلمان اور یہود ونصاریٰ تینوں برابر ہو گئے اور قرآنی فرمودات ومن یبتغ غیر الاسلام دینافلن یقبل منه وهوفی الآخرة من الخسرین (آل عمران آیت ۸۵) وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ترجمہ: اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا۔ سورہ آل عمران، آیت: ۱۱۰۔ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ترجمہ: اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ضرور ہم ان کے

گناہ اتار دیتے اور ضرور انہیں چین کے باغوں میں لے جاتے (سورۂ مائدۃ، آیت: ۶۵)۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اَوْلِیَآءَ، بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ، وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ، اِنَّ اللهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ترجمہ: اے ایمان والو! تم یہود ونصاری کو اپنا ہمدم ورفیق نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ومددگار ہیں، اور تم میں جو بھی ان کو اپنا دوست بنائے گا وہ بلاشبہ انہیں میں سے سمجھا جائے گا، بے شک اللہ ظالموں کے لیے راہ ہدایت کشادہ نہیں فرماتا۔ سورۂ مائدہ، آیت: ۵۱ کی کوئی اہمیت نہیں رہی۔ ۲۴ / دسمبر ۲۰۱۱ کو ویملے لندن میں انہوں نے ہندوؤں سکھوں، یہودیوں، عیسائیوں، بدھ مت اور دیگر باطل مذاہب کے پیشواؤں کو مدعو کر کے ایک کانفرنس منعقد کی اس کانفرنس میں جو کچھ ڈاکٹر طاہر القادری نے کہا اور کیا اسے کوئی صاحب ایمان برداشت نہیں کر سکتا اس سلسلہ میں متعدد بیانات مضامین اور کتب ورسائل منظر پہ آ گئے، جس کی تفصیل الرضا مئی جون ۲۰۱۶ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ یہاں جناب عاقب فرید قادری کی کتاب ''قہر الدیان'' سے اس کانفرنس کی چند جھلکیاں ملاحظہ کریں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا:

''ہم مل کر امن اور محبت کا گیت گائیں گے۔ انجیل سے سریلا پن، توریت سے نغمے اور قرآن سے ترنم۔ جب کہ دوسرے مذاہب کی مقدس کتابوں سے امن عاجزی وانکساری لیں گے''

پھر ان تمام باطل مذاہب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا:

''شیطان نے ہمیں نفرت وبغض کے اندھیرے میں دھکیل دیا ہے آج ہم ان اندھیروں کا سینہ چاک کریں گے۔ ہم کتنے خوش نصیب ہیں کہ ہم اس تقریب کے میزبان ہیں، ہم سب ابراہیم علیہ السلام کے وصیت کردہ دین کے ماننے والے ہیں۔ آج یہاں یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے نمائندے موجود ہیں اور یہ سب مذاہب ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں جو اللہ نے انہیں دیا اسی سے نکلے ہیں اور تو اور ہمیں اس پر فخر ہے کہ ہمارے درمیان بدھ مذہب کے ماننے والے اور ان کے بڑے پجاری موجود ہیں میں ان سب کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ ہندو مذہب کے ماننے والے اور ان کے نمائندے اور عظیم مذہبی رہنما اور سکھوں کے نمائندے اور ان کے عظیم مذہبی رہنما موجود ہیں، میں آج سب کو اس تقریب میں خوش آمدید کہتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ آج سب مل کر اپنے خدا کو پہچانیں اور یاد کریں''

پھر اس پروگرام میں کیا ہوا دل تھام کر ملاحظہ کریں:

ہندو پنڈت نے رامائن سے متن پڑھتے ہوئے ''رام سیتا لکشمن اور دیگر بتوں کو پکارا۔ ایک اور ہندو پنڈت (شیوا) نے پڑھنا شروع کیا ''اوم نمو شیوایا''، ہماری تمام رکاوٹیں دور کرنے والا بھگوان ہے اوم شری گنیش ینامایا'' میں نے اپنا سر بھگوان گنیش کے سامنے جھکایا، ایک ہندو پنڈت نے دھن میں پڑھنا شروع کیا ''ہرے کرشنا ہرے کرشنا کرشنا کرشنا کرشنا'' ہرے ہرے ہرے'' رام ہرے رام رام رام، ایک اور پنڈت نے گانا شروع کیا ''نموح بدھائے نموح بدھائے نموح بدھائے''

ان تمام کرتوتوں کے بعد ڈاکٹر طاہر نے کہا:

''آپ نے دیکھا کیسے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے ایک ساتھ ایک چھت کے نیچے کھڑے ہیں کیسے پوری انسانیت اپنے الگ اعتقاد ویقین، مذہب اور رسم ورواج کے ساتھ کھڑی ہے۔ یہ سب ساتھ مل کر رہ سکتے ہیں''۔

اور اپنے اس عمل پہ نادم ہونے کے بجائے بڑی ڈھٹائی سے کہا:

''ہم چاہتے ہیں کہ ایک دنیا بنائیں ایسی دنیا جس کی مستقبل میں تمام لوگ ایک ساتھ کھڑے ہوں ایک ساتھ رہیں ایک ایسے ماحول میں جس میں امن ہی امن ہو''

ڈاکٹر طاہر القادری کے انہیں نظریات کے سبب علمائے ہندو پاک نے اس کے خلاف سخت احتساب کا معاملہ کیا اور اس کی حقیقت سامنے لا کر عہد حاضر کے مسلمانوں کو اس سے محفوظ کر دیا اس سلسلہ میں حقائق جاننے کے لئے ''طاہر القادری کی حقیقت کیا، فتنہ طاہری کی حقیقت، اسلام اور وائرس مسیحیت، قہر الدیان، خطرے کی گھنٹی، قرآن کی فریاد وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔

فیورک:

دین الٰہی کا چوتھا احیا ۲۰۰۳ کے گجرات فساد کے بعد ہوا، گجرات فساد اور ملک کے فرقہ وارانہ ماحول کو دیکھ کر صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر اے پی جی عبدالکلام نے اسلام، ہندو دھرم، بدھ دھرم، عیسائی دھرم، سکھ دھرم، جین دھرم کے اشتراک سے ایک ''سورت روحانی اعلامیہ'' surat spritual

declaration جاری کیا اور اسے فروغ دینے کے لئے ایک تنظیم تشکیل دی جس کا نام ''فاؤنڈیشن برائے وحدت ادیان اور روشن خیال شہریت'' Foundation for unity of religions and Enlightened citizenship رکھا گیا جسے اختصارا فیورک (Furec) کہا جاتا ہے۔ مدیر جام نور جناب خوشتر نورانی نے اس پر ایک فکر انگیز اداریہ بنام ''فکری ارتداد کی خطرناک مہم'' لکھا جس میں ''فیورک'' کے اغراض ومقاصد اور اس کے مضمرات پر بھرپور روشنی ڈالی، ان کے بیان کردہ اغراض ومقاصد کا ترجمہ یہاں ملاحظہ کریں:

فیورک کے اغراض ومقاصد:

- انسانی جذبہ کو باقی رکھتے ہوئے تمام مذاہب کی قبولیت، تمام مذاہب کے احترام کی بنیاد پر سورت روحانی اعلامیہ کو فروغ دینا اور عملا نافذ کرنا۔
- کثیر مذہبی تہواروں کے انعقاد، مشترکہ لنگر اور کثیر مذہبی دعاؤں کو مقبول عام بنانے کے لئے کثیر مذہبی اجتماعات اور جلسوں کا اہتمام کرنا
- بین مذہبی مذاکرات اور مذہبی ہم آہنگی کے لئے مختلف مذاہب کے ایک ساتھ مل کر کام کرنے کے لئے مشترکہ پلیٹ فارم مہیا کرنا تمام مذاہب کے آفاقی اقدار کو فروغ دینا
- وحدت ادیان پر کتابوں، انسائیکلو پیڈیا، رسائل، جرائد، نایاب مسودوں، مونوگراف (تحقیقاتی مقالوں) تصنیف تدوین، ترجمہ اور اشاعت کا اہتمام اور سمعی بصری مواد اور اشاعت کے دیگر ٹیکنیکل شکلوں کو پیدا کرنا

سورت روحانی اعلامیہ میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

''مذاہب خوشنما باغوں کی طرح ہیں۔ ہر مذاہب میں پائی جانے والی آفاقی سچائیاں بہت حد تک ایک جیسی ہیں اور وہ بنیادی اتحاد کو نافذ کرنے والے پل کو بنانے میں مدد دیں گے۔ مختلف مذاہب کے مذہبی رہنماؤں اور لوگوں کے ذریعہ دوسرے مذاہب کے پاک ومقدس دنوں کا احترام کرنے والے، اس طرح کے اجتماعات کا باضابطہ انعقاد ایک بااثر پیغام دے گا، اگر ممکن ہو تو ایسے اجتماعات مذہبی مقامات پر منعقد کئے جائیں جہاں دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اس دن جمع ہوسکیں۔۔۔۔۔ یہ کوشش لوگوں کے ذہنوں میں تمام مذاہب کے وقار کو بلند کریں گی، ملک میں چل رہے سارے مذہبی تعلیمی اداروں کو چاہئے کہ وہ دوسرے مذاہب کے بچوں کو داخلہ دیں اور وحدت ادیان کو طلبہ کے ذہنوں میں مضبوطی سے جما دیا جائے''

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب خوشتر نورانی نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ:

''اس تنظیم کے دفعات میں شاید ہی کوئی دفعہ ایسی ہو جو حقیقی اسلام سے متصادم نہ ہو، اور شاید ہی کوئی ایسی شق ہو جو مزاج شریعت اور اسلامی نظریات سے متحارب نہ ہو ایسے میں اس تنظیم کا وجود مسلمانان ہند کے لئے خطرے کا الارم ہے جو محبت رواداری اتحاد تعلیم اور روحانیت کے نام پر انہیں ایک نئے دین کا پیروکار بنانا چاہتی ہے'' (قلم کی جسارت ص ۳٦)

اس سے کس کو انکار ہوسکتا ہے کہ فیورک کے ذریعہ جو لادینیت مسلمانان ہند پہ تھوپی جارہی تھی وہ اکبر کے دین الٰہی تھوپنے جیسا تھا مگر علمائے اہل سنت کے علاوہ اور کسی نے بھی اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہیں کیا، سب خاموش رہے اور خاموش رہنا ہی تھا کہ بے دینوں کو لادینیت سے کیا فرق پڑتا ہے، ہماری جماعت کے علمائے کرام بریلی کچھوچھہ اور دیگر دارالافتا کے مفتیان عظام نے اس کے خلاف اپنے سخت ردعمل کا اظہار کیا جسے علامہ مدنی صاحب قبلہ کی کتاب ''صحیفہ ہدایت'' اور مولانا قمر احمد اشرفی کے مرتبہ ''اشرف الفتاویٰ'' نامی کتاب میں دیکھا جاسکتا ہے، جس میں تقریبا ١٦ر مفتیان کرام کے فتاویٰ موجود ہیں۔ ان علمائے حق کے برمحل احتساب کا نتیجہ تھا کہ ۲۰۰۳ کے اس دین الٰہی کا فتنہ جہاں سے اٹھا تھا بظاہر وہیں دفن ہوگیا۔

عمانزم:

عمانزم ''رسالہ عمان'' اور رسالہ عمان کے تین نکات'' کے مندرجات کی طرف منسوب ہے۔ یہ رسالہ اردن کے حکمراں شاہ عبداللہ ثانی بن حسین کا اعلان ہے جو ۲۰۰۴ میں اردن کی راجدھانی عمان سے جاری کیا گیا، اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے ملک کے تمام مسالک کے علما سے اسی رسالہ سے متعلق فتویٰ لے کر اسے بھی حکومتی سطح پر شائع کیا، پھر ۲۰۰۵ میں تین سوالات قائم کرکے مختلف ممالک ومسالک کے لگ بھگ ۲۰۰ نمائندہ علما اور ''معتبر اسلامی اسکالرز'' سے جوابات طلب کئے، ''حوصلہ افزا'' جوابات موصول ہونے پر ۲۰۰۵ میں تاریخی عالمی

کانفرنس منعقد کر کے اسے مزید تائید کے ساتھ ''متفقہ عالمی اعلامیہ'' کی شکل دے کر ''رسالہ عمان ثلٰثہ، رسالہ عمان کے تین نکات، عمان اعلامیہ'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔(ملخصا جام نور شمارہ جون ۲۰۱۶ء)

اس ''عمان اعلامیہ'' میں جو عقائد اور اس کی تشریحات بیان ہوئی ہیں اس کا ذکر سب سے پہلے انجینئر فضل اللہ چشتی دہلوی نے کیا اور بتایا کہ اردن سے ''عمان اعلامیہ'' کے نام سے ایک نیا فتنہ پیدا ہوا ہے جس کے مویدین میں ڈاکٹر طاہر القادری بھی شامل ہیں، پھر صوفی کانفرنس میں باضابطہ اس کے تعارف میں ''عمان اعلامیہ: ایک جائزہ'' عنوان سے مقالہ پڑھا گیا، بعد میں یہی مقالہ جام نور شمارہ جون ۲۰۱۶ میں شائع ہوا۔صوفی کانفرنس میں اس مقالہ کا پڑھا جانا اور جام نور کا اسے شائع کرنا اس کی حمایت کی علامت ہے۔سرخی کے نیچے شائع توضیحی عبارت:

''امت مسلمہ میں موجودہ انتشار، مسلکی تکفیریت، اور مسلم نوجوانوں میں بڑھ رہے مذہبی تشدد پر پوری دنیا کے نمائندہ اور مشاہیر علما کا ''عالمی اعلامیہ جو مسلم دنیا کے مذہبی اضطراب اور مسلکی کش مکش کا حل پیش کرتا ہے''

اس حمایت میں شدت کے مترادف ہے۔بات اگر یہیں تک بس ہوتی تو اسے مضمون نگار سے رسالہ کا اتفاق ضروری نہیں کہہ کر صرف نظر کیا جا سکتا تھا مگر اس عبارت کو سرورق پہ شائع کرنا اور اندرون صفحات پہ ''۔۔۔قارئین کے استفادہ کے لئے پیش کیا جا رہا ہے'' اداراتی نوٹ'' لگانا عدم اتفاق کے شبہات کی نفی کرتا ہے۔

اس سے قبل کہ عمانزم کے حوالہ سے پیدا ہونے والے خدشات، جام نور میں اس کی اشاعت کے مضمرات اور ایک مخصوص تناظر میں اسے ہندوستان میں متعارف کرانے کے اغراض ومقاصد پہ گفتگو کی جائے پہلے مضمون کے حوالہ سے مضمون نگار محترم مولانا ناصر مصباحی رامپوری کا اپنا عندیہ ملاحظہ کریں انہوں نے لکھا ہے:

''رسالہ عمان اور اس کے تین نکات بے حد قابل تحسین کاوشات ہیں اور صوفیانہ نقطہ نظر سے یہ امت مسلمہ کے تئیں راہ نجات ہے۔مسلمانان اہل علم دانش کو چاہئے کہ وہ احتیاط دینی کے ساتھ اس قدم کی حمایت کریں''

اب انہیں کے قلم سے عمان اعلامیہ کا متن ملاحظہ کریں:

عمان اعلامیہ کا متن:

(۱) جو شخص مذہب اہل سنت وجماعت کے مذاہب اربعہ یعنی حنفی، شافعی مالکی، حنبلی، یا مذہب جعفری زیدی اباضی، ظاہری میں سے کسی کا متبع ہے وہ مسلمان ہے اس کی تکفیر جائز نہیں، اس کے خون عزت مال کی حرمت ہے نیز شیخ الازہر (ڈاکٹر طنطاوی) کے فتویٰ کے مطابق اشعری (وماتریدی عقائد رکھنے والے، حقیقی تصوف پر عمل کرنے والے اور صحیح فکر سلفی رکھنے والے لوگوں کی تکفیر بھی جائز نہیں، مزید یہ کہ مسلمانوں کا کوئی ایسا طبقہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ارکان ایمان پر ایمان رکھتا ہو نیز ارکان اسلام کا احترام کرتا ہو، ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر نہ ہو، اس کی تکفیر جائز نہیں۔

(۲) کثیر اختلاف کے باوجود ان مذاہب کے اندر بیش تر مسائل میں اتفاق پایا جاتا ہے، آٹھوں مذاہب کے حاملین، اسلام کے بنیادی اصولوں میں متفق ہیں، سب ہی اللہ وسبحانہ تعالیٰ کی وحدانیت ویکتائی، قرآن مجید کے منزل من اللہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام نوع بشر کے لئے نبی ورسول ہیں، پر ایمان رکھتے ہیں، تمام ہی لوگ اسلام کے ارکان خمسہ، شہادت توحید ورسالت، نماز زکوٰۃ روزہ رمضان، حج بیت اللہ، نیز ارکان ایمان یعنی اللہ پر اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر آخرت کے دن پر اور خیر وشر کی تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں۔ان مذاہب کے متبع علما کا اختلاف فروع میں ہے نہ کہ اصول میں اور یہ رحمت ہے۔عہد قدیم سے کہا جاتا رہا ہے ان اختلاف العلماء فی الراء امر جید (رائے میں علما کا اختلاف اچھی چیز ہے)

(۳) اسلامی مذاہب (فقہی وکلامی) کو قبول کرنے کا مطلب فتاویٰ دینے میں خاص منہج کا التزام کرنا، اس لئے ان طے شدہ خاص لیاقتوں کے بغیر فتویٰ نگاری درست نہیں، جن کی ہر مذہب نے تعیین وتحدید کی ہے۔اسی طرح مناہج مذہب کی پابندی کئے بغیر فتویٰ دینا روا نہیں، نیز کسی کے لئے جائز نہیں کہ اجتہاد کا دعویٰ کرے اور نیا مذہب بنا لے، یا ایسے مردود فتوے دے جو مسلمانوں کو شریعت کے اصول وقواعد اور اس کے مسلمات سے خارج کریں۔

قارئین غور فرمائیں ان تین نکات میں کتنے ایسے نظریات ہیں جنہیں کوئی سنی صحیح العقیدہ مسلمان قبول کرسکتا ہے؟ کیا شیعہ سنی کا اختلاف فروعی ہے؟ کیا جعفری، زیدی، اباضی اور ظاہری فرقہ صاحب ایمان ہیں؟ علمائے حق نے ان کی بدعقیدگی کے حوالہ سے جو کچھ لکھا ہے وہ غلط ہے؟ شیعوں کے ۲۲ رفرقے ہیں ہر ایک دوسرے کی تکفیر کرتا ہے، ان میں بنیادی فرقے تین ہیں (۱) غلاۃ (۲) زیدیہ (۳) امامیہ۔ غلاۃ کے ۱۸ فرقے ہیں۔

زیدیہ کے تین فرقے ہیں: یہ لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد زید بن علی بن زین العابدین کی امت کے قائل ہیں''

(۱) جارودیہ: ان کا قول ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے علی کی امامت پر نص وارد ہے اور یہ نص نام لے کر نہیں اوصاف بتا کر ہے، صحابہ نے اس نص کو چھپالیا اور حضرت علی کی اقتدا نہیں کرنے کے سبب کفر کا ارتکاب کیا۔ (۲): سلیمانیہ: اس فرقہ کے نزدیک حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کافر ہیں۔ معاذ اللہ (۳) تبیریہ: ان لوگوں نے سلیمانیہ کے اقوال سے اتفاق کیا ہے، مگر حضرت عثمان کے حق میں توقف کے قائل ہیں'' (فتنوں کا ظہور/ علامہ محمد احمد مصباحی، ص ۱۸ر ۲۰)

جعفریہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی بلا فصل امام ان کے علاوہ خلفائے ثلٰثہ کی امامت باطل ہے، قرآن، جو آج مسلمانوں کے درمیان ہے وہ محرف ہے اس میں حذف واضافہ کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ غیر شیعہ کی گمرہی سے راضی ہے، انبیا کے لئے کذب اور بہتان جائز ہے بلکہ کبھی تقیہ کے طور پہ واجب ہے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حضرت علی پر بھی وحی آتی تھی بس فرق یہ تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم وحی لانے والے فرشتے کو دیکھتے تھے، اور حضرت علی صرف اس کی آواز سنتے تھے، فرقہ امامیہ کا مذہب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدۃ النسا حضرت فاطمہ الزہرا پر وحی آتی تھی، اس وحی کو جمع کرکے اس کا نام ''مصحف فاطمہ'' رکھا گیا۔

جعرفیہ کے حوالہ سے ایک فرقہ متعارف ہے چنانچہ علامہ محمد احمد مصباحی لکھتے ہیں ''معتزلہ کا ۲۰ رمیں سے ساتواں فرقہ بھی جعفریہ کہلاتا ہے اس کے عقائد فرقہ اسکافیہ کے مثل ہیں مزید یہ کہ شراب نوشی کی حد پر امت کا اجماع خطا ہے اس لئے کہ حد میں صرف نص کا اعتبار ہے''ص ۲۸

اباضیہ: اسی طرح خارجیوں کے سات فرقوں میں سے ایک اباضیہ'' کہلاتا ہے جو عبد اللہ بن اباض کے متبعین ہیں (حدوث الفتن رفتنوں کا ظہور) ان کے عقائد یہ ہیں: (۱) اہل قبلہ میں سے جو لوگ ہمارے مخالف ہیں وہ کافر ہیں مشرک نہیں (۲) گناہ کبیرہ کرنے والا مومن نہیں (۳) ان کے نزدیک علی اور اکثر صحابہ کافر ہیں۔ اباضیہ کے چار فرقے ہیں حفصیہ، یزیدیہ، حارثیہ، عبادیہ۔

قارئین خود ہی غور فرمائیں اب اس کے بعد بھی اہل سنت وجماعت کی طرح انہیں بھی مسلمان سمجھنا اور ان تکفیر کو تکفیر مسلم سمجھنا'' بھیڑ میں ہاتھ سے اس ''دوست'' کے ایمان گیا'' کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے؟

عمان اعلامیہ کے متن کا جائزہ:

اب تینوں نکات کے حوالہ سے پیدا شدہ خدشات اور اس کے بطن سے اٹھنے والے سوالات کا بھی اندازہ لگائیں:

پہلے نکتہ میں تین باتیں کہی گئی ہیں (۱) مذاہب اربعہ یعنی حنفی، شافعی مالکی، حنبلی، یا مذہب جعفری زیدی اباضی، ظاہری میں سے کسی کا متبع ہے وہ مسلمان ہے اس کی تکفیر جائز نہیں (۲) صحیح فکر سلفی رکھنے والے لوگوں کی تکفیر بھی جائز نہیں (۳) کہ مسلمانوں کا کوئی ایسا طبقہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ارکان ایمان پر ایمان رکھتا ہو نیز ارکان اسلام کا احترام کرتا ہو، ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر نہ ہو، اس کی تکفیر جائز نہیں۔

یعنی اس نکتہ میں مختلف انداز سے یہی کہنے کی جرأت کی گئی ہے کہ خواہ کوئی شیعہ ہو، خارجی ہو، وہابی ہو، یا بنام سنی دیوبندی ہو کسی کی ''تکفیر جائز نہیں'' ایسے نظریہ کے بارے میں معاذ اللہ کہا جارہا ہے کہ ''صوفیانہ نقطہ نظر سے یہ امت مسلمہ کے تئیں راہ نجات ہے'' کیا صوفیہ کا یہی نظریہ ہے کہ گستاخ رسول، گستاخ صحابہ وخلفا اور ضروریات دین کے منکرین کو اس کفریات کے باوجود اسے مسلمان سمجھا جائے؟ صوفیہ کے دامن عفت میں اپنی بے گناہی کی پناہ ڈھونڈنے والے لوگ اپنے جرم کا بار اور اپنی کم سوادی کا بوجھ ان پر کیوں ڈالنا چاہتے ہیں۔ صوفیہ الحمد للہ سنی صحیح العقیدہ جماعت کے نمائندہ وسرخیل ہیں، عمان اعلامیہ سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہوسکتا اور اگر کوئی اس سے کسی طرح کا قولی وعملی رشتہ رکھے وہ صوفی نہیں ہوسکتا کہ ہدایت وضلالت دونوں اکٹھے نہیں ہوسکتے۔

عمان اعلامیہ کو ''صوفیانہ نکتہ نظر'' سمجھنے والے حضرات غور فرمائیں کہ حق آٹھ مذاہب میں نہیں چار میں منحصر ہے، چنانچہ علامہ سید طحطاوی

حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں وھٰذہ الطائفة الناجیة قد اجتمعت الیوم فی مذاھب اربعہ۔ وھم الحنفیون والمالکیون والالشافعیون والحنبلیون رھمھم اللہ تعالیٰ۔ ومن کان خارجاعن ھٰذہ الاربعة فی ھٰذہ الزمان فھو من اھل البدعة والنار اور حضرت شاہ فضل رسول بدایونی کی کتاب ''سیف الجبار'' (ص ۹۔۱۰) میں اسی کا خلاصہ یوں ہے ''اور سواد اعظم عقائد میں اشعری، ماتریدی اور فقہ میں حنفی، شافعی مالکی، حنبلی ہیں۔ جوان کے سوا ہے وہ جماعت سے خارج اور سواد اعظم کا تارک اور دین کا مارق ہے''

اب اس کے آگے میرے کچھ کہنے کا نہیں بلکہ جام نور اور ان حوارین کے احساس کا ہے کہ وہ عمان اعلامیہ میں '''' امت مسلمہ میں موجودہ انتشار، مسلکی تکفیریت، اور مسلم نوجوانوں میں بڑھ رہے مذہبی تشدد'' کا علاج تلاش کرنا چاہتے ہیں یا اس سواد اعظم میں جس کے تحفظ کے لئے علمائے اہلسنت نے اپنا تن من دھن نثار کیا اور بدلتے حالات میں جسے ''مسلک اعلیٰ حضرت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اعلامیہ میں مذکور ''تکفیر جائز نہیں'' کا ٹکڑا ابھی ہماری خاص توجہ کا مستحق ہے، تکفیر اس کی جائز نہیں ہوتی جو مسلمان ہو اور اگر کوئی کسی مسلمان کی تکفیر کرتا ہے تو پھر اصولا کفر اسی کی طرف پلٹتا ہے اب اس تناظر میں غور کریں تو کیا اس اعلامیہ سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ ہمارے جن بزرگوں نے شیعہ، خارجی، وہابی، یا بنام سنی دیوبندی کی تکفیر کی ہے عمان اعلامیہ کی رو سے معاذ اللہ وہ ایک مسلمان کی تکفیر ہے؟ کیا جام نور اور اس کے حوارین بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر رسالہ عمان کے اس گمراہ کن نظریہ کو ہندوستان میں متعارف کرانے کا مقصد کیا ہے؟ اگر کسی صاحب کے ذہن میں یہ چبھن ہو کہ عمان رسالہ میں ''ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر نہ ہو'' اس کی تکفیر سے روکا گیا ہے تو عرض ہے کہ جب پہلی ہی شق میں یہ واضح کردیا گیا '' کہ شیعہ سنی خوارج کسی کی تکفیر جائز نہیں''، تو اب یہاں اس پیوند کی ضرورت بھی کیا تھی اور لکھ دینے سے فائدہ بھی کیا؟ پھر کیا علمائے اہل سنت نے کبھی کسی ''ضروریات دین'' کے قولا وعملا اقرار کرنے والی کی تکفیر کی ہے؟

دوسرے نکتہ میں جو باتیں کہی گئی ہیں وہ یہ ہیں (۱) کثیر اختلاف کے باوجود بیشتر مسائل میں اتفاق ہے (۲) آٹھوں مذاہب کے حاملین اسلام کے بنیادی اصولوں میں متفق ہیں (۳) ان مذاہب کے متبع علما کا اختلاف فروع میں ہے اصول میں نہیں''

یہ تینوں باتیں کھلا ہوا دھوکہ اور نرا فریب ہیں، اصولوں میں اختلاف کو اتفاق بتانا اور بیشتر مسائل میں اتفاق کو مسلمان ہونے کی بنیاد سمجھ لینا بلکہ سمجھانا دین میں جرأت اور جماعت کے لئے سم قاتل ہے، اگر یہ بے سروپا باتیں قبول کرلی جائیں تو علمائے حق کی ساری ایمانی جدوجہد بے معنی ہوکررہ جائیں گی، بلکہ علم کلام کا وجود ہی بے معنی ہوجائے گا جس کے ذریعہ انسان اسلامی وغیر اسلامی فرقہ کی شناخت کرتا ہے، مگر اس کھلی ہوئی ضلالت کو جام نور '' قارئین کے استفادہ کے لئے پیش کیا جارہا ہے'' کہہ کر عام کررہا ہے۔ جام نور کا یہ عمل صوفی کانفرنس کے بعد دہلی اور پٹنہ سے مشترکہ طور پر بلند کی گئی آواز'' اس جماعت (جماعت اہل سنت) نے پچاس سالوں میں اس کے سوا (بدعقیدوں کے رد) کیا بھی کیا ہے؟'' کو مستحکم کرنا ہے۔ اگر جام نور اسی مشن کی تکمیل میں سرگرداں ہے تو اسے اتنا ضرور سوچ لینا چاہئے کہ ان پچاس سالہ دور میں مرکز اہل سنت بریلی ہی نہیں خانقاہ برکاتیہ مارہرہ، خانقاہ قادریہ بدایوں، خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ کی خدمات بھی اس سے علیحدہ نہیں ہیں ''جوش تعصب'' میں عمانزم کی حمایت، اپنے آثار سے ہاتھ دھونے کے ساتھ تمام سنی خانقاہوں کو جادہ اعتدال سے منحرف بتانا ہے جسے کوئی دانا وحق آشنا قبول نہیں کرسکتا۔

تیسرے نکتہ کا فرمان ہے (۱) مناہج مذہب کی پابندی کئے بغیر فتویٰ دینا روا نہیں (۲) ایسے مردود فتوے دے جو مسلمانوں کو شریعت کے اصول وقواعد اور اس کے مسلمات سے خارج کریں۔

سوال یہ ہے مسلکی سطح پر جو فتاویٰ ہمارے یہاں سے جاری ہوئے ہیں ان میں کون فتویٰ ایسا ہے جس میں مناہج مذہب کی پابندی نہیں کی گئی؟ اس معاملہ میں جماعت اہل سنت کا کوئی فتویٰ ایسا نہیں جس میں عرب وعجم کے مشاہیر اہل سنت کے دستخط نہ ہوں پھر ''مناہج مذہب'' کی قید لگا کر کس فتویٰ سے روکنے کی بات کی جارہی ہے۔ حکم کفر پر چیں بہ جبیں ہونے والے افراد کو قرآنی حکم قل أباللہ وآیاته ورسوله کنتم تستھزؤن لاتعتذروقد کفرتم بعد ایمانکم، (تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول ﷺ سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے مسلمان ہوکر) پر غور کرنا چاہئے اور اس فرمان قرآن پر کان دھرنا چاہئے کہ رسول اکرم ﷺ کی تعظیم واجب ہے، ان کی بے ادبی سے ایمان وعمل برباد ہوجاتے ہیں، اور فرمان رسول کا انکار انسان کو اسلام سے خارج کردیتا ہے۔ اب اگر کوئی دینی دیدہ ور کسی کے اندر عمل کفر دیکھ کر اس کی نشاندہی کردے تو اس کا احسان ماننا چاہئے کہ اس نے غلطی کی نشاندہی کرکے توبہ ورجوع الی الحق کا موقع دے دیا۔ ادب میں یہی

عمل تنقید کہلاتا ہے اور فقہ میں فتویٰ۔تنقید کرنے والا ناقد کہلاتا ہے تو فتویٰ دینے والا مفتی،ایک کا تعلق دنیا سے ہے تو ایک کا دین سے،تنقید سے آدمی شہرت کما تا ہے تو فتویٰ سے شہرت عزت اور ثواب۔جس طرح تنقید کے لئے یک موضوعی ہونا ضروری نہیں اسی طرح فتویٰ کے لئے یک موضوعی ہونا ضروری نہیں،موضوعات میں تنوع وہاں بھی ہے یہاں بھی۔فقہ میں مسئلہ بالعموم جواز وعدم جواز کا ہوتا ہے تو علم کلام میں ایمان وکفر کا۔کسی فتویٰ میں حکم کفر کا اجرا ہوگا تو کسی میں حکم کفر کا ارتفاع،اس لیے فتویٰ کفر کو موضوع بنا کر لوگوں کو اس سے بدکانا عمل خیر نہیں فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون کی برکتوں سے محروم کر دینے کی علامت ہے اور کسی طرح بھی اس کی تحسین نہیں کی جا سکتی۔

عمان اعلامیہ کی تائید:

قارئین نے عمان اعلامیہ کا متن بھی دیکھا اور اس کے حرف حرف سے لپٹی ہوئی ضلالت بھی مگر اس کے باوجود اس اعلامیہ کی بھرپور تائید ہوئی تنظیموں میں ''مکہ کانفرنس،جامعہ آل بیت اردن،کویت ایز یکیوٹیو کمیٹی ۔۔۔تنظیم اسلامی کانفرنس(oic)،یورپی کونسل برائے افتا وتحقیقات علمی،مجلس اعلیٰ برائے مسلمانان بوسینیا وہرزیگوینیا نے اس کی تائید کی تو اشخاص میں ''شیخ محمد سید طنطاوی شافعی(مصر)مفتی جمہوریہ مصر علی جمعہ شافعی،(مصر)ڈاکٹر طاہر القادری(پاکستان)شیخ ناظم الحقانی حنفی(قبرص)شیخ عبد اللہ بن بیہ مالکی(موریطانیہ)سید علی سیستانی جعفری (عراق)محمد بن محمد بن اسمٰعیل منصور زیدی(یمن)شیخ بن خلیلی اباضی(عمان)شیخ یوسف قرضاوی ،دیوبندی مکتبہ فکر سے مفتی تقی عثمانی،(پاکستان)مولانا محمد مدنی ، پروفیسر اختر الواسع(انڈیا)شامل ہیں،اسی طرح مسلم ممالک کے سربراہان میں ''شاہ عبد اللہ(سعودی عربیہ)محمود احمد نژاد(ایران)جزل پرویز مشرف(پاکستان)جلال طالبانی(عراق)حامد کرزئی(افغانستان)خالدہ ضیا(بنگلا دیش)شاہ عبد اللہ ثانی(اردن)علی عبد اللہ صالح(یمن)وغیر شامل ہیں۔یعنی رسالہ عمان کی تائید کرنے والوں میں شیعہ،وہابی،خارجی،جعفری،زیدی ،اباضی،دیوبندی وہابی''سنی''سبھی شامل ہیں اسی لئے ناصر رامپوری صاحب نے لکھا''اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں امت مسلمہ کے درمیان دینی وسیاسی سطح پر یہ سب سے عظیم اتحاد ہے''مگر غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ اس''عظیم اتحاد''میں وہی افراد ہیں جن کا تعلق اہل سنت وجماعت سے نہیں اور جو سنی ہو کر بھی اس اعلامیہ کے مؤید ہیں وہ کیسے سنی ہیں یہ ہمارے بتانے کا نہیں ذمہ داران جماعت کے فیصلہ کرنے کا ہے۔اس اعلامیہ میں ڈاکٹر سید طنطاوی کی جو تحریر شائع ہوئی ہے وہ عمان متن کی شرح ہے جس سے اس اعلامیہ کی ضلالت اور مترشح ہوجاتی ہے،ان کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے:

>''حنفی،شافعی،مالکی،حنبلی،جو مذہب اہل سنت کہلاتے ہیں اور جعفری،زیدی،اباضی،ظاہری،یہ سارے مذاہب،حقیقی اسلام کا حصہ اور جز ہیں،کسی مسلم کی طرف کفر کی نسبت جائز نہیں اور جو لوگ مذاہب اسلام(مذکورہ آٹھوں مذاہب)کے ماننے والے ہیں وہ مسلم ہیں،یہ آٹھوں مذاہب یعنی حنفی،شافعی،مالکی،حنبلی،جو مذاہب اہل سنت کہلاتے ہیں اور جعفری،زیدی اباضی،ظاہری جو مذاہب غیر اہل سنت کہلاتے ہیں،جب ہم ان کے فقہ واصول فقہ پر نظر ڈالتے ہیں تو تشریح مضامین میں اختلاف پاتے ہیں ،مفہوم قطعی میں نہیں کہ جس کا منکر کافر ہو جائے،لہٰذا جو شخص ان مذاہب میں سے کسی مذہب کا پیروکار ہے وہ صحیح الاسلام مسلم ہے ،اس کی تکفیر جائز نہیں۔اس طرح اشعری(وماتریدی)حضرات جمہورات امت اور برحق ہیں''(ملخصا)

اس اعلامیہ پہ دوسو افراد کے دستخط ہیں جن میں مختلف مکاتب فکر کے حاملین کے ساتھ کئی ممالک کے سربراہان بھی ہیں جیسا کہ گزرا،مضمون پڑھنے سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ کسی کفر وضلالت پہ سو دوسو افراد کے دستخط ہوجانے سے حکم کفر مرتفع ہوجاتا ہے اور دینی معاملات میں غیر عالم حاکموں،سربراہوں اور وزیروں کے دستخط کی بھی شرعی حیثیت ہے،اب اس نئی دریافت پر''مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں''کے علاوہ کیا کہا جاسکتا ہے۔اگر اس تھیوری کو مان لیا جائے تو بہتّر میں سے کون فرقہ ناری بچ سکے گا اور جب سب اسی تھیوری میں پناہ لے لیں گے تو حدیث پاک میں مذکور کلھم فی النار کی معنویت کیا رہ جائے گی۔مضمون نگار خیر سے مصباحی ہیں،انہیں چاہیے تھا کہ اس کی اشاعت سے قبل کم ازکم اپنے مادرِ علمی الجامعۃ الاشرفیہ کے ذمہ داران سے مشورہ کر لیتے،ایسے سنگین مسائل میں فرد کا جماعت سے متفرق ہونا یقینا اچھی علامت نہیں۔ہندوستان میں ابھی وہ سیاہ دن نہیں آیا کہ اکابر اہلسنت کے رہتے ہوئے چند جذباتی قسم کے جواں سال افراد اپنی پسند و ناپسند کو جماعت پر تھوپیں۔

اداریہ

جام نور اور عمان اعلامیہ:

عمان کے حوالہ سے جام نور کا رویہ اس لئے ہمارے لئے حیران کن ہے کہ چند سال قبل جب ''فیورک'' کا معاملہ سامنے آیا تو جام نور نے بڑھ چڑھ کر اس فتنہ کے سد باب کے لئے کوششیں کیں اور امت مسلمہ کو اس سے باخبر کرنے کے لئے یہاں تک لکھا'' ''اس تنظیم کے دفعات میں شاید ہی کوئی دفعہ ایسی ہو جو حقیقی اسلام سے متصادم نہ ہو ایسے میں اس تنظیم کا وجود مسلمانان ہند کے لئے خطرے کا الارم ہے'' (قلم کی جسارت ص ۳۶) پھر امت مسلمہ کے عمائدین کے خوابیدہ جذبات کو ابھارتے ہوئے یہاں تک لکھا:

''ہمارے علما دانش وران پیر مغاں اتحاد رواداری سلوک کے ساتھ عقیدے میں بھی سمجھوتہ پر اتر آئے ہیں اور اتحاد مذاہب احترام مذاہب اور رواداری مذاہب کے نام پر عقائد میں پختہ مسلمانوں کو سیکولر بنانے کی تیاریوں میں مصروف ہیں'' (ص ۵۰ قلم کی جسارت)

مگر چند سالوں بعد جب معاملہ ''عمانزم'' کا آیا تو خود ہی ''اتحاد و رواداری سلوک کے ساتھ عقیدے میں بھی سمجھوتہ پر اتر آئے'' قارئین فیورک اور عمانزم کے حوالہ سے پیش کردہ حقائق کی روشنی میں خود ہی فیصلہ کریں کہ فیورک اور عمانزم میں نام کے علاوہ فکری اور نظریاتی اعتبار سے اس کے علاوہ کیا فرق ہے کہ ایک اسلام و ہندوازم کو محبت و مروت اور احترام مذہب کے نام پر ایک کرنا چاہ رہا تھا تو دوسرا بنام اسلام وجود میں آنے والے فرقے کو قیام امن اور مطلوبہ سکون کے نام پر ایک کرنا چاہ رہا ہے۔ دونوں کا تعلق بہر حال ایمان و کفر کی تحلیل سے ہے، مگر ایک کے خلاف اعلان جنگ اور دوسرے کے لئے رواداری، ایک کے خلاف علما و دانش وران اور پیر مغاں کے بیدار نہیں ہونے پر افسوس اور دوسرے کی ''قارئین کے استفادہ'' کے لئے اشاعت، آخر اس دورنگی پالیسی کا راز و جواز کیا ہے؟ اگر فیورک کے ذریعہ ''پختہ مسلمانوں کو سیکولر بنانے کی تیاری'' ہو رہی تھی تو عمانزم کے ذریعہ ''پختہ مسلمان'' بنانے کی تیاری نہیں ہو رہی ہے، پھر ایک سے بیزاری اور دوسرے سے رواداری'' کو کون سا نام دیا جائے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ''صوفی کانفرنس'' کے بطن سے پیدا ہونے والی شورش کو اب عمانزم کے دامن میں پناہ دینے کی کوشش کی جارہی ہے کہ اس کانفرنس میں حقیقی سنی صوفیوں کے ساتھ ایسے نام نہاد افراد بھی اکٹھا ہو گئے تھے جن کے یہاں ''سب صحیح'' کا وظیفہ پڑھا جاتا ہے، ان کے یہاں کافر منافق گمراہ بد دین کسی کو بھی دین سے خارج کرنے کا کوئی راستہ نہیں، ہاں شیعہ، خارجی، معتزلی، دیوبندی، وہابی کو بغیر توبہ و اصلاح کے اسلام میں داخل کر لینے کے ہزاروں راستے ہیں بعد د انفاس الخلائق کا صحیح معنی و مفہوم انہیں بزرگوں کے حصہ میں آیا ہے، ہم بیچارے کتابی لوگوں کو یہ عرفان کہاں حاصل؟ اب عمانزم کے ذریعہ انہیں آپ نے مزید استحکام بخش دیا ہے ملت کی یہ اتنی بڑی خدمت ہے کہ علامہ علیہ الرحمہ کی روح بھی قبر میں شاد کام ہوگی اور ہندوستان میں اب ایسے آزاد منش لوگ آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے جو برسوں سے ایک مضبوط تنظیم، معیاری آرگن اور جواں سال جہادی دستہ کے منتظر تھے آپ نے انہیں تنظیم کے نام ''عمانزم'' آرگن کے نام پہ ''جام نور'' اور دستہ کے نام پہ چند منحرف مصباحی و علیمی ٹولہ دے ہی دیا ہے جو الجامعۃ الاشرفیہ اور دار العلوم علیمیہ جیسے مایہ ناز تعلیمی ادارہ کی عزت و شہرت کو بٹہ لگانے پہ تلے ہیں۔

یاد رہے کہ حق کے نام پر اپنے اسلاف کے فکر و خیال سے وابستہ رہنے والے افراد اس مداہنت کے خلاف ہمیشہ سینہ سپر رہیں گے تا کہ ہندوستان میں حضرت خواجہ غریب نواز کے لائے ہوئے دین، حضرت مجدد الف ثانی اور امام اہل سنت امام احمد رضا کی مجاہدانہ قربانیوں کے سبب بدعقیدگی سے محفوظ مسلمانوں کو عمانزم کی ہوا بھی نہ لگے اور انہیں کبھی یہ کہنے کی نوبت نہیں آئے

میر کے دین و مذہب کو کیا پوچھتے ہو کہ ان نے تو
قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

□□□

اظہار خیالات

یعنی قارئین الرضا کے تاثرات، جذبات اور محسوسات کا بے غبار آئینہ

کاش! الرضا چند سالوں قبل وجود میں آیا ہوتا

مفتی شیر محمد خان برکاتی مصباحی
مدرس دار العلوم وارثیہ، گومتی نگر لکھنؤ

مفکر اسلام فخر المحررین حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی محمد امجد رضا امجد صاحب قبلہ دام ظلکم العالی۔۔۔۔۔سلام مسنون!

آپ کی ادارت میں شائع ہونے والا دوماہی ''الرضا'' دومرتبہ بالاستیعاب پڑنے کا شرف حاصل ہوا۔ دِل سے یہ آواز نکلی کہ یقیناً یہ مؤقر رسالہ حلقہ اہلسنت میں نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔ کاش چند سالوں قبل اس کا وجود عمل میں آیا ہوتا تو بہت ممکن ہے کہ اپنے ہی گھر میں بے راہ روی کے اتنے دروازے نہ کھلتے مگر دیر آید درست آید کے بموجب آپکا رسالہ اپنی پالیسیوں پر پورے طور پر گامزن ہے۔ گذشتہ چند سالوں سے کچھ روشن خیالوں کی زبان وقلم نے شتر بے مہار کی طرح ایسے راستے اختیار کیے جو اکابرین اہلسنت کی روش سے متصادم اور انکے اقوال واعمال سے متضاد تھے بلکہ ان کی آزادیٔ فکر اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ امتیازات اہلسنت ہی معرض خطر میں آگئے تھے، ایسے پر آشوب وقت میں ضرورت تھی کسی ایسی تحریک وعمل کی جو بے سمت بہنے والے نالوں پر بند باندھ سکے اور انہیں گھر واپسی کی دعوت دے سکے، ایسے وقت میں پیاسی نگاہوں کے لیے ابر باراں بن کر الرضا معرض وجود میں آگیا اور بڑی حکمت عملی کے ساتھ اپنے مشن میں جاری ہے۔ ہر آنے والا رسالہ ماقبل کی بہ نسبت افادیت کی خوشبو سے زیادہ معطر نظر آرہا ہے۔ مضامین انتہائی وقیع ہوتے ہیں، انداز تحقیقی اور مثبت ہوتا ہے جبکہ تمام تحریریں اپنے محور پر گردش کررہی ہوتی ہیں، نئے نئے کالم کا آغاز رسالے کی افادیت میں اضافہ کررہا ہے۔ بالخصوص اداریہ کا بنظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد مدیر موصوف کی ہمہ گیر صلاحیت، رسوخ علم، وسعت مطالعہ، کہنہ مشقی، مخلصانہ جذبات واحساسات، تبحر رضویات جیسے عمدہ اوصاف کا پتہ چلتا ہے۔ میں مدیر موصوف کی ہمت مردانہ کو داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ انہوں نے انتہائی جرأت و بسالت کے ساتھ مدلل انداز میں بے راہ رو افراد کا ایسا تعاقب کیا ہے کہ انہیں رجوع یا موت کے گھاٹ اترنے کے علاوہ چارۂ کار نہ رہا۔

اخیر میں ''الرضا'' کی مجلس ادارت اور مجلس مشاورت کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آپ سب حضرات کی محنت شاقہ اور جہد مسلسل سے نکلنے والا رسالہ ایمان وعقیدہ، علم وعمل، ادب ومعرفت کے ساتھ فروغ رضویات میں مینارۂ نور ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ کریم اِسے حاسدین کے حسد اور ظالمین کے شرور فِتن سے محفوظ فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین!

اداریہ صوفی کانفرنس کے حوالہ سے چشم کشا ہے

حضرت مولانا عبد الصمد رضوی
دارُ العلوم فیضان مفتی اعظم پھول گلی ممبئی

مکرمی ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجدؔ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پٹنہ عظیم آباد کی مردم خیز جگہ اور داعی ''مسلک اعلیٰ حضرت'' حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی آماجگاہ فکر رضا ومسلک رضا سے آپ، بشمول احباب نے خدمت دین وسنیت کا ایک عظیم بیڑا اٹھایا ہے اور الحمد للہ خیال وگمان سے کہیں زیادہ کامیابی قدم چوم رہی ہے اور حاسدین ومخالفین کے صف میں ناکامی اور نامرادی کی کا سوگ چھایا ہوا ہے۔

اس دور پر فتن کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اہل اسلام کا لبادہ اوڑھ کر خفیہ طور پر کچھ افراد حقیقت اسلام سے روگردانی بلکہ بیخ کنی کررہے ہیں اور اپنی سازش میں کامیابی کے لیے طرح طرح کے حیلے، بہتان وافترا بازی اور جھوٹے پروپگنڈے پھیلا رہے ہیں۔ نئی نئی جماعتیں جنم لے رہی ہیں، گمراہیت کو حقانیت ثابت کرنے کے لیے عجیب وغریب ہتھکنڈے استعمال کئے جاتے ہیں۔ عیار ومکار فکر وقلم سے تاریخ گڑھی جارہی ہے حقائق مسخ کئے جارہے ہیں اور اس کے لیے پوری جدوجہد کی جارہی ہے۔

ایسے گھنگھور گھٹا میں ''دوماہی الرضا'' کے ذریعے جو پیش رفت آپ نے کی ہے وہ یقیناً لائق تحسین وتبریک ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ دین وسنیت کی حفاظت وصیانت میں اٹھا ہوا یہ قدم تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کرچکا ہے مقدس رشتوں کی آڑ میں آکر علمی اور اعتقادی خیانت کرنے والے، اشاعتی بددینی پھیلانے والے بے نقاب ہورہے ہیں بلکہ ہوچکے ہیں عوام اہل سنت ایسے فریبی سے نفرت اور دوری اختیار کررہے ہیں۔

دوماہی الرضا کا حالیہ اداریہ ''اے تصوف ترے انجام پہ رونا آیا'' بہت خوب ہے۔ صوفی کانفرنس کے حوالہ سے ایسی چشم کشا تحریر پہلی بار پڑھنے کو ملی، آپ نے مختلف جہات سے اسکا بھر پور جائزہ لیا ہے۔ ان شاء اللہ آپ کے

حقائق ومعارف کشا اداریہ سے مشکوک ذہنوں میں انقلاب آئے گا علماء حق کی خدمات سے فکرومزاج میں تبدیلی آئے گی باطل مزعومات سرنگوں ہونگے۔

خدا کرے آپ اپنے احباب کے ساتھ فتنوں کی سرکوبی اور امت مسلمہ کے درمیان اتحاد کی راہ ہموار کرنے میں کامیاب ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو لوگوں کی نظر بد سے بچائے اور اسی سے شکوک وشبہات کے مریضوں کو شفا دے، قبول خاص وعام کردے۔

رخصت ورعایت دائرہ شریعت سے متجاوز نہیں

حکیم سید شاہ مظفر الدین بلخی فردوسی
زیب سجادہ خانقاہ بلخیہ فردوسیہ، فتوحہ

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دو ماہی ''الرضا'' انٹرنیشنل کا تیسرا شمارہ بھی نظر نواز ہوا۔ بہت ہی دیدہ زیب اور معلومات افزا معنوی اور صوری لحاظ سے پچھلے دو شمارے ہی اپنے معیار کمال کے لیے کچھ کم نہ تھے کہ تیسرا شمارہ اور دلکشی لیے منظر عام پر آیا۔ یہ مزید جن خوبیوں کا حامل ہے، اس نے مجھے اپنے تاثرات قلم بند کرنے پر مجبور کردیا ہے۔ اس شمارہ کی صورت سازی میں اضافہ ہوا ہے تو مواد ومتن میں بھی زائد پیش رفت۔ اس میں جو علمی، ادبی، فکری اور صحافتی پیش کش سامنے آئی ہے وہ انتہائی تحسین آفریں ہے اور وہ آپ کی کاوشوں اور بالغ نظری کو مبارک باد دیتی ہے۔

بہار میں معیاری علمی وادبی رسالوں کی روایت تو رہی ہے لیکن وہ اپنی مدت کے چند ایام دیکھ کر ہی یاد رفتہ بن جاتے یا معیار کو زمانہ کے پیشہ وارانہ تقاضوں کی نذر کردیتے ہیں۔ کیونکہ معیاری علم وادب سنجیدہ ذوق کا متقاضی ہے۔ یہی سنجیدگی وقت کے تقاضوں پر اکثر قربان ہوجاتی ہے۔ لیکن ''الرضا'' انٹرنیشنل کو دیکھنے کے بعد پیش آئندہ دنوں کی ایک الگ تصویر ابھرتی ہے۔ یہ رسالہ اگر اساسی عقائد اور بنیادی افکار ونظریات پر مبنی ہے تو وقت کی خواہشات کا ترجمان بھی۔ شاید اس میں آپ کے وہ طویل ادبی، صحافتی تجربات شامل ہیں جن کا مطالعہ آپ نے نہایت قریب ہوکر کیا ہے۔ رسائل کی زندگی میں آپ کے مشاہدے گہرے اور ہمہ گیر ہیں۔

جناب امجد رضا صاحب! میں نے اس شمارے کے تمام مشمولات کا بھی بہ نظر غائر مطالعہ کیا۔ تمام مضامین قابل قدر پسندیدہ اور معیاری ہیں جو خصوصی ذوق کے قارئین کے ساتھ عام دلچسپی کو بھی تسکین دیتے ہیں۔ مزید اکثر مضامین سے ایک ایسے تصور کو تحریک ملتی ہے کہ عقائد سے کسی طرح کے سمجھوتہ کی گنجائش نہیں، خواہ اس دائرہ احتساب میں کسی کی بھی شخصیت مجروح کیوں نہ ہو ع

وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد

شریعت میں رخصت، رعایت اور سہولت ضرور ہے، لیکن یہ اپنے متعین دائرہ سے متجاوز نہیں ہوسکتی۔ اس کا برملا اظہار آپ نے اپنے اداریہ میں بھی کیا ہے جس میں حق گوئی کے ساتھ وہ حکیمانہ پیرایہ بھی ہے، جسے قرآن وسنت نے مستحسن کہا ہے حجت ودلیل بھی ہے اور سوز قلب وجگر بھی۔

اس اداریہ کا بنیادی اور محوری تصور یہ ہے کہ اللہ کا دین اور رسول کریم ﷺ کی شریعت ہی ہر جگہ، ہر گوشۂ زندگی اور ہر حلقۂ فکر ونظر میں اپنی پوری شکل وصورت اور خدوخال کے ساتھ نظر آئے، اسی لیے تصوف کے وہ باطنی، روحانی اور اخلاقی اقدار بھی اسی کیف وحال میں نظر آئیں جو کبھی صحابہ، اولیا، صادقین وصالحین کے شان امتیاز تھے۔ آج ستم زمانہ سے وہ تصویر پھر گرد آلود ہے۔ ایسا ہی وقت کا ایک نازک موڑ وہ بھی تھا جب روح تصوف بے چین تھی۔ باطن کے نام پر نہ جانے کتنے جا و بیجا وہ افکار ورجحانات اس میں سرایت کردیئے گئے تھے جس سے دل نامانوس تھا اور تصوف کو مغائرت تھی۔ اسی کے ساتھ ظاہر پرستوں نے بھی تصوف کی باطنی روح کو اندر ہی اندر گھٹ جانے پر مجبور کردیا تھا بلکہ شریعت ہی کے نام پر اسے فرسودہ اور بے معنی قرار دیا جارہا تھا۔ اہل تصوف خود عدم دفاع کے اپنے روایتی تصور کی وجہ سے اس کے دفاع میں عاجز تھے۔ اس نازک موڑ پر ایک عاشق رسول عامل شریعت ذات جسے دنیا ایک صوفی نہیں بلکہ عالم سے جانتی ہے۔ امام احمد رضا کی شکل میں سامنے آئی اور اس نے اس کا دفاع کیا۔ ان کے تبحر علم نے تصوف کو دین وشریعت کی سند دی۔ آج تصوف کی تجدید، احیاء اور اس کی زندگی کا ایک حصہ اسی ذات کی مرہون منت ہے۔ امام احمد رضا نے صرف فکری تصوف ہی کا دفاع نہیں کیا بلکہ تصوف کی ان جائز روایات کو بھی بڑھ کر قبول کرلیا جو رسمی ورواجی ہیں۔ اطمینان کے لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ کے اداریہ کا وہ حصہ پیش قارئین کردوں جس سے امام احمد رضا کی ذات حقیقت وجحت کے ساتھ واضح ہوتی ہے، جس میں ایک طرف شریعت محمدی کی اتباع کا بھرپور نمونہ ہے تو دوسری طرف آپ کے ذریعہ برتے گئے تصوف کے مراسم بھی۔

''ہاں یہ وہی احمد رضا ہیں جو کہیں کی دعوت قبول کرنے سے پہلے ریلوے چاٹ منگوا کر نماز کا ٹائم ٹیبل دیکھتے، نماز قضا ہونے کا خوف نہ ہوتا تو دعوت قبول کرتے ورنہ نہیں جنہوں نے جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے ایک لاکھ سے زیادہ رقم خرچ کی۔ جنہوں نے ضعیف العمری میں بیماری اور کمزوری کے باوجود دوسروں کے سہارے مسجد جاکر جماعت سے نمازیں پڑھیں اور اپنے شہر میں روزہ کی سکت نہ پاکر دوسرے شہر جاکر رمضان کا روزہ رکھا مگر روزہ قضا نہ ہونے دیا۔ جو زندگی بھر ناموس رسالت کی پہرہ

داری اور محبت رسول کی آبیاری کرتا رہا۔ جس نے سادات کی عظمت وحرمت سے دنیا کو آشنا کیا، خود تعظیم کی اور دوسروں کو اس کی تعلیم دی۔ جس نے مزارات پر حاضری، اعراس کی مشروعیت اور خانقاہوں کے تحفظ کے لیے قلمی معرکہ آرائی کی۔ جس نے سیدنا غوث اعظم کی عربیت پر اعتراض کرنے والے کے خلاف رسالہ لکھا۔ حضرت مخدوم جہاں کی عظمت ناپنے والے کے خلاف کتاب لکھی جس نے میر عبد الواحد بلگرامی کی آبرو پر انگلی رکھنے والے کے خلاف فتویٰ صادر فرمایا۔ اور جس نے اجمیر کے ساتھ شریف لکھنے میں کوتاہی برتنے والے کے خلاف حکم شرع نافذ فرمایا۔ ایسا مرد قلندر آپ کے یہاں قابل قبول نہیں ہے تو پھر بتایا جائے کہ بغض، حسد، کینہ اور نفرت کس بلا کا نام ہے اور جس دل میں یہی چیزیں پنجہ زد ہوں وہاں تصوف کے لیے جگہ کہاں نکل سکتی ہے؟''

میں اس عبارت کا اول نصف بھی بہ نظر قارئین کرتا لیکن طوالت مانع ہے قارئین اس پر دوبارہ نظر ڈالیں اور سوچیں کہ تصوف کا وہ سرچشمہ جس سے آج دنیا سیراب ہورہی ہے تصوف کے وہ سرخیل اور امام تصوف جسے دنیا صحابہ کہتی ہے طریقت کے مستی احوال میں کہاں گم ہوگئے ع

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی

آپ کا یہ اداریہ اسی تصوف کی پاسداری اور تحفظ ہے اسے اسی انداز پر سمجھنے کی بجائے کسی دوسرے زاویہ نگاہ سے دیکھنا ایک سچائی سے انحراف ہے۔ اس سے تصوف پر کسی طرح کے اعتراض کی گنجائش نہیں بنتی، طبیعت پر راست اترنے والی یہ تحریر بدگمانی کے ادنیٰ شائبہ سے بھی خالی ہے۔ اگر اس طرح کے امکانات بنتے ہیں تو سچائی کا راستہ پسند اور ناپسند سے بے پرواہ ہے۔

آپ نے ایک عظیم علمی وفکری کام کا جوکھم اٹھایا ہی نہیں بلکہ اس وادیٔ پر خطر میں عرصہ سے پابہ سفر ہیں۔ جس میں آپ کے تجربات ہیں۔ پروقار علمی تحریر ہے، اس کا سنجیدہ پیرایہ اظہار اور وقت کی رعایت کا شعور بھی۔ یہ سبھی کچھ خوش آئند دنوں کے نقش راہ ہیں۔ میری بھی نیک تمنائیں اور دلی دعائیں آپ کے اور آپ کے زیر ادارت شائع ہونے والے اس رسالہ کے ساتھ ہیں۔

نشانہ باز ہی خود آ گیا نشانے پر

مولانا عبد الرزاق پیکر رضوی
الجامعۃ الرضویہ پٹنہ

شمارہ مئی وجون 2016ء کا ''الرضا'' انٹرنیشنل اپنے تمام تر حسن وآرائش اور خاص سلیقے کے ساتھ باصرہ نواز ہوا۔ اس کے نوع بہ نوع مضامین کے بہترین انتخاب نے بھی دل ونظر کو روشنی بخشی لیکن حالیہ مذہبی فتنوں کے تناظر میں آپ کا اداریہ اس شمارے کی جان ہے۔ اگرچہ اداریہ کے عنوان میں تلخی کا زہر شامل ہوگیا ہے اس کے باوجود سطر سطر سے مذہبی درد واخلاص کا رس بھی ٹپک رہا ہے اسے موافقین ہی کیا، مخالفین بھی سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کریں تو دینی غیرت وحمیت کے اچھال کھانے میں دیر نہیں لگے گی اور وہ یقینی طور پر صوفی کانفرنس میں گفتار وکردار کی دورنگی دیکھ کر حیرت محسوس کریں گے۔

آپ کی تحریروں کی خاص خوبی یہ ہے کہ اختلافی مسائل کی توضیح وترسیل میں بڑی حد تک نوک قلم آلودگی سے مبرا رہتی ہے اور داعیانہ جذبوں کی آمیزش ہوتی ہے بلاشبہ انہی خوبیوں کی باعث آپ کی تحریروں کے قدردانوں کا حلقہ دن بدن وسیع سے وسیع تر ہورہا ہے خدا آپ کو نظر بد سے محفوظ رکھے۔

یہ بات ہر اہل قلم کو محسوس کرنی چاہیے کہ مذہبی صحافت کی اصل روح دعوت ہے یہ جدا ہوئی تو صحافت فتنہ انگیزی کا ذریعہ بن کر رہ جاتی ہے۔ دراصل میں اختلافی مسائل کی توضیح میں ان تحریروں سے متفق نہیں ہوں جو حالیہ دنوں میں بڑی تیزی کے ساتھ ہماری جماعت میں فروغ پارہی ہے۔ اہل علم کی نظروں میں ان کی حیثیت خس وخاشاک سے زیادہ نہیں ہے۔ بات اپنوں سے ہو یا غیروں سے بہر حال دلائل اور پختہ افکار کے ساتھ متانت وسنجیدگی اور اخلاص وبردباری کا وقار بحال رکھنا چاہیے محض دل کی جلن نکالنے یا پھپھولے پھوڑنے سے گناہوں میں ضد اور اصرار کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا شاید اسی رویئے سے ہمارے یہاں ضد کی روایت ترقی پذیر ہوتی جارہی ہے، خدا کا شکر ہے کہ آپ کی عام تحریریں ان نقائص سے پاک صاف رہتی ہیں جو آپ کی علمی اور دینی ذمہ داریوں کا احساس دلاتی ہیں۔

صوفی کانفرنس اب ماضی کا حصہ بن چکی ہے۔ ارباب فکر ودانش اس کے نفع ونقصان کو میزان خرد پر تول رہے ہیں اور مزید یہ سلسلہ مستقبل میں بھی چلتا رہے گا لیکن طوفان کے گذر جانے کے بعد اچانک پردۂ سیمیں سے بنیادی چہرے روپوش ہوگئے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ انہیں شاید اپنی ناکامیوں کا احساس ہوگیا ہے یہ چند لوگ اپنے خاص ہدف کے ساتھ صحرا میں شکار کرنے چلے تھے لیکن خود اپنے ہی تیر سے زخمی ہوگئے یہ تو وہی بات ہوگئی جس کو میں نے شعر میں کہا ہے۔

یہ حادثہ بھی ہوا ہے شکار کرتے ہوئے
نشانہ باز ہی خود آ گیا نشانے پر

صوفی کانفرنس میں شریک ہونے والے تمام صوفیہ ومشائخ کو نشانۂ تنقید بنانا ناانصافی ہے جس کی وکالت خود آپ نے بھی کی ہے بلاشبہ ان میں بیشتر بزرگوں نے اخلاص نیت کے ساتھ کانفرنس کو زینت بخشی تھی ان کے

دل صاف تھے اور فکر ونظر بھی پاکیزہ تھی البتہ وہ درون خانہ کے داؤ پیچ سے ناواقف تھے، ہم سب کو ان کی سادہ مزاجی اور بے تکلفی کا احترام کرنا چاہیے البتہ ان میں چند چہرے جو نمایاں رول ادا کر رہے تھے ان کا عمل قابل افسوس تھا۔ کانفرنس سے واپسی کے بعد ان کے چہرے سے غازے اتر گئے اور وہ اخباروں کو ایسے اوٹ پٹانگ بیانات دینے لگے جن سے خود بخود سب کی نظروں میں نمایاں ہوگیا کہ یہ صوفیوں کی جماعت نہیں ہے بلکہ اہل ہوا وہوس کی ٹولی ہے وہ خود نہیں بول رہے ہیں بلکہ ان کے اندر کا بت بول رہا ہے۔ سنا تھا کہ راہ تصوف وسلوک میں سب سے بڑا اور اہم کام نفس کا قلع قمع کرنا ہے لیکن یہ چند لوگ صوفیہ کے لباس میں نفس کو اکھاڑ پھینکنے کے بجائے نفس کو ابھارنے میں مصروف ہوگئے۔ انہیں ''تالیوں کی گڑگڑاہٹ'' اور ''بھارت ماتا کی جئے'' کے نعروں نے اتنا مدہوش وسرشار کر رکھا تھا کہ یہ اپنے منصب عالی کو بھی فراموش کر گئے اور مسلم سماج میں پھیل کر فن تیر افگنی کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ یہ کیا کہا کہ انہوں نے زندگی بھر رد کے سوا کچھ نہیں کیا؟ ذرا یہ کہنے سے پہلے اس قسم کے لوگوں کو مذہبی تاریخ کا جائزہ بھی لینا چاہیے تھا آج خانقاہوں میں جو رونق باقی ہے اور مذہبی رسومات و معمولات کی فصل بہاراں خیمہ زن ہے کیا اس میں مجدد اسلام سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کا سرخ لہو شامل نہیں ہے؟ آج ان کے خلاف منافرت کی منڈی سجانے والے بعض خانقاہوں کے یہ تنگ ذہن افراد اپنے گردوپیش کا مخلصانہ جائزہ لیں تو اس مظلوم مجاہد کی کوششوں کے واضح نشانات ملیں گے۔ رہا خانقاہ رضویہ میں تنازعات کی بات تو آپ نے بھی یہ خوب کہی کہ یہ لوگ خود گھریلو تنازعات کے آغوش میں پرورش پا رہے ہیں ان کو پہلے اپنے گھر کے اندر جھانکنا تھا تب سڑکوں پہ آکر زبان کھولنا تھا۔

میرا ماننا ہے کہ صوفی کانفرنس کے انعقاد سے پہلے اہل سنت وجماعت کے درمیان اتحاد کی فضا ہموار کی جاتی، خانقاہوں اور درسگاہوں کے ساتھ اہم علمی شخصیتوں کا اعتبار حاصل کیا جاتا تو یقیناً اس کے دوررس نتائج برآمد ہوتے مگر ایسا نہیں ہوا اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ منتظمین میں اخلاص کا فقدان اور نیت میں فساد تھا اس لیے پانسا الٹا پڑا اور شیخ شامی کی حقانیت نے اس کی رہی سہی کسر بھی نکال کر رکھ دی، یہ سب کے جائے عبرت ہے۔ حد تو یہ ہے کہ خود موجودہ خانقاہی شخصیات کی صفوں میں اتحاد کامل نہیں ہے جس کی جانب خود آپ نے بھی اشارہ کیا ہے ایسے حالات میں مذکورہ کانفرنس ایک مضحکہ خیز عمل سے کچھ زیادہ نہیں تھی۔ بہرحال ہمیں حق وہدایت کا چراغ فروزاں کرنا چاہیے تا کہ راہ حیات کے مسافروں کو روشنی نصیب ہو سکے۔

اپنا تو کام یہ ہے جلاتے رہو چراغ
رستے میں کوئی دوست یا دشمن کا گھر ملے

مجموعی مطالعے سے اس شمارے کے مختلف محاسن سامنے آئے جو آپ کی صحافتی چابک دستیوں کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ اس کے تمام مشمولات اداریہ سے مربوط ہیں۔ از اول تا آخر ہر تحریر اپنی جڑ سے جڑی ہوئی ہے میری جانب سے شمارے کے ہر اہل قلم کو مبارک باد ہے اور میں آپ اور ''الرضا'' کے لیے درازی عمر کی دعا کرتا ہوں۔

دو ماہی الرضا نے ہر طرف دھوم مچا دی ہے

مولانا محمد منیر رضا قادری
نگراں مرکزی مجلس رضا لاہور، پاکستان

اک طرف اعداء دیں ایک طرف ہیں حاسدیں
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود

اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمع رسالت الشاہ امام احمد رضا خان قادری برکاتی علیہ الرحمہ کی تعلیمات، افکار اور آپ کی ہمہ جہت شخصیت پر علمی وتحقیقی مضامین کے ساتھ نہایت دلکش ومنفرد انداز میں جلوہ گر ہونے والے دو ماہی ''الرضا'' پٹنہ نے ہر جانب دھوم مچا رکھی ہے۔ دنیا بھر میں مسلک اعلیٰ حضرت سے وابستہ ہر سنی مسلمان اسے اپنی دل ونگاہ میں جگہ دیتا ہے، علم دوست اپنی علمی پیاس جام ''الرضا'' سے بجھا رہے ہیں اور اعداء اپنے حسد میں جلے جا رہے ہیں ''الرضا'' خامۂ رضا کا مظہر ہے۔

دل اعداء کو رضا تیز نمک کی دھن ہے
اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا

مرکزی مجلس رضا لاہور پاکستان کے اراکین دو ماہی ''الرضا'' پٹنہ کے تمام اراکین کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ تمام کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ صدقہ محبوب کریم سید عالم ﷺ دین ودنیا کی عزتوں، دولتوں، عظمتوں بلندیوں سے ہمکنار فرمائے۔ اسی لگن، شوق اور جذبہ سے مسلک اعلیٰ حضرت اور مذہب حق اہلسنت وجماعت کی ترویج واشاعت میں مصروف رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین، والہ وصحبہ اجمعین

صلح کلیوں کے لئے حق کا آئینہ

مولانا محمد شاہد رضا شمسی بریلوی غفرلہ
ناظم تعلیمات دار العلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف

الحمد للہ! ''دو ماہی الرضا'' کے تین شمارے اب تک شائع ہو چکے ہیں ''حضرت مولانا ڈاکٹر امجد رضا امجد مدظلہ'' کی ادارت میں شائع ہونے والا یہ رسالہ یقینا مسلک اعلی حضرت وجمہور علمائے اہل سنت (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے افکار ونظریات کا ترجمان ہے۔ جہاں رسائل وجرائد اور اخبارات کے ذریعہ سے برائیوں، بے حیائیوں اور باطل افکار ونظریات کو عام کرنا آج کے اس فتنوں بھرے دور میں بہت آسان ہے وہیں حق کو حق کہنا اور باطل کو باطل بتا کر اس کا ردو تعاقب کرنا کتنا مشکل کام ہے اس کا اندازہ صرف

انہیں حضرات کو ہوسکتا ہے جو اس سنگلاخ وادی کے مسافر ہوں۔

رسالہ ''الرضا'' کی شاہین صفت ٹیم اور اس کے مدیر صد ہا مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے ایسے ماحول میں بھی رسائل کی دنیا میں ایک نئی تاریخ رقم کی ہے افہام و تفہیم کے راستے وا کئے اور رسالے کو ایسا بلند مقام عطا کیا کہ وہ اپنوں کے لئے امید کی کرن، باطل فرقوں اور صلح کلیوں کے لئے رضا کے نیزے کی مار ہے اور ان لوگوں کے لیے درسِ عبرت ہے جو اسلاف شناسی کے نام پر اسلاف کی گراں قدر تحقیقات کو مشکوک بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رسالہ کو مزید بلندیاں اور اس کے اراکین و معاونین کو بہتر جزا عطا فرمائے۔

رہبری کا سلیقہ دینے والا رسالہ

مفتی شمیم القادری: مدرسہ دینیہ غوثیہ مظفر پور

گرامی قدر حضرت مولانا مفتی امجد رضا زید مجدہٗ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

دوماہی رسالہ ''الرضا'' کا پہلا، دوسرا اور تیسرا شمارہ نظر نواز ہوا۔ تینوں شمارے کے مشمولات نہ صرف عمدہ سے عمدہ ہیں بلکہ اس کے حسن ترتیب اور حسن تفہیم نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ بلا شبہ ''الرضا'' حق پسند دلوں پر نور وسرور کی ایک ایسی کہکشاں بکھیر رہا ہے جو رہرو کو رہبر کا حوصلہ بخش رہا ہے۔ اس کی خوبی اور زیبائی پر حرف گیری خمیر بیداری سے محروم ہونے کی علامت ہوگی پچھلے شمارہ میں مولانا ملک الظفر سے گفتگو، اور حالیہ مئی، جون کے شمارے میں جانشین قائد اہلسنت حضرت علامہ ڈاکٹر غلام زرقانی کا مضمون ''ڈاکٹر طاہر القادری کا فلسفۂ اتحاد'' اور ڈاکٹر ریاض الدین بدایونی پاکستان کا اظہار خیالات کے کالم میں ''وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد'' نہ صرف پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے بلکہ ایمان وعقیدے کے لٹیروں کی گردن ناپنے والا ہے۔

رسالہ کے نام کا انتخاب بھی خوب ہے اور اس سے مجدد دین وملت، امام اہلسنت، سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے والہانہ عقیدت ومحبت کا اظہار بھی ہوتا ہے آپ جماعت اہلسنت کے فروغ کا بے پناہ جذبہ رکھتے ہیں اس سلسلہ میں آپ سے بہت ساری امیدیں وابستہ ہیں مولیٰ تعالیٰ آپ کے اس جذبۂ محبت کو سلامت رکھے اور آپ کے قلم کی جسارت میں اور بھی توانائی عطا فرمائے نیز الرضا، کو نظر بد سے تا قیامت محفوظ رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر میں علامہ ارشد القادری کا عکس

مولانا کونین رضا مصباحی: افریقہ

مکرمی ایڈیٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں روز اول ہی سے اس رسالے کا باقاعدہ قاری ہوں، آپ کے تحریروں میں اعتدال وتوازن ہے یہ تحریر کی بڑی خوبی ہے میں یہ سمجھتا ہوں آپ کی تحریریں مسلک اہلسنت والجماعت کے پیچ مچے خلفشار میں ایک متوازن اور معتدل ماحول کی تشکیل میں اہم کردار ادا کریں گی۔

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ آپ اہل سنت والجماعت کے ان قلم کاروں میں سے ایک ہیں، جنہیں اللہ نے قوم کی نبض شناسی کا بہترین ہنر دیا ہے، آپ ایسے وقت میں فکر وقلم کا سرمایہ لے کر میدان عمل میں آئے ہیں جب کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تعلیمات اور ان کے افکار اسلامی پر بالواسطہ یا بلا واسطہ تنقید کو راہ دی جانے لگی ہے۔

ایسے ماحول میں جس رسالہ کی ضرورت تھی اسی ضرورت کا نام ''الرضا'' ہے۔ دوماہی ''الرضا'' اپنی فکری بالیدگی، معیاری مضامین اور سنجیدہ شستہ لب ولہجہ کے سبب مذہب وادب ہر دو حلقہ میں اپنی اہمیت کا احساس دلا چکا ہے، اس رسالہ کی تحریروں میں نمایاں چیز اس کا اعتدال اور دعوتی انداز ہے۔

اداریہ کسی بھی رسالہ کی جان ہوتا ہے مجھے اس کے تینوں اداریہ سے اندازہ ہوا کہ اس کے اعتدال میں مدیر کے متوازن فکر کا پہلو کارفرما ہے، حالیہ شمارہ کا اداریہ ''اے تصوف تیرے انجام پر رونا آیا'' اور اس سے قبل ''تحریک ندوہ سے تحریک جام نور تک'' زبردست اداریہ رہا، جو مضامین کے استقبالیہ کے طور پر دیگر مضامین کو ذوق وشوق سے پڑھنے کی دعوت دیتا ہے۔

واضح رہے کہ آپ کی تحریر کا ایک خوبصورت پہلو جو ہر تحریر میں نظر آتا ہے یہ کہ آپ جارحانہ تیور کے بجائے ہمیشہ مصلحانہ اسلوب سے کام لیتے ہیں۔ ''الرضا'' کے جتنے بھی اداریے پڑھنے کا اتفاق ہوا سب میں تنقید کے باوجود یہی واضح طور پر نظر آیا کہ آپ نے ذاتی مفاد کے لیے کسی قلم کار یا ادارہ کو اپنی تحریر کا موضوع نہیں بنایا بلکہ قوم وملت کے جذبے سے سرشار ہوکر اور اصلاح کی نیت سے کیا ہے، جناب مولانا خوشتر نورانی کی تحریر اور ان کے متضاد افکار کا جس انداز میں آپ نے جائزہ لیا ہے اور انہیں حقیقت کا آئینہ دکھایا ہے وہ بے حد متاثر کرنے والا انداز ہے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ آپ کی ان تحریروں میں رئیس القلم علامہ ارشد القادری کی تحریر کا عکس خوب جھلکتا ہے۔ یہی وجہ ہے جس طرح علامہ ارشد القادری کی تحریر کو اغیار بھی پڑھ کر اعترافِ حقیقت پر مجبور ہوجاتے تھے آپ کی تحریر بھی اغیار کو مطالعہ پہ مجبور کرتی ہے۔ گزشتہ شمارہ میں آپ نے مولانا خوشتر نورانی کو جس انداز میں گھر واپسی کی دعوت دی ہے وہ ایک ذمہ دار عالم کی شان کو دوبالا کرتی ہے۔

نام نہاد صوفی کانفرنس کا اصلی چہرہ بے نقاب کرنے میں رسالہ ''الرضا'' نے اہم کردار ادا کیا ہے جس طرح پیر ثاقب شامی صاحب سے نے رام لیلا میدان میں بے باکی کے ساتھ خطاب فرما کر صوفی کا لبادہ اوڑھے ہوئے متعصبین اعلیٰ حضرت کو بے نقاب کیا۔ اخیر میں کہوں گا کہ آپ نے ایک نئی طرح ڈالی ہے، خدا کرے رفتہ رفتہ یہ تجربہ ایسے نہج پر

ڈھل جائے کہ مثبت سوچ اور مفید تبدیلی کو راہ ملے، آپ کو ماشاء اللہ رفقاء قلم بھی اچھے میسر آ گئے ہیں، شاید کہ یہ خلوص نیت کی ہی برکت ہے۔

سلگتے ہوئے مسائل پر سیر حاصل بحث!!

مولانا راہی ضیائی
دار العلوم ضیاء الحبیب، پرولیا، مغربی بنگال

مئی جون ۲۰۱۶ء کا خصوصی شمارہ صوری ومعنوی خوبی سے سجا دھجا ہمدست ہوا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس خصوصی شمارے نے کئی سلگتے ہوئے مسائل پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ جب کہ آپ کے اداریے سے جو ضرب پڑی ہے کافی دنوں تک اس کی ٹیس اہل ہوا و ہوس محسوس کریں گے۔ خدا کرے تمام مشارٌ الیہ حضرات کو سنبھلنے اور راہ راست پر آنے کی توفیق ملے، ورنہ اخذتہ العزت بالاثم کی بلا بقول مخدوم سعدی شیرازی انہیں ''از بستر زمش برخا گستر گرم نشاند'' کی کیفیتوں سے گزرنا پڑے گا۔

رہ گئی بات پروفیسر طاہر القادری کی تو مجھے ۱۹۷۸ء کے جھریا مناظرے کا ایک واقعہ یاد آ گیا جس میں دیوبندی مناظر مولوی طاہر گیاوی نے سنی مناظر کی گرفت سے گھبرا کر مسجد کو بھی اپنے پیشاب سے ناپاک کر دیا تھا، اسے علامہ محمد ضیاء الحسن سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شعر نے زندہ رکھا ہے۔

جس نے مسجد کو کردیا ناپاک
العجب نام اس کا طاہر ہے

توجس طرح طاہر گیاوی نے اپنے نام کے اعتبار سے صنعت تضاد کی بدبو پھیلائی تھی آج طاہر القادری بھی اس کے دوش بدوش اسی صنعت تضاد کو عام کر رہے ہیں۔ خدائے پاک ان فتنوں کا سد باب فرمائے آمین!

دیگر مشمولات میں ''فضیلت شب برأت مخالفین سے ثبوت''، علامہ سید وجاہت رسول قادری مدظلہ کا انٹرویو، امام احمد رضا اور محبت اہل بیت اور انٹرنیٹ پر افکار رضا کے دریچے خوب سے خوب تر ہیں۔

رسالہ میں املا کی خامیاں در آئی ہیں، جس کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ دُعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ''الرضا'' کے عشاق پیدا کرے اور اُسے دن دونے رات چوگنے مستقل خریدار قاری نصیب فرمائے، آمین!

محمد بن اسحٰق کے مسئلہ میں اپنی تحقیق سے رجوع

ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی پاکستان

مدیر الرضا انٹرنیشنل پٹنہ   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الرضا انٹرنیشنل کے پہلے شمارہ میں میرا ایک مضمون محمد بن اسحاق بن یسار کے حوالہ سے شائع ہوا اور پھر اس کے رد میں حضرت مولانا حنیف خان صاحب کا مضمون آپ نے شائع فرمایا تو اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ میں نے ان اقساط کو بغور پڑھا ہے الحمد للہ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ کا معتقد ہوں اور ان کی تحقیقات پر بھروسہ کرتا ہوں میرے سارے مضامین در اصل جمہور اہل سنت کے موقف کی تائید میں لکھے گئے ہیں انسان ہونے کے ناطے مجھ سے بھی خطاء ہوسکتی ہے لہٰذا اس مسئلہ میں اپنی اس تحقیق سے رجوع کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتا اب میرا موقف وہی ہے جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ اور جمہور اہل سنت کا ہے اور میں مولانا محمد حنیف خان رضوی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری راہنمائی فرمائی اللہ تعالیٰ ان کا ہم پر سایہ تادیر رکھے مہربانی فرما کر اس کو شمارہ میں شائع کردیں تا کہ میری وجہ سے اہل سنت میں کوئی انتشار نہ ہو۔

(ماشاء اللہ! اللہ تعالی آپ کو اس قبول حق کی جزائے خیر عطا فرمائے اور دیگر افراد کو بھی اسی طرح حق قبول کرنے کی توفیق مرحمت ہو، آمین)

داخلی فتنوں کا سد باب کرنے والا رسالہ

محمد زبیر قادری
مدیر اعلیٰ سہ ماہی مسلک، ممبئ

حالیہ برسوں میں فتنوں کا تیزی سے اُبال ہو رہا ہے۔ آئے دن نت نئے فتنے وجود پذیر ہو رہے ہیں۔ اب تک تو ہم دین کے دشمنوں سے ہی نبرد آزما رہتے تھے۔ لیکن حالیہ دنوں میں داخلی فتنوں نے تیزی سے سر اُبھارنا شروع کر دیا ہے، جس سے عوام مسلمین ذہنی خلجان و کشمکش سے دوچار ہوگئی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بنامِ سُنّی وہ فتنے ہمارے ہی اندر سے اُبھر رہے ہیں جو کل تک سُنّی سمجھے جاتے تھے، آج وہ ہماری جماعت میں اختلافات کے بیج بو کر عوام کے اذہان کو خراب کرنے میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ کچھ خطبا، کچھ خانقاہیں اور کچھ رسائل کھل کر اہلِ سنّت کی مرکزیت پر حملے کر رہے ہیں۔ چونکہ ابتدا سے ہی یہ لوگ اہلِ سنّت سے وابستہ رہے تھے، اب جب انہوں نے اپنا چولا بدلا تو عوام کے لیے یہ سمجھنا دشوار ہے کہ یہ لوگ سنّی ہوتے ہوئے بھی غلط کیسے ہوسکتے ہیں؟ ان دنوں کیا عوام، کیا خواص سب ہی آپس میں دست بہ گریباں ہیں۔

انہی وجوہات کی بنا پر عرصۂ دراز سے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ ایک ایسا رسالہ ہو جو کہ جماعت کے داخلی فتنوں کا سدّ باب کر سکے اور عوام اہلِ سنّت کو اپنی اصل مرکزیت کی طرف پھیر دے۔ الحمد للہ! بہت کم عرصے میں چند احباب نے باہمی مشورے سے دو ماہی ''الرّضا'' کی پلاننگ کی اور اشاعت شروع کر دی۔ اللہ و رسول کے کرم سے یہ مشن چونکہ صحیح العقیدہ مسلمانوں نے حالاتِ حاضرہ کے جبر کے تحت شروع کیا تھا۔ بہت ہی کم عرصے میں اس نے خواص و عوام میں اپنی اہمیت وانفرادیت منوا لی۔ مدیر اعلیٰ ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب قوم کے نبض شناس ہیں۔ آپ کے اِداریے دل کی آنکھوں سے پڑھے جاتے ہیں۔ آپ جب باطل

قوتوں کے ایجنٹوں کا پوسٹ مارٹم کرتے ہیں تو وہ مبہوت و ساکت رہ جاتے ہیں۔ڈھول کا پول کھلنے پر عوام میں بیداری آنا شروع ہوگئی ہے۔
الحمدللہ اس رسالے کو بہترین ٹیم میسر آئی ہے۔ ہرایک اپنے فن میں یکتا و ماہر ہے۔ رسالے کے تمام ہی مضامین علمی، فکری اور فنی محاسن سے لبریز ہوتے ہیں۔ خدا کرے یہ کارواں یوں ہی جاری وساری رہے۔ اور سُنّیت ہرسوں غالب ہوجائے۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت کا بول بالا ہوجائے۔ بدباطنوں کا منہ کالا ہوجائے۔

مضامین قارئین کو اپنا گرویدہ بنارہے ہیں

مولانا محمد نظرالاسلام مصباحی
جامعہ غوثیہ شکوریہ بلہور کانپور

امام اہلسنت امام احمد رضا علیہ الرحمہ اور بہار کا بڑا قدیم اور گہرا تعلق ہے، اس کی بنیاد حضور اعلیحضرت کے پہلے شاگرد حضرت ملک العلماء ہیں فتاویٰ رضویہ کا پہلا سوال آپ ہی کا ہے۔ منظر اسلام کے قیام میں آپ ہی کی تحریک ثمر بار ہے۔ متحدہ ہندوستان کے سینکڑوں علماء وفقہاء نے ہزاروں کے مجمع میں آپ کے مجدد ہونے کا اعلان کیا وہ پٹنہ کی مقدس سر زمین تھی امام احمد رضا کے پاس آئے ایک خط کا جواب صحیح البار ی ہے۔
دور حاضر میں مسلک اعلیحضرت کی مخالفت کا پرچم جام نور اور اس کے ایڈیٹر اٹھائے ہوئے ہیں۔ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی وجہ سے آج بھی کچھ سنی حضرات اس رسالہ سے جڑے ہوئے ہیں وحشت وظلمت کو جام نور سمجھ رہے ہیں۔ اسی رسالہ کی وجہ سے اہلسنت میں زلزلہ برپا ہے اہل نظر اسے خوب سمجھتے ہیں۔ ایسے وقت میں وحشت و ظلمت کے مقابلہ میں اسی بہار کے شہر پٹنہ سے مشعل نور لے کر مبارک رسالہ ''الرضا'' دلیرانہ شان سے آگے بڑھ رہا ہے اس رسالہ میں موجودہ مضامین قارئین کو اپنا گرویدہ بنارہے ہیں کیونکہ قلمکار ہی ایسے ہیں جن پر اہلسنت کو ناز ہے اور جام نور کا منفی نظریہ سامنے آتا جارہا ہے۔
قابل مبارکباد ہیں الرضا مجلہ کی مجلس مشاورت اور خصوصا حضرت علامہ ڈاکٹر غلام مصطفی صاحب نجم القادری خلیفہ حضور تاج الشریعہ ومحدث کبیر اور ڈاکٹر مفتی محمد امجد رضا صاحب امجد خلیفہ حضور تاج الشریعہ اور اللہ تعالی ان حضرات کا سایہ تادیر اہلسنت پر قائم رکھے اور مسلک اعلیحضرت کے اس بے باک ترجمان کو شب وروز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ترقیاں عطافرمائے آمین۔

کالجوں اور یونیورسیٹیوں میں بھی اس رسالہ کو پہنچایا جائے

مولانا محمد عرف اچھے میاں مصباحی
جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

الحمدللہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ دوماہی ''الرضا'' اپنے تمام تر رعنائیوں کے ساتھ لوگوں کے اذہان وقلوب سے فتنہ منہاجیت وصلح کلیت کو جڑ سے ختم کرنے میں مصروف ہے اور مسلک اعلی حضرت (مسلک اہل سنت والجماعت) کے تحفظ وترویج واشاعت کے لیے کام کررہا ہے جوکہ اس دور کی سب سے اہم ضرورت ہے ایسے رسالہ کی ضرورت پچھلے کئ سالوں سے نہ صرف مدارس اسلامیہ کے طلبہ بلکہ یونیورسٹیز اور کالیجز کے طلبہ کے درمیان بھی محسوس کی جارہی تھی، کیونکہ ان کے سادہ لوح اذہان پر صلح کلیت، دیوبندیت وپادریت کا روز بروز بڑھنا نہایت ہی باعث تشویش ہے لہذا یہ میری درخواست ہے کہ کالجوں اور یونیورسیٹیوں میں بھی اس مفید اور مصلح کو پہنچایا جائے تاکہ مزید دین وسنیت کا کام ہوسکے۔
یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ مسلک اعلی حضرت کا بے باک ترجمان ''الرضا'' اپنے دامن میں بے پناہ سعادتوں کو سموئے ہوئے ہے کیوں کہ اس کی سرپرستی سیدی مرشدی حضرت تاج الشریعہ مدظلہ العالی والنورانی فرمارہے ہیں اور مزید برآں یہ رسالہ اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی طرف منسوب ہے اور جسے اعلی حضرت سے نسبت ہوجاتی ہے وہ خود بخود مشہور ومعروف ہوجاتا ہے۔ میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اس کے تمام اراکین محبین اور مخلصین کو، جن کی کاوشوں سے یہ عظیم رسالہ ازسرنو منظر عام پر آیا اور خصوصیت کے ساتھ مبارک باد پیش کرتا ہوں حضرت علامہ ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب قبلہ کو جن کے اداریہ نے ایوان باطل میں کھلبلی مچا رکھی ہے۔ اللہ پاک ان کے مبارک سایہ کو ہم پر دراز کرے اور خدمت دین کا مزید جذبہ عطا کرے آمین۔ اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس رسالہ کو مزید ترقی عطا فرمائے اور تمام اراکین کو خلوص وللّٰہیت کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

الرضا خوب سے خوب تر

محمد ابرار احمد قادری، پورنیہ، بہار

ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ صاحب قبلہ۔۔۔۔۔سلام مسنون
''الرضا'' کا تیسرا شمارہ نظر نواز ہوا، مشمولات ومضامین کا سرسری مطالعہ کیا، خوب سے خوب تر پایا۔ خصوصا آپ کا اداریہ ''اے تصوف تیرے انجام پہ رونا آیا'' نے بے حد متأثر کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اداریہ نے نام نہاد صوفی کانفرنس کا جنازہ نکال دیا ہے۔ اداریہ میں آپ نے قارئین کو جن حقائق سے روشناس کرایا ہے اور صوفی کانفرنس کی خامیوں کو اُجاگر کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ خوشتر صاحب کے مودی نواز اداریہ کا جس طرح تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیا ہے وہ بلاشبہ قابل تعریف ہے۔
اللہ جل مجدہ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اس رسالہ کو مقبول عام بنائے اور لوگوں کو مضامین صحیحہ سے نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

تنقید و احتساب

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

صوفیانہ شاعری میں کفر و بت پرستی کا ذکر اور اس کا حقیقی مفہوم

مفتی ذوالفقار خاں نعیمی ککرلوی
نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور

مولائے روم نے کیا خوب فرمایا

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

پاک لوگوں کے افعال کو اپنے اوپر قیاس مت کرو اگرچہ لکھنے میں شیر (جانور) اور شیر (دودھ) ایک جیسے ہوں۔ جس طرح شیر اور شیر میں بون بعید ہے اسی طرح کل کے صوفی اور آج کے صوفی میں بہت فرق ہے۔

کل جو صوفی کہتے تھے اس میں اخلاص کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا اور آج جو صوفی کہتے ہیں اس میں سوائے اخلاص کے سب کچھ ہوتا ہے (الا ماشاء اللہ)

آج کچھ نام نہاد صوفیوں نے قوم کو گمراہی کے غار عمیق میں دھکیلنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے بزرگوں کی شطحیات کو ڈھال بنا کر اپنی ہفوات و مزخرفات سے شریعت حقہ کا مذاق اڑانا اپنا شیوہ کر لیا ہے اور ان خلاف شرع حرکتوں میں چند بذلہ خوار مولوی کہلائے جانے والے مریدوں کو اپنا معاون بنا کر انہیں ڈھال کے طور پر اپنایا جا رہا ہے۔

وہ بے چارے مرید اپنے صوفی کہلائے جانے والے پیر سے چند تصوف کے اسباق سن کر اور ان کے کچھ فارسی اشعار سن کر اس قدر متاثر و مرعوب ہو بیٹھے کہ انہیں غزالی، رومی، سعدی، شیرازی، بسطامی اور سقطی سب کچھ سمجھ بیٹھے۔ انہیں اپنی پیر کی ہفوات و خرافات میں اصفیائے کرام کی شاعری کا عکس نظر آنے لگا وہ اپنے پیر کی خلاف شرع باتوں کو بزرگوں کی شطحیات پر محمول کر کے علمائے حقہ کے شرعی فتاوی پر قدغن لگانے میں اس قدر مصروف ہو گئے کہ مدرسہ میں پڑھے شریعت کے سارے اسباق ان کے قلب و ذہن سے یکسر محو ہو گئے اور اب محفلوں میں جلسوں میں ہر جا ہر وقت نائبین انبیا کو علمائے ظاہر کہہ کر ان کو تنقید کا نشانہ بنانا اپنا مشغلہ کر لیا ہے۔ ان کی ہفوات و مزخرفات پر تنبیہ کرنے والے علما کو کم دماغ خرد ماغ گردانا جا رہا ہے۔ علما کو تصوف کے اسرار و رموز سیکھنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ الغرض خلاف شرع امور کا ارتکاب بانگ دہل کیا جا رہا ہے اور بجائے اس کے کہ اس پر خفت و ندامت ہو سر اٹھا کر فخر محسوس کیا جا رہا ہے۔

کفر و اسلام کی سرحد سے الگ محبت کی دنیا بسانے کی تعلیم عام کی جا رہی ہے، اور اس پر تصوف کے مایہ ناز اصفیا کے شطحیات کو چاندی کے ورق کی طرح استعمال کر کے تصوفانہ رنگ میں رنگنے کی کوشش بیکار کی جا رہی ہے، اور اس طرح انا الحق، سبحانی ما اعظم شانی، یا اللہ انت عبدی و انا ربک، لوائی ارفع من لواء محمد کہنے کی جوازی صورت پیدا کی جا رہی ہے بلکہ لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ سے نبوت کی دعویداری کا میدان سازگار کیا جا رہا ہے۔

بالجملہ بزرگوں کی شطحیات کا سہارا لے کر ایسی مزخرفات کو عام کیا جا رہا ہے جن سے کسی کا بھی ایمان جانے کا خطرہ ہے اگر یہی چلتا رہا تو وہ دن دور نہیں کہ ہر صوفی کہلانے والا شخص اپنے مریدوں سے اپنا کلمہ پڑھوانا شروع کر دے اور حوالے میں ''لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ'' کو پیش کر کے دامن جھاڑ لے، اور اگر شریعت حقہ کی پیروی کرنے والے علما حکم شرع بیان کریں تو انہیں مصطلحات تصوف سے ناواقف ہونے کا طعنہ دے کر انہیں خاموش کرنے کی کوشش کی جائے۔

کوئی بھی داعی الی اللہ بننے کے بجائے ''انا الحق'' کہہ کر اپنی ربوبیت کا اعلان کر دے اور جواب میں حضرت حلاج کی شطح ''انا الحق'' سامنے رکھ دے۔

شدت فرح کا بہانہ بنا کر ''یا اللہ انت عبدی و انا ربک'' کے ذریعہ خدا کو اپنا بندہ اور خود کو اللہ کہنا شروع کر دے اور جب تنقید ہو تو حدیث کا حوالہ پیش کر دے۔

خود کو سبحانی ما اعظم شانی کہنے لگے اور دلیل میں بایزید بسطامی کی شطح پیش کر دے،

نبی کے جھنڈے سے خود کا جھنڈا بلند کرنے کا اعلان کرے

اور جواب میں بسطامی کی شطح لوائی ارفع من لواء محمد کو بطور دلیل پیش کردے۔

کوئی حقیقت پوچھے تو خود کو جبرائیل ومیکائیل ابراہیم وموسیٰ عیسیٰ اور تو اور خود کو پیغمبر محمد بتائے اور جواب میں بایزید بسطامی کے کلمات سکریہ عرش منم فرش منم جبرائیل ومیکائیل منم ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ منم ومحمد منم سنا کر مدمقابل کو خاموش کردے۔

پہلے کفر واسلام کو یکساں بتائے پھر ایمان کی مذمت اور کفر کی مدحت کرے بعد میں بت پرستی کی تعلیم دے بلکہ فخریہ طور پر خود کو بت پرست بتائے اور بتوں کے سامنے حاضر ہوکر پوچھنے والوں کو صاف لفظوں میں کہہ دے کہ مجھے بتوں میں ہی خدا نظر آرہا ہے اور کوئی مذہب پوچھے تو بتادے کہ میں نے اسلام اور بت پرستی دونوں ہی اختیار کررکھی ہیں۔ جواب میں تصوف کی مسلم الثبوت شخصیات سلوک کی منزلیں طے کرنے والے مقدس سالکین جیسے فریدالدین عطار سعدی شیرازی مولائے روم امیر خسرو وغیرہم کے اشعار سکریہ بطور استناد پیش کرکے پلہ جھاڑلے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اتنا بھی نہ سمجھے کہ وہ جن صوفیائے عظام کی شطحیات کو پیش کررہا ہے وہ ان کی قدموں کی دھول تک بھی پہنچنے کا اہل نہیں ہے۔ کہاں وہ مغلوب الحال اصحاب وجد صوفیا کہ علما وصلحا ان کی جذب ومستی ان کی کیفیت بے خودی مغلوب الحالی کے لطیف اسرار ورموز بیان کرتے ہوئے معرفت کے جام سے لطف اندوزی حاصل کریں۔ اور بعد میں یہ بھی کہتے جائیں کہ یہ حضرات مغلوب الحال اور اصحاب وجد تھے۔ حالت مستی وجذب میں ان سے یہ کلمات صادر ہوئے ہیں۔ جن کا مفہوم سوائے ان کے بس وہی جانے جو ان کے مقام تک پہنچ چکا ہے۔

بلکہ امام غزالی جنہیں عمارت تصوف میں مینار کی حیثیت حاصل ہے وہ ان اصفیائے کرام کے کلام میں کلمات سکریہ کے تعلق سے یہ فرمائیں کہ:

''یہ متشابہات کے مثل ہیں جن کا معنی ومراد وہی جانتے ہیں ان تک ہماری عقل کی رسائی نہیں''

امام شعرانی یہ فرمائیں:

''چنانچہ کبھی عارف ربانی اپنی نظم وغیرہ میں حق تبارک وتعالیٰ کی زبان پر یعنی اس کی ترجمانی میں کلام کرتا ہے کبھی لسان رسول علیہ الصلاۃ والسلام پر بولتا ہے کبھی قطب کی زبان پر گفتگو کرتا ہے تو ان میں سے بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی زبان پر کہہ رہا ہے تو وہ انکار میں جلدی کرتا ہے''[طبقات امام شعرانی مترجم بنام برکات روحانی ص ۴۰]

مزید لکھتے ہیں کہ:

''قزوینی نے اپنی کتاب ''سراج العقول'' میں امام الحرمین سے نقل فرمایا کہ ان سے جب غالی صوفیوں کے کلام کی بابت پوچھا جاتا تو وہ فرماتے تھے کہ اگر ہمیں کہا جائے کہ ان کے کلام میں سے جو تکفیر کا تقاضا کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ہے اس کی تفصیل بیان کرو تو ہم کہیں گے کہ یہ ایسی طمع ہے جس یہ مقام نہیں ہے کیوں کہ ان کا کلام ادراک سے دور وہاں چلنا مشکل توحید کے سمندر کی تند وتیز موج سے چلو بھرا جاتا ہے''[مرجع سابق، ص ۶۷]

اور کہاں یہ نام نہاد صوفی جن کے بارے میں مولائے روم نے فرمایا

حرف درویشاں بدزدیدہ بسے
تا گماں آید کہ ہست او خود کسے
خردہ گیرد در سخن بر بایزید
ننگ دارد از درون او یزید
ہر کہ داند مر را چوں بایزید
روز محشر حشر گردد با یزید

یعنی گندم نما جو فروش صوفی بزرگوں کے الفاظ چرالیتے ہیں تاکہ لوگ انہیں بھی صوفی سمجھنے لگیں یہ لوگ اپنی باتوں میں بایزید بسطامی پر بھی نکتہ چینی کرتے ہیں حالانکہ ان کا باطن اس قدر کالا ہوتا ہے کہ یزید بھی دیکھ کر شرما جائے۔ جو شخص بھی ایسے صوفیوں کو بایزید کی طرح سمجھے گا اس کا حشر قیامت کے دن یزید کے ساتھ ہوگا۔''

[مثنوی مولانا روم، دفتر اول، حصہ دوم، ص ۲۴۶]

امام غزالی نے شطح کے بیان میں ایسے صوفیوں کی خوب خبر لی ہے جو اپنے کلام وافعال کو بزرگوں کے اقوال واحوال پر منطبق کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ قطعا اس کے اہل نہیں ہوتے۔ آپ فرماتے ہیں:

''وہ کہتے ہیں ہم سے فلاں بات کہی گئی تو ہم نے یہ جواب دیا وہ حسین بن منصور حلاج کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں جنہیں اس قسم کے کلمات کی وجہ سے سولی چڑھایا گیا تھا۔ وہ منصور کے قول ''اناالحق'' اور حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کے اس قول سے دلیل پکڑتے ہیں انہوں نے ''سبحانی سبحانی'' کہا تھا یہ ایسا فن کلام ہے جس سے عوام کو بہت نقصان پہنچتا ہے حتیٰ کہ بعض کاشتکاروں نے کاشتکاری چھوڑ دی اور اس قسم کے دعوے شروع کردیئے کیوں کہ اس قسم کے کلام سے طبیعتیں لذت محسوس کرتی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے ان کے خیال میں اعلیٰ

مقامات حاصل کرنے کے لئے ظاہری اعمال اور تزکیہ نفس کی ضرورت باقی نہیں رہتی، تو غبی کے قسم کے لوگ اس قسم کا دعوی کیوں نہیں کریں گے اور وہ من گھڑت اور مہمل قسم کے کلمات کیوں نہیں کہیں اور جب ان کے اس عمل پر اعتراض کیا جائے گا تو بلا تکلف جواب دیتے ہیں کہ اس اعتراض کی بنیاد علم اور مناظرہ ہے اور علم تو ایک حجاب ہے اور مناظرہ بازی تو نفس کا عمل ہے اور ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں تو یہ نور حق کے مکاشفہ کے باعث ہمارے باطن سے اٹھتی ہے یہ اور اس قسم کی دوسری خرافات جن کا شر شہروں میں پھیل چکا ہے اور عوام کو اس سے عظیم نقصان پہنچا ہے حتی کہ دین میں اس قسم کی باتیں کرنے والے کو مارڈالنا دس آدمیوں کو زندہ رکھنے سے افضل ہے'' [احیاء العلوم مترجم، ج ا ص ۱۱۵]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایسے ہی صوفیوں کی مذمت کرتے ہوے رقمطراز ہیں:

''سست اعتقادی اہل بطالت باحکام شریعت کہ آنرا بشرائط وآداب چنانکہ باید ادانکردند ونتائج وثمرات آں را در نیافتند پس براہ تردد وانکار رفتند ودر ورطہ حرماں وخسراں ابد درماندند''

یعنی بعض لوگ جو اعتقاد میں سست ہوتے ہیں احکام شرع کو ان کے شرائط کے ساتھ ادا نہیں کرتے اور اس کے نتائج وثمرات کو حاصل نہیں کرتے بلکہ اس کے رد وانکار میں پڑ جاتے ہیں اور اس طرح ہمیشہ محرومی ونقصان میں رہتے ہیں۔ [فارسی مکتوبات شیخ عبدالحق ص ۲۷۹]

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

''حشویہ روزگار میگویند مانیستم ہمہ اوست وایں ہمہ را توحید نام کنند وبایں بہانہ از دائرہ امرونہی بیرون آیند وہرچہ خواہند بگویند وہرچہ خواہند بکنند وخود را درویش وصوفی نام نہند ع بدنام کنندۂ نکونامی چند

اعاذنا اللہ من ذلك

یعنی آج کل بے دین لوگ کہتے ہیں سب کچھ وہی ہے اور اس کا نام انہوں نے توحید رکھا ہے اور اسی بہانہ سے وہ اوامر ونواہی شرع سے باہر نکل جاتے ہیں جو چاہتے ہیں کہتے ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اس پرطرہ یہ کہ خود کو درویش وصوفی کہلاتے ہیں اور اس طرح یہ چند بدنام زمانہ صوفی نیکوکار حضرات کو بدنام کرتے ہیں ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں [فارسی مکتوبات شیخ عبدالحق ص ۳۳۸]

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی فرماتے ہیں:

اہل تصوف کا اخلاق یہ ہے (نبی کریم ﷺ کی اتباع وپیروی) وہ نہیں جو جھوٹے مدعی کہتے ہیں کہ انہوں نے طمع کا زیادت بے ادبی اور گستاخی کا نام اخلاص اور حق سے نکلنے کا نام شطح رکھ لیا ہے یعنی یہ اپنی زبان درازی اور بیباکی سے وہ باتیں زبان سے نکالتے ہیں کہ وہ دین سے خروج کا سبب ہوتی ہیں یہی لوگ اتباع خواہش کو ابتلا بد خلقی کو رعب ودبدبہ اور حکام سے قربت کو مسلمانوں کے لئے شفاعت کا نام دیتے اور بخل کو دانائی سمجھتے ہیں وغیرہ وغیرہ'' [سبع سنابل شریف، ص ۱۳۴]

حضور اعلیٰ حضرت نے ''مقال عرفا باعزاز شرع وعلما'' میں ایسے ہی نام نہاد صوفیوں کا ذکر کرتے ہوے امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کی ''حدیقہ ندیہ'' کے حوالے سے بڑی زبردست بات نقل فرمائی ہے ملاحظہ ہو:

''اے عاقل! اے حق کے طالب!۔۔۔۔۔ تجھے حد سے گزرے ہوئے ان جاہلوں کی باتیں دھوکے میں نہ ڈالیں جو اپنی طرف سے صوفی بنتے ہیں لیکن وہ خود بگڑے ہوئے اور دوسروں کو بگاڑنے والے ہیں خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں وہ شریعت کے راستے سے ٹیڑھے ہو کر جہنم کے راستے پر چلتے ہیں جو شخص علمائے شریعت کی راہ سے باہر ہے وہ طریقت کے بزرگوں کے مسلک سے خارج ہے کیونکہ ایسے لوگ شریعت کے آداب سے منہ پھیرنے کو اختیار کئے ہوئے ہیں اور اس کے مضبوط قلعوں میں پناہ لینے کو چھوڑے بیٹھے ہیں تو ایسے لوگ شریعت کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہیں اگرچہ ان لوگوں کا دعوی یہ ہے کہ یہ لوگ انوار سے روشن ہیں۔ طریقت کے جملہ جلیل القدر بزرگ تو شریعت کے آداب پر قائم ہیں اور احکام الٰہی کی تعظیم کے معتقد ہیں اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں کمالات کا تحفہ دیا اور طریقت سے بے خبر اپنی خرافات پر دھوکے کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور ظاہر میں مسلمان لیکن حقیقت میں کافر ہیں۔ ایسے لوگ ہمیشہ اپنے وہموں کے بتوں کے سامنے ادب سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ شیطان جو وسوسے ان کے ذہن میں ڈالتا ہے یہ انہیں وسوسوں اور فتنوں میں پڑے ہوئے ہیں اور یہ مکمل بربادی ہے ان کے لئے جو ان کا پیروکار ہو یا ایسوں کے کاموں کو اچھا جانے اور یہ بربادی اس لئے ہے کہ وہ راہ خدا کے ڈاکو ہیں'' [مقال عرفا باعزاز شرع وعلما ص ۳۲، ۳۳]

علامہ سید سلیمان اشرف بہاری مثنوی ہشت بہشت کے مقدمہ

بنام ''الانھار'' میں حضرت امیر خسرو کی تصوفانہ شاعری کا ذکر کرتے ہوئے اصطلاحات تصوف کا سہارا لے کر اپنی ہفوات بھری شاعری عام کرنے والے نام نہاد صوفی شاعروں کا رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''ایسے شعرا جو خود مقامات تصوف کو طے کرنے والے نہیں ہیں صرف الفاظ و مصطلحات صوفیہ لے کر اشعار میں نظم دیا کرتے ہیں اہل دل گروہ اسے خوب پہچانتا ہے کہ یہ قال ہے حال نہیں۔ مولانا رومی علیہ الرحمہ ایسے ہی شعرا کے متعلق مثنوی شریف میں فرماتے ہیں

حرف درویشاں بدزدد مرد دوں

تا بخواند برسلیمے زاں فسوں

(مکار صوفی بزرگوں کے کلمات چرالیتا ہے، تاکہ بھولے بھالے لوگوں پر اس کے ذریعہ منتر پڑھے)'' [مثنوی ہشت بہشت، مع مقدمہ الانھار، ص ۷۰]

الغرض آج کل کے جدت پسند آزاد روش کفر واسلام کی سرحد سے الگ دور محبت کی دنیا بسا کر ہر مذہب ہر مسلک کے پرستاروں کو اپنی محبت کے دام تزویر میں پھنسا کر اپنا الو سیدھا کرنے والے نام نہاد صوفیا پر جنید و بایزید حلاج و شبلی عطار و سعدی مولائے روم اور امیر خسرو جیسے مقدس اصفیا سے مساوات کا خبط سوار ہے۔ اور وہ بزرگوں کی ان باتوں کو جن میں بظاہر کفر نظر آتا ہے علی الاعلان عام کر کے مسلمانوں کے ایمان کا سودا کرنے پر تلے ہوئے ہیں بلکہ اپنی حرکات سے ان مقدس ذوات علیا کے تقدس کو مجروح کرنے کی سازش میں مصروف ہیں، حالانکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اصفیائے کرام کے وہ اقوال وافعال جو بظاہر شریعت کے مخالف نظر آتے ہیں انہیں اصطلاح تصوف میں شطح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور ان کی تقلید یا ان سے استناد کی اجازت نہیں ہے۔

ہم یہاں چند مسلم الثبوت بزرگوں کے حوالے سے شطح کا مفہوم، اس کی حیثیت اور حکم نیز اس سے استدلال واستناد کا حکم بیان کردیں اور بعد میں کفر واسلام کو یکساں ماننے اور بت پرستی وغیرہ کے تعلق سے ان کے اقوال کی وضاحت پیش کردیں۔ تاکہ ان نام نہاد صوفیوں اور اصل صوفیوں میں نیز بزرگوں کی شطحیات اور ان کی ہفوات میں فرق واضح ہوجائے۔

شطحیات اصفیا کا مفہوم واحکام:

ان سأل سائل فقال ما معنى الشطح فيقال معناه عبارة مستغربة في وصف وجد فاض بقوته وهاج بشدة غليانه وغلبته

اگر کوئی پوچھے کہ شطح کا معنی کیا ہے تو کہا جائے کہ شطح سے مراد وہ عجیب وغریب عبارت ہے جو حالت وجد میں شدت غلبہ کے سبب صادر ہو [کتاب اللمع، ص ۳۷۵]

لطائف اشرفی مجموعہ ملفوظات حضور سید اشرف جہانگیر سمنانی میں ہے:

الشطح هو افاضة ما ء العرفان عن ظرف استعداد العارفين حين الامتيان حضرت قدالکبرا می فرمودند کہ قانون مقررہ وقاعدہ مستقرہ صوفیہ آنست کہ شطحیات مشائخ را نہ رد باید کرد ونہ قبول ۔۔۔۔۔۔۔ اکثر تر اصحاب عرفان و بیشتر از ارباب وجدان اہل صحو اند و برخی از یں طائفہ علیہ وصوفیہ ۔۔۔ ارباب سکر بودند کہ گاہ گاہی در غلبہ وحال جرات وصال از ایشاں مقال شطحیات ۔۔۔ بفقدان وی ہمدران آوان مستغفر شدہ اند''

یعنی حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی نے فرمایا کہ عارفوں کے ظرف استعداد کے پر ہوجانے پر اس سے عرفان کے پانی چھلک جانے کا نام شطح ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ صوفیائے کرام کا قانون مقررہ قاعدہ جاریہ یہ ہے کہ بزرگوں کی شطحیات کو نہ رد کرے نہ قبول کرے۔۔۔ بہت سے عارفین حضرات اور اصحاب وجد اصحاب صحو ہیں اور بہت سے صوفیائے کرام ارباب سکر ہیں کبھی کبھی غلبہ حال اور حیرت وصال میں ان سے ان کلمات شطحیات کا صدور ہوجاتا ہے اور جب وہ غلبہ ختم ہوجاتا ہے تو وہ ان کلمات سے استغفار کرتے ہیں۔'' [لطائف اشرفی فی بیان صوفی، ج ۲ ص ۱]

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ان اصفیا کی غیر معقول وخلاف شرع باتوں اور حرکتوں سے متعلق فرماتے ہیں:

''بعضی ازیں طائفہ بسبب غلبہ حال وسکر محبت کلمات واشارات صادر شدہ کہ بفہم اہل ظاہر درنیاید وبعضی اعمال وحرکات بوجوہ آمدہ کہ مخالف ظاہر فتوای شریعت باشد وآنرا شطحیات مشائخ وہفوات ایشاں خوانند ومبہمات وموہمات نیز گویند کلمات مثل انا الحق وسبحانی ولیس جبتی سواہ وانا ہو وہوانا ومانند آں وافعال مثل تنویر لحیہ وخرق ثیاب والقای دراہم در آب والقاء نفس در مہالک وامثال آں ومنشاء صدور ایں کلمات وافعال طفح سکر وغلبۂ حال وفقدان ضبط واختیار است ۔۔۔۔۔۔۔ وآنچہ ازیں طائفہ در حالت سکر وغلبہ حال صادر کرد قولاً وفعلاً طریق اسلم درانجا تسلیم است وترک مبادرت بانکار واعتراض باعدم جواز تقلید وصحت اتباع دراں وایشاں خود نیز مریدان را بمتابعت واقتدا بامثال این امور وصیت نمی فرمودند بلکہ بازمی داشتند ومنع می

کردند۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن ایں قول وفعل کہ از طفح وغلبہ آں صدور یافتہ صحیح نیست ومشروع ومحل اقتدا واتباع نہ''

یعنی اس گروہ کے بعض بزرگوں سے غلبہ حال اور سکر کے سبب ایسے کلمات واشارات صادر ہوئے ہیں جو اہل ظاہر کی سمجھ سے پرے ہیں اور بعض اعمال اور حرکات خلاف شرع ظاہر ہوئے ان کو مشائخ کی شطحیات وہفوات نیز مبہمات وموہمات بھی کہتے ہیں اور ان کلمات وافعال کے صادر ہونے کا سبب مدہوشی غلبہ حال اور بے اختیار ہونا ہے۔لہٰذا اس گروہ سے حالت جذب ومستی میں جو قول وفعل صادر ہوں ان سے متعلق بجائے انکار کے سکوت ہی بہتر ہے اور اس میں ان کی تقلید وپیروی بھی جائز نہیں ہے یہ لوگ خود اپنے مریدوں کو ان امور کی پیروی سے منع فرماتے البتہ یہ قول وفعل جو مدہوشی اور وجد میں صادر ہوے وہ درست ومشروع نہیں اور اقتدا واتباع کے لائق بھی نہیں ہیں۔''

[مرج البحرین فارسی ص ۱۴۱ تا ۱۴۷]

اپنے ایک مکتوب میں کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

وآنچہ ازیں طائفہ بجہت غلبہ سکر وسطوت حال از انچہ بفتوائے ظاہر شریعت راست نیاید از قول وفعل نقل کنند بعد از صحت نقل طریق احوط دروے توجیہ وتطبیق است یا سکوت وتسلیم باعدم اتباع واقتدا واقتدا واتباع در واضحات رود نہ در موہمات ومبہمات وصاحب حال صحیح بر تقدیر عدم ضبط واختیار معذور است ومنکر آں بحکم علم وشریعت معذور تر وسکوت باغماض وتوقف بر تقدیر احتمال واشتباہ باحتیاط وانصاف قریب تر''

اس جماعت سے غلبہ حال وسکر میں خلاف شریعت جو باتیں صادر ہوئی ہیں تو حکایت کی صحت کے بعد احتیاط اس میں ہے کہ توجیہ کی جائے یا سکوت اختیار کیا جائے لیکن اتباع کسی بھی حال میں نہ کیا جائے اتباع واضح باتوں میں کیا جاتا ہے نا کہ مبہم وموہم باتوں میں اور اگر صاحب حال بے اختیار ہے تو معذور ہے اور اس کا منکر علم شریعت کی وجہ سے وہ بھی معذور ہے اور ان امور میں بر تقدیر احتمال واشتباہ سکوت احتیاط وانصاف سے زیادہ قریب ہے۔[مکتوبات شیخ عبد الحق مع اخبار الاخیار ص ۱۰۱]

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

''بعضے مشائخ در ارباب احوال نیز ہر کہ بجہت طفح وسکر وغلبۂ حال نہ بریں منوال مقال آوردہ محل اقتدا ومستحق اتباع نیست فالحق احق ان یتبع وماذا بعد الحق الا الضلال ولیکن انچہ طریقہ فقر وارباب ایں نسبت علیا در باب شطحیات وطامات صوفیہ یافتہ می شود آنست کہ در رد وانکار آن وتشنیع وتقبیح اہل آن جانب توقف وسکوت واغماض وصفح واعراض نگاہ می دارند وایشاں را در صدور آں مغلوب ومعذور می شمارند''

یعنی بعض صاحب حال بزرگوں کے خلافِ شرع اقوال جو ان سے غلبہ حال کے سبب صادر ہوئے وہ قابل اقتدا واتباع نہیں ہیں حق کا اتباع ہی ضروری ہے البتہ فقرا وصوفیا کے جو شطحیات پائے جاتے ہیں ان کی تردید میں اور تشنیع وقباحت بیان کرنے میں سکوت اختیار کرنا چاہئے اور ایسے معاملات میں ان کو مغلوب ومعذور سمجھنا چاہئے۔

[مکتوبات شیخ عبد الحق مع اخبار الاخیار ص ۸۳، ۸۴]

شیخ ابن عربی کی کتابیں چوں کی شطحیات سے بھری ہوئی ہیں ان کی کتابوں بلکہ اس جیسی کتابوں سے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ شیخ احمد کے حوالے سے شیخ محقق علی الاطلاق رقمطراز ہیں:

''ومختار شیخ جلال الدین سیوطی کہ از علماء متاخرین حدیث است در شان شیخ آنست کہ اعتقاد ولایت وتحریم النظر فی کتبہ وتحریم نظر در کتب ایشاں خود مذہب ایشاں است می گویدونحن قوم یحرم النظر فی کتبنا الا لمن الخ۔۔۔۔شیخ ذکرہ اللہ بالخیر می فرمود کہ دریں کتاب ومانند ایں کتاب زہر است شکر اندود کردہ از واضحات اینہا محفوظ باید شد ودر مبہمات آں خوض نکرد مطلقا از فوائد آں محروم نشد ودر ملاء بااغیار نقل نکرد۔۔۔۔انصاف آں کہ در بعضے مواضع ایں کتاب آنچہ بفہم ظاہری آید آں خود محل تردد وانکار است وکسی را کہ غم ایمان ورعایت اسلام است بتقلید دراں جا افتادن واعتقاد کردن از درجہ احتیاط دور است وخدا داند کہ ایشاں چہ قصد کردہ اند پس فی الحال انکار راجع بچیزی است کہ از ظاہر عبارت مفہوم میگردد ودر فہم مامی درآید بنا احتمال آنکہ چیزے ارادہ کردہ باشند کہ نہ منکر باشد''

شیخ جلال الدین سیوطی جو متاخرین محدثین میں سے ہیں شیخ ابن عربی کے بارے میں ولایت کا اعتقاد رکھنے کو اچھا سمجھتے ہیں لیکن ان کی کتابیں دیکھنا حرام ہے ان کی کتابیں دیکھنے کی حرمت خود ان کا بھی مسلک ہے فرماتے ہیں کہ ہماری کتابیں دیکھنا حرام ہیں مگر اہل کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔شیخ احمد فرماتے ہیں کہ اس کتاب اور اس جیسی کتابوں میں شکر لپٹا ہوا زہر ہے ان کتابوں کی واضح باتوں سے محظوظ ہونا چاہئے لیکن اس کے مبہمات میں غور نہیں کرنا چاہئے البتہ ان کے

فوائد سے مطلقا محروم بھی نہیں ہونا چاہئے اور نہ محفل اغیار میں نقل کرنا چاہئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کتاب کے بعض مواقع سے جو ظاہرا سمجھ میں آرہا ہے وہ بھی محل تردد ہے اور جس کو اپنے ایمان واسلام کی فکر ہے وہ ان مقامات کی تقلید واتباع سے دور بھاگتا ہے اور ان کی مراد تو اللہ ہی جانتا ہے انکار اس سے جو بظاہر مستفاد ہے اور سمجھ میں آیا ہے ان کے قصد وارادہ کا نہیں جو ان کی مراد ہے وہ یقینا فاسد ومنکر نہ ہو گی۔

[مکتوبات شیخ عبد الحق مع اخبار الاخیار ص ۸۶،۸۷]

شاہ عبد الصمد کی تحفۃ العارفین میں ہے:

''کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بسبب تمکن سکر اور غلبۂ حال وفقدان ضبط اور اختیار کے مخالف ظاہر شرع کے ان سے واقع ہوتے ہیں مگر عند اللہ ان دونوں صورتوں میں یہ گروہ متبرک مرفوع القلم اور معذور ہے الا یہ قول وفعل جو اس گروہ عالیہ سے بسبب غلبہ حال اور سکر سے صادر ہوتے ہیں لائق تقلید اور قابل سند کے نہیں''[ص ۵]

بزرگوں کے کلام میں کفر واسلام کے مفہوم کا حکم:

بعض صوفیا سے اسلام اور کفر سے متعلق ایسی باتیں منقول ہیں جسے نہ عقل قبول کرے نہ شرع، مثلا اسلام وکفر کو یکساں گردانا اور دونوں میں کوئی امتیاز نہ کرنا بلکہ کبھی کبھی اسلام کی مخالفت اور کفر کی تائید کرنا، تو اس طرح کی باتوں کو بھی صوفیا شطح پر محمول کرتے ہیں اور انہیں اس معاملہ میں معذور سمجھتے ہوئے ان کی تقلید سے منع کا حکم کرتے ہیں۔

مجدد الف ثانی نے اس تعلق سے بڑی ہی نفیس بحث فرمائی ہے اور کفر واسلام کو یکساں ماننے والوں نیز اشعار سکریہ سے کفر واسلام کی یکسانیت بلکہ اسلام سے دوری کا درس دینے والوں کے ناپاک خیالات اور آزادانہ تصوف کی ملحدانہ چالوں کے سارے تار وپود بکھیر کر رکھ دئے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''عزیزے میفرماید ؎

بکفر واسلام یکساں نگر کہ ہریک ز دیوان او دفتریست

وآن موطن فنا واستہلاک است واین دید نہ باختیار سالک است پس ہر آئینہ معذور باشد وہر سالکے را کہ ازیں مقام نگزرانند وبمقام فرق بعد الجمع نرسانند بوے از اسلام حقیقی بمشام جان او نخواہد رسید ودر کفر حقیقی محبوس ابد خواہد ماند ومرضی حق سبحانہ را از نامرضی او تعالیٰ امتیاز نتواند کرد۔۔۔۔وہمچناں کہ در مرتبہ شریعت عدم امتیاز میان اسلام وکفر کفر شریعۃ است در مرتبہ حقیقۃ عدم امتیاز میان این ہر دو کفر حقیقۃ است وایضاً پیش از ظہور غلبہ حال عدم امتیاز میان اسلام وکفر چنانکہ نزد اہل شریعت کفر است نزد اہل حقیقۃ نیز کفر است ومذموم اگر اختلاف ہست میان اہل شریعۃ واہل حقیقۃ در صورت غلبہ حال است در رنگ منصور حلاج کہ مغلوب حال بودہ است اہل شریعت بکفر او حکم کردہ اند نہ اہل حقیقت اما نزد اہل حقیقت ہم منقصت دامنگیر او ست از کاملان نمی شمرند واز مسلمانان حقیقی نمی انگارند ایں شعر منصور بمعنی شاہد است

کفرت بدین اللہ والکفر واجب لدی وعند المسلمین قبیح

بادین خدائے کفر نمودہ ام ودین کفر بنزد من ضروریست ونزد عام مسلمانان قبیح است پس پیش از ظہور غلبہ حال تقلید ارباب احوال نمودن وتمیز نا کردن از بے تمیزی است والحاد وزندقہ وکفر شریعت وحقیقۃ است عاذنا اللہ سبحانہ وجمیع المسلمین من امثال ہذہ التقلیدات شایان شان تقلید علوم شرعیہ است نجات ابدی منوط بتقلید حنفی وشافعی است واحوال جنید وشبلی رحمہم اللہ از برائی دو مصلحت بکارے آیند پیش از ظہور احوال استماع ہمیں اقوال را مصداق محک احوال خود میسازند وبشر این دو مصلحت اقوال ایشاں را داشتن وغور کردن دران ممنوع است احتمال ضرر غالب است عاقلان در محلے کہ توہم ضرور باشد اقدام نمی نمایند فکیف کہ ظن غالب باشد۔

بعضے از مشائخ طریقت قدس سرہ در سکر در غلبہ حال گفتہ اند کہ کافر در رنگ مومن واصل مقصود حقیقی است اگر چہ راہ وصل شان متائن ومتغائر افتادہ است چہ کفار از راہ اسم المضل میرسند واہل اسلام از راہ اسم الہادی وامثال ایں سخنان دریں مقام بسیار گفتہ اند وجماعۃ دیگر از مشبہان ایں طائفہ علیہ دریں باب از راہ تقلید محض یا در وقت ظہور نور توحید صوری نیز سخنان بسیار راندہ اند وسادہ دلان را از راہ بردہ حقیقۃ ایں سخن برنگ دیگر است کہ برا کابر اہل اللہ کہ باستقامۃ حال مشرف اند منکشف ساختہ اند''

یعنی ایک عزیز نے کہا کہ تم اسلام اور کفر کو برابر جانو کیوں کہ ہر ایک اسی کے دیوان کا دفتر ہے۔

کفر اور اسلام کو یکساں دیکھنا غلبہ توحید اور افراط سکر کے وقت ہے جو جمع صرف کے مقام میں ہے اور یہ فناء واستہلاک کا مقام ہے یہ دید سالک کے اپنے اختیار سے نہیں ہے اس لئے وہ معذور ہے۔ جب تک سالک کو اس مقام سے ترقی نہ دیں اور جمع کے بعد فرق کی منزل تک نہ پہنچائیں تب تک

اسلام حقیقی کی بو سالک کے مشام جان کو معطر نہیں کرتی۔ بلکہ وہ ہمیشہ کفر حقیقی میں محبوس رہتا ہے اور اللہ پاک کی پسند و ناپسند میں امتیاز نہیں کر سکتا اور جس طرح شریعت کے مرتبہ میں اسلام اور کفر کے درمیان تمیز نہ کرنا شریعت کا کفر ہے اسی طرح حقیقت کے مرتبہ میں کفر و اسلام کے درمیان تمیز نہ کرنا حقیقت کا کفر ہے نیز غلبہ حال کے ظہور سے پہلے کفر و اسلام کے درمیان تمیز نہ کرنا جس طرح اہل شرع کے نزدیک کفر ہے اسی طرح اہل حقیقت کے نزدیک بھی کفر اور مذموم ہے اگر اہل شریعت اور اہل حقیقت کے درمیان اختلاف ہے تو غلبہ حال کی صورت میں ہے جیسے منصور حلاج کا حال تھا کہ وہ مغلوب الحال تھے اہل شریعت نے ان پر حکم کفر کیا ہے اہل حقیقت نے نہیں کیا لیکن اہل حقیقت کے نزدیک بھی نقص اور عیب ان کے دامنگیر ہے ان کو کاملوں میں شمار نہیں کرتے اور حقیقی مسلمانوں میں نہیں سمجھتے منصور کا یہ شعر اس پر شاہد ہے

میں دین حق سے کافر ہوا مجھ پر کفر واجب ہے اگرچہ مسلمانوں کے نزدیک یہ کفر بدتر ہے۔ لہٰذا غلبہ حال کے ظاہر ہونے سے پہلے ارباب احوال کی تقلید کرنا اور اس میں تمیز نہ کرنا بے تمیزی ہے اور شریعت و حقیقت میں الحاد و زندقہ اور کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو اس قسم کی تقلید سے بچائے تقلید کے لائق علوم شرعیہ ہیں اور دائمی نجات حنفی اور شافعی کی تقلید پر وابستہ ہے جنید اور شبلی کے اقوال دو قسم کی مصلحت کے لئے کام آتے ہیں یعنی احوال کے ظاہر ہونے سے قبل ان اقوال کا سننا طالبوں کو ان احوال کا شوق بخشتا ہے اور ان میں وجد پیدا کرتا ہے اور احوال کے ظاہر ہونے کے بعد انہی اقوال کو اپنے احوال کا مصداق بنا لیتے ہیں ان دو مصلحتوں کے بغیر ان کے اقوال میں غور کرنا اور ان کو جاننا منع ہے اور اس میں بہت ضرر کا اندیشہ ہے عقلمند لوگ جہاں ضرر کا وہم ہو قدم نہیں رکھتے تو پھر جہاں ضرر کا ظن غالب ہو وہاں کیوں جائیں۔

بعض بزرگوں نے مدہوشی اور غلبہ حال میں کہا ہے کہ کافر بھی مومن کی طرح مقصود حقیقی تک پہنچنے والا ہے گو اس کے وصل کا راستہ الگ ہے یعنی کافر لوگ اسم متصل کی راہ سے پہنچتے ہیں اور مومن اسم ہادی کی راہ سے اس مقام پر اس طرح کی باتیں بزرگوں نے بہت کی ہیں اور ان لوگوں نے بھی جو خود کو ان بزرگوں کے لباس میں ظاہر کرتے ہیں اس تعلق سے محض تقلید کے طور پر یا توحید صوری کے ظہور کے نور کے وقت اس قسم کی باتیں بہت کہی ہیں اور بہت سے سادہ دل والوں کو گمراہ کیا ہے۔ اس قسم کی باتوں کی حقیقت کچھ اور ہی ہے جس کو اکابر اولیاء اللہ نے جو حال کی استقامت سے مشرف ہیں منکشف اور ظاہر فرمایا ہے"

[معارف لدنیہ، فارسی، ص ۴۲، ۴۳، ۴۴]

امام ربانی مجدد الف ثانی نے جب اپنے پیر و مرشد کی بارگاہ میں رہ کر سلوک کی منزلیں طے کیں تو اس مقام تک پہنچ گئے جہاں خودی سے خود کا کوئی واسطہ نہیں رہتا اور آدمی بے خودی کی اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اسے خود کی خبر نہیں رہتی وہ خود کے بارے میں سوچنا بولنا سب کچھ چھوڑ دیتا ہے وہ کیا بول رہا ہے اسے کچھ خبر نہیں رہتی اور اس وقت وہ بولا ہوا ہر ہر لفظ سکر کا جامہ پہن لیتا ہے امام ربانی کے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ ہوا کہ جب انہوں نے اپنے پیر و مرشد باقی باللہ کے ہاتھوں جامہائے معرفت نوش کئے تو مدہوش ہو گئے اور شریعت کو احمقوں کا طریقہ بتانے لگے اپنا مذہب کافروں کا دین قرار دینے لگے، پری کے زلف اور چہرے کو کفر و اسلام سے تعبیر کرنے لگے اور کفر و ایمان کو مساوی سمجھنے لگے، لیکن جب حالت سکر سے صحو کی منزل میں پہنچے تو پھر اپنی ان شطحیات سے رجوع کرتے دکھائی دئے۔ فرماتے ہیں

"ایں طریقۂ علیہ در اندک مدت توحید وجودی منکشف گشت وغلوی درین کشف پیدا شد علوم و معارف این مقام فراوان ظاہر گشتند وکم دقیقہ از دقائق این مرتبہ ماندہ باشد کہ آنرا منکشف نہ گردانیدند دقائق معارف شیخ محی الدین ابن العربی را کما ینبغی لائح ساختند و تجلی ذاتی کہ صاحب فصوص آنرا بیان فرمودہ است ونہایت عروج وجز آں را نمی داند و در شان آن تجلی میگوید و مابعد ھذا الا العدم المحض بآن تجلی ذاتی مشرف گشت و علوم و معارف آن تجلی را کہ شیخ مخصوص بخاتم الولایۃ میداند نیز بہ تفصیل معلوم شدند و سکر وقت و غلبۂ حال دریں توحید بحدے رسید کہ در بعضی عریضہا کہ بحضرت خواجہ نوشتہ بود ایں دو بیت را کہ سراسر سکر است نوشتہ بود

رباعی

اے دریغا کین شریعت ملت اعمائی است
ملت ما کافری و ملت ترسائی است
کفر و ایمان زلف و روے آن پری زیبائی است
کفر و ایمان ہر دو اندر راہ ما یکتائی است

وایں ال تا مدت مدید کشید واز شہود بسنین انجامید ناگاہ عنایت بیغایت حضرت اللہ جل سلطانہ از دریچۂ غیب در عرصۂ ظہور آمد و پردۂ روپوش بیچونی وبیچگونی را بر انداخت"

اس طریقہ عالیہ کی جد و جہد کے تھوڑی مدت کے بعد مجھ پر توحید وجودی ظاہر ہو گیا اور اس کشف میں بے حد زیادتی ہوئی اور اس مقام کے علوم و معارف بہت زیادہ ظاہر ہوئے اور شاید ہی کوئی دقیقہ ان میں سے باقی رہا ہو جس کو فقیر پر منکشف نہیں کیا ہو اور شیخ محی الدین ابن عربی کے

معارف کی باریکیاں کو جس طرح کہ چاہئے تھا ظاہر فرمایا۔۔۔۔۔فقیر اس تجلی ذاتی سے مشرف ہوا اور اس تجلی کے علوم ومعارف جو شیخ خاتم الولایت سے مخصوص جانتا ہے تفصیل سے معلوم ہوئے سکر وقت اور غلبہ حال اس توحید میں اس مقام تک پہنچا کہ اپنے عریضوں میں جو کہ حضرت خواجہ کو لکھے تھے یہ دو شعر جو کہ سراسر سکر ہے لکھے تھے۔

یہ شریعت احمقوں کا طریقہ ہے لیکن ہمارا مذہب کافروں کے دین پر ہے اس پری کی زلف اور اس کا چہرہ کفر اور ایمان ہے اور کفر اور ایمان ہمارے راستے میں برابر ہے۔ اور یہ حال بہت مدت تک رہا اور مہینوں سے سالوں تک نوبت پہنچ گئی ناگاہ حق تعالیٰ کی عنایت بے غایت دریچہ غیب سے میدان ظہور میں آئی اور بے چونی اور بے چگونی کے چہرہ ڈھانپنے والے پردہ کو دور کر دیا۔'' [مکتوبات امام ربانی فارسی جلد اول مکتوب ۳۱ ص ۸۶، ۸۷]

غور کا مقام ہے کہ مجدد الف ثانی جیسے مرد قلندر نے شریعت کو احمقوں کا طریقہ بتایا اور کافروں کے دین کو اپنا مذہب بتایا پری کے زلف ورخسار کو کفر اور ایمان بتاتے ہوئے کفر اور ایمان کے یکساں ہونے کا ذکر کیا، مگر خود ہی اس کارداس طرح کیا کہ اسے سکر پر محمول بتایا اور سکر کا اپنے مکتوبات میں جابجا ذکر کرتے ہوئے صاحب سکر کو معذور ومجبور قرار دیا۔ مرجع سابق میں بھی کفر وایماں کے یکساں ہونے پر تفصیلی کلام کر کے اس کو غلبہ حال پر محمول کیا لیکن اس پر تصوف کے ایسی کسی بھی اصطلاح کا لیبل چسپاں نہیں کیا جس سے وہ خلاف شرع نہ قرار پائے بلکہ اسے مغلوب الحال صوفی کی شطح بتا کر خلاف شرع قرار دیا اور اس سے استناد واستدلال کی ساری گنجائشوں کو ختم کر کے اس کی تقلید واتباع سے باز رہنے کا صاف حکم فرمادیا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تو اسلام اور کفر میں فرق نہ کرنے والوں کو جاہل وبیوقوف بتایا ہے وہ لکھتے ہیں:

''بعضے از آنھا بردست سفیھان وجلاہلان کہ در اسلام وکفر ہم فرق نمی کنند بیعت می کنند''،بعض لوگ ایسے بیوقوف جاہلوں کے ہاتھوں پر بیعت کر لیتے ہیں جو اسلام وکفر میں فرق نہیں کرتے۔ [ارشاد الطالبین، ص ۶، ۷]

مگر فقیر کو یقین ہے کہ انہوں نے نام نہاد صوفیوں کے بارے ہی میں ایسا لکھا ہوگا ورنہ ان کی کتابوں میں مقدس اولیاے کرام کی ایسی بہت سی شطحیات مذکور ہیں۔

الحاصل: اصفیا کے کلام میں جہاں کفر واسلام میں مساوات یا اسلام پر کفر کو ترجیح یا دونوں میں عدم امتیاز یا دونوں سے بیزاری وتنفر کا مفہوم پایا جاتا ہے وہ ان سے حالت سکر میں صادر ہوا ہوتا ہے اور حالت سکر میں اگر صوفی خلاف شرع اقوال کا مرتکب ہو جائے تو اسے مجبور ومعذور سمجھا جاتا ہے اور اس کے کلام کی تقلید واتباع نہیں کی جاتی۔ اور نہ ہی ایسی شطحیات سے اپنی خرافات ولن ترانیوں کے استناد کی اجازت ہوتی ہے۔

بزرگوں کی شاعری میں بت پرستی کا ذکر:

بعض مغلوب الحال اصفیا کے کلام میں بت پرستی وغیرہ کا ذکر بھی پایا جاتا ہے تو اسے بھی مثل سابق شطح سے ہی تعبیر کیا جائے گا اور کسی کے لئے ان کی تقلید میں اس طرح کی باتیں کرنے کی اجازت ہرگز نہ ہوگی۔ ہم یہاں بس ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں۔

علامہ عبدالباری نے کبھی ایک شعر کہا تھا

عمرے کہ بآیات واحادیث گزشت

رفتی و نثار بت پرستی کردی

وہ عمر جو آیات واحادیث میں گزری ہے وہ ختم ہوگئی اور وہ بت پرستی کی نذر کردی۔ بعد میں توبہ بھی کی حالانکہ زبردست عالم تھے خانقاہی مزاج رکھتے تھے باوجودیکہ انہوں نے یا ان کے کسی ہمنوا نے یا اس دور کے کسی خانقاہی صوفی یا علماے ظاہر میں سے کسی عالم نے صفائی میں کسی صوفی کی کوئی شطح پیش نہ کی کیا وجہ تھی؟ ان کے پاس علم نہ تھا؟ کیا انہیں اصفیا کی کتابیں پڑھنے کی صلاحیت نہ تھی؟ کیا وہ اپنے اس کفریہ شعر پر شطحیات کا لیبل چسپاں کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے؟ کیا وجہ تھی کہ انہوں نے یا ان کے کسی ہوا خواہ نے ان کے کفری شعر کی تائید میں کوئی شطح پیش نہیں کی؟ اور حیرت بالائے حیرت کہ امام اہل سنت جنہوں نے ہمیشہ اپنے تو اپنے بیگانوں کی عبارتوں میں بھی حتی الامکان تاویل کی کوشش کی ہو ان کو بھی یہ نہیں سمجھ آیا کہ ایسے اشعار تو رومی وعطار وغیرھما کی شاعری میں بکثرت پائے جاتے ہیں، کیا وہ تصوف کے اسرار ورموز سے واقف نہ تھے؟ کیا ان کو شطحیات کا علم نہ تھا؟ کیا وہ فارسی اشعار کا مفہوم سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتے تھے؟ کیا وہ بھی انہیں علماے ظاہر میں شامل ہیں؟ کیا انہیں آج کے تصوف شناس قلم کاروں کے برابر بھی تصوف سے واقفیت نہ تھی؟ کیا ان کی ذہنیت بھی آج کے مولویوں کی طرح تھی؟ کیا وہ شعر وادب اور ذوق تصوف سے آشنا نہ تھے؟

یقینا جواب نفی میں نہیں ہوگا کیوں کہ وہ بھلے ہی اعلیٰ حضرت کی شہرت ختم کرنے کی ناپاک کوششوں میں مصروف ہیں مگر اتنی ہمت کہاں سے لائیں گے کہ ان کی مخالفت علی الاعلان کر سکیں۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت صرف مولویوں کے ہی امام نہ تھے بلکہ وہ اپنے دور میں امام الاصفیا کے مقام پر فائز تھے ان سے زیادہ بھلا کون تصوف کے اسرار ورموز سے واقف ہو سکتا ہے۔ انہوں نے علامہ لکھنوی کے

شعر پر شطحیات صوفیہ کا لیبل لگا کر ان کے کفریہ شعر کو اسلامی مفہوم دینے کی کوشش اس لئے نہیں کی کہ وہ جانتے تھے کہ علامہ لکھنوی اور مغلوب الحال صوفیہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے اصفیا کی نقل میں اردو فارسی اشعار لکھ لینے سے کوئی مغلوب الحال صوفی نہیں بن جاتا بلکہ یہ مقام تو فنا کی منزلیں طے کرنے کے بعد ملا کرتا ہے اسی لئے انہوں نے علامہ کے شعر پر شرعی گرفت فرما کر شعر کے کفریہ ہونے کا حکم فرماتے ہوئے لکھا ہے

> ''قرآن و حدیث کی عمر کو معاذ اللہ بت پرستی پر نثار کرنا قرآن و حدیث کی شدید توہین اور بت پرستی ملعونہ کی عظیم تعظیم ہے، یہ اگر کفر نہ ہو تو دنیا میں کوئی چیز کفر نہیں'' [فتاوی رضویہ جدید ۱۴/ ۳۸۸]

بلکہ الطاری الداری لہفوات عبد الباری جو حضور اعلیٰ حضرت کے ان مکاتیب کا مجموعہ ہے جو آپ نے علامہ لکھنوی کو لکھے تھے جس کو حضور مفتی اعظم ہند نے ترتیب دیا اس میں مجوزہ شعر کے دفاع میں امیر خسرو کے درج ذیل شعر

خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند
آرے آرے م.ی کن.م، باخلق وع.الم کار نیس.ت

اور سرمد کے درج ذیل شعر

، ب.اعج.ز و نیہ.از، جما.ہ نق.یدخ.و د را
رف.تی و نش.ار بہ.ت پرس.تے ک.ردی

کو سند بنانے پر بڑا زبردست تبصرہ کیا گیا ہے، اس تبصرہ کو یہاں بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ ملاحظہ ہو:

''بہت اشعار جہال بنا کر اکابر کی طرف نسبت کر دیتے ہیں حضرت خواجہ حافظ کا شعر بتاتے ہیں ؎

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام
با مس.....لماں اللہ اللہ ب.....ا برہمن رام رام

اگر شعر ؎

خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند
آرے آرے می کنم با خلق و عالم کار نیست

طرق معتمدہ شرعیہ پر حضرت امیر خسرو سے ثابت نہیں تو اس سے استناد مردود ہونا واضح ورنہ وہ یقینا اور اسی طرح سرمد کا کلام مصطلحات صوفیہ پر ہے جس طرح کلام حافظ میں وظیفہ شراب خوری سخت بے دین ہو گا وہ جو انہیں معانی لغویہ پر محمول کر کے برانڈی پینا اور بت پوجنا شروع کر دے کہ حافظ و خسرو جو فرما گئے ہیں۔۔۔۔ سرمد نے تو اس معنی مجازی کو بھی اپنے نفس پر ملامت میں کہا اور شکست دین بتایا کہ ؎

س....ر مدد ر دین عج....ب شکس....تی ک....ردی
ایم..ا..ں بف..دا ے چش...م مس...تی ک..ردی

اس کے بعد وہ شعر ہے اور یہاں معنی حقیقی کو فتح دین و اصلاح دین بنایا گیا ع بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

[الطاری الداری لہفوات عبد الباری، حصہ اول ص ۴۴]

اب اگر پھر بھی کوئی ان بزرگوں کی شطحیات کو دلیل بنا کر بت پرستی کا اعلان کرے، اپنے کلام میں بجائے حمد و نعت کے بت پرستی کی مدحت میں اشعار کہے اور اپنے بت پرست ہونے کا دعوی کرے نیز خود کو بت پرست کہنے پر فخر محسوس کرے، تو اس کے لئے ڈاکٹر اقبال کی زبان میں بس اتنا ہی پوچھنا کافی ہوگا کہ

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

الحاصل: بعض بزرگوں سے جو ظاہر شرع کے خلاف امور صادر ہوئے اصطلاح تصوف میں اسے شطح کہتے ہیں خواہ اس کی کتنی بھی تاویلیں ہو جائیں لیکن اسے شطح سے ہی تعبیر کیا جائے گا۔ اس کی ایک مثال پیش ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے عین القضاۃ ہمدانی کے خلاف شرع قول کو شطح سے تعبیر فرماتے ہوئے والد گرامی سے مسموع تاویل کا ذکر کیا ہے لکھتے ہیں:

> ''در تاویل شطح عین القضاۃ ہمدانی آنرا کہ شما خدا می دانید نزدیک ما محمد است و آنکہ شما محمد میدانید نزدیک ما خدا است''

(عین القضاۃ ہمدانی کی شطح کی تاویل میں، وہ جسے تم خدا جانتے ہو وہ میرے نزدیک محمد ہے اور جسے تم محمد جانتے ہو میرے نزدیک خدا ہے) [انفاس العارفین، فارسی، ص ۱۰۷]

عین القضاۃ ہمدانی کے قول کی تاویل بھی پیش کی جا رہی ہے مگر اسے شطح سے تعبیر کر کے یہ بھی اشارہ کیا جا رہا ہے کہ یہ بظاہر خلاف شرع ہے اور ایسی باتیں کرنے والے لوگ مجبور و معذور ہوتے ہیں کیوں کہ ان پر سکر کا غلبہ ہوتا ہے اور سکر کے غلبہ کے وقت ہی ان سے ایسا کلام و کام صادر ہوتا ہے جو بظاہر خلاف شرع نظر آتا ہے۔

شطحیات پر اصفیا و علما کا ردعمل:

گزشتہ سطور سے یہ بات صاف ہوگئی کہ اصفیائے کرام کے کلام میں اگر کوئی بات ظاہر شرع کے خلاف پائی جائے تو اسے اصطلاح تصوف میں شطح سے تعبیر کیا جاتا ہے اور شطح کا حکم بھی بیان کر دیا گیا کہ اس معاملہ

میں انسب سکوت ہی ہے، لیکن اگر کوئی عالم ایسے خلاف شرع قال وحال کی کوئی معقول توجیہ شرعی نہ حاصل کر سکے اور اس قول یا فعل سے قوم کی گمراہی کے امکانات نظر آتے ہوں تو اسے قانون شرع کی پاسداری کرنے کے سلسلے میں مورد طعن نہیں ٹھہرایا جائے گا، علما کو تصوف کی کتابیں پڑھنے کی ترغیب دینے والے اگر خود بھی کتابیں پڑھ لیا کریں تو شاید انہیں ایسی بہت سی مثالیں کتب تصوف میں مل جائیں گی کہ اصفیائے کرام نے خود بھی بعض اصفیا کی خلاف شرع باتوں پر حکم شرعی بیان کر کے حق شرع ادا کیا ہے علاوہ ازیں علما کو بھی قانون شرع پر عمل کرنے کی ترغیب وتعلیم دی ہے۔ ہم اس سلسلے میں چند حوالے پیش کرتے ہیں۔

شاہ مراد سہروردی مارہروی فرماتے ہیں:

''حضرت جنید امام تصوف تھے خلیفہ نے حکم دیا کہ فتوی پر ان کے دستخط بھی لئے جائیں حضرت جنید سمجھتے تھے کہ منصور بے قصور و مجبور ہیں مگر یہ بھی جانتے تھے کہ شریعت باطن کو نہیں ظاہر کو دیکھتی ہے اور ظاہر میں ایسا کہنا فی الواقع بروے شریعت کفر ہے اس لئے آپ صوفیانہ لباس اتار کر خانقاہ سے مدرسہ میں آئے علمائے ظاہر کا لباس زیب تن کیا اور محضر پر یہ لکھ دیا ''ظاہری طور پر منصور واقعی واجب القتل ہے باطن کو خدا ہی جانتا ہے'' [محفل اولیاء ص ۲۰۱، ۲۰۲]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

''ایں طائفہ و ممکنان ایشاں کہ جامع اند میان ظاہر و باطن و شریعت و حقیقت تسلیم ایشاں در آنچہ خبر دہند از احوال باطن و اسرار حقیقت لازم است وضابطہ دریں باب است کہ ہرچہ بی شبہہ مخالف مقتضائے علم و حکم شریعت بود انکار آں واجب است و ہرچہ دراں شبہہ بود توقف دراں لازم اگر قائل وفاعل آں مردی است کہ امام است در علم و عمل و مستقیم در تقوے وورع تاویل وتوجیہ قول و فعل وی باید نمود اگر مصلحت شرعی در رد آں بود تا باعث ضلال اضلال ناقصاں نگردد واں دیگر است''

یعنی اس جماعت کے کاملین جو شریعت و حقیقت دونوں کے جامع ہیں باطنی احوال اور حقیقت کے اسرار سے متعلق جو بھی کہیں اس کی تصدیق ضروری ہے اور اس باب میں ضابطہ یہ ہے کہ ان کی جو بات بلاشبہہ خلاف شرع ہو اس کا انکار واجب ہے اور جس میں شبہہ ہو اس میں سکوت اختیار کرنا چاہئے بشرطیکہ وہ بات ایسے بزرگ کی ہو جو علم و عمل اور ورع وتقوی میں امام کی حیثیت رکھتا ہو اور اس کے قول و فعل کی مناسب تاویل کر لینا مناسب ہے اور اگر اس کے رد کرنے ہی میں مصلحت شرعی ہوتا کہ وہ عوام کی گمراہی کا سبب نہ بن جائے تو دوسری بات ہے۔

[مکتوبات شیخ عبد الحق مع اخبار الاخیار ص ۱۰۰]

امام شعرانی فرماتے ہیں:

''بعض اوقات ایک عالم دین بعض صوفیہ پر عوام اور حجاب والوں پر رحم کرتے ہوے اس خوف کی وجہ سے انکار کرتا ہے کہ یہ لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے اسے پریشان کریں اور یوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیں یہ انکار اس صوفی پر من کل الوجوہ رد کے لئے نہیں ہوتا جیسا کہ شیخ برہان الدین البقاعی سے سیدی عمر بن الفارض رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں اس حکمت عملی کو اپنایا اور بعض دوسرے حضرات نے شیخ محی الدین العربی کے کلام میں گفتگو فرمائی''

[طبقات امام شعرانی مترجم بنام برکات روحانی ص ۴۰]

لہٰذا علمائے شریعت جو قانون شریعت کے پابند ہوتے ہیں انہیں خلاف شرع امور پر حکم زنی کا شرعا حکم ہے۔ انہیں اس سلسلے میں مجرم گردانا خود ایک بہت بڑا جرم ہے۔

بلکہ انہیں مطعون کرنا انہیں برا سمجھنا قانون تصوف اور قانون شریعت دونوں کی خلاف ورزی ہے۔ تصوف کی کتابوں میں ہمہ وقت مستغرق رہنے والے تصوف تصوف کی رٹ لگانے والے بزعم خویش صوفی بننے والے تصوف کی تعلیم پر خود کیوں عمل پیرا نہیں ہوتے؟ صوفیا کی روش کو اپنانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟

جب ظاہر کلام شریعت کے خلاف نظر آتا ہو تو علما کو حق شرع ادا کرنے پر ملامت کرنا اپنے مریدوں کو بس اسی کام پر مامور و مقرر کر دینا کیا یہی تصوف ہے؟ نہیں ہر گز نہیں تصوف یہ نہیں ہے بلکہ تصوف تو یہ ہے کہ حسین بن منصور حلاج کو جب سولی دی جارہی تھی تو لوگ ہر چہار طرف سے انگشت نمائی، طعنہ زنی، سنگ ریزی کر رہے تھے چند وفادار مریدوں نے اس وقت حضرت حلاج سے پوچھا کہ جو لوگ آپ پر پتھر برسا رہے ہیں آپ کو برا بھلا کہہ رہے ہیں طعنے دے رہے ہیں انہیں اجر ملے گا یا ہمیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں تو آپ نے جواباً فرمایا تھا کہ ان کو دوگنا ثواب ملے گا مریدوں نے حیرت سے پوچھا کیوں انہیں دوگنا کیوں؟ ہمیں اس سے کم کیوں؟ فرمایا کیوں کہ وہ شریعت پر عمل کر رہے ہیں اور تم میرے ساتھ حسن ظن رکھتے ہو، حسن ظن چوں کہ شریعت کی فرع ہے اور شریعت اصل ہے اس لئے انہیں تم سے دوگنا ثواب ملے گا۔

یہاں اس بات کی بھی وضاحت ضروری ہے کہ اصفیا کی خلاف

شرع باتوں کو عام کر کے یقیناً شریعت کی توہین کا ارتکاب کیا جاتا ہے قرآن وحدیث کچھ کہہ رہا ہے اور صوفی کا ظاہر کلام اس کے یکسر خلاف نظر آرہا ہے تو ایسی صورت میں بس اتنا ہی کہا جائے گا کہ بزرگوں کی جو باتیں دامن شرع کو داغدار کرتی ہوں انہیں پردۂ خفا میں ہی رکھنا لازم ہے۔ کیوں کہ ایسی باتیں عوام کی گمراہی کا سبب بنتی ہیں۔

شاہ مراد سہروردی مارہروی نے منصور حلاج کے نعرۂ اناالحق کے ضمن میں یہی کہا ہے وہ کہتے ہیں:

> ''میں خدا ہوں'' کے نعرے لگانا باطن والوں کے نزدیک کوئی حیثیت نہ رکھتا ہو خواہ وہ جنون و عشق ہی میں یہ نعرے لگا رہے ہوں اور ان کے پردے میں خود خدا ہی بول رہا ہو مگر اہل شریعت تو اس کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے اور نہ تصوف وعرفان کا یہ اصول ہے کہ رموز باطنی واشگاف کئے جائیں اور طریقت کے اصول کو شریعت پر تقدیم دی جائے یہ ایک بڑا فتنہ تھا عوام تو شریعت ہی کو سمجھتے ہیں اور شریعت ہی ہر امر اور ہر ترقی کی اساس و بنیاد ہے اور اسے تو تمام عوام وخواص اور علما اور اولیا کو مقدم ہی رکھنا پڑتا ہے اور کیوں نہ رکھیں کہ شریعت بھی تو اوامر و نواہی ربانی ہی کا نام ہے جب ایک شخص اپنی تمام بزرگیوں اور عبادتوں اور کرامتوں کے باوجود خود کو خدا کہے گا تو ضرور عوام گمراہ ہوں گے یہ اسرار سہی مگر اسرار والوں ہی کے لئے ہیں عوام انہیں کیا سمجھیں۔''

آخر میں بس اتنا اور عرض کر دوں کہ ولایت کے مرتبہ کمال تک پہنچنے کے لئے شریعت کی پاسداری لازم وضروری ہے ہر ایسی بات جو بظاہر خلاف شرع کسی صوفی کے منہ سے نکلتی ہے تو وہ اس کے اور اس کے مرتبہ کمال کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ امام شعرانی لکھتے ہیں کہ:

> '' حضرت سیدی علی الخواص رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی کامل اسی وقت مرتبہ کمال کو پہنچتا ہے جب کہ اس کا کلام ظاہر شریعت کو داغدار نہ کرے کیوں کہ شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی شریعت پر امین بنایا ہے''[طبقات امام شعرانی مترجم بنام برکات روحانی ص ۴۰]

لب لباب یہ کہ بزرگوں کی شطحیات کو دلیل بنا کر بت پرستی، کفر واسلام میں عدم امتیاز یا مساوات بلکہ اس سے دور رہنے کا پیغام عام کرنا شریعت کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے ایسی حرکتوں سے باز رہنا اور شریعت کے اوامر ونواہی کا پاس ولحاظ کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اللہ ہمیں خلاف شرع حرکات سے محفوظ فرمائے اور قانون شریعت کا پابند بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

(صفحہ 64 کا بقیہ)

جواب: گورنمنٹ نے اگر کوئی زمین بنام مدرسہ الاٹ کر دی تو اس الاٹ منٹ سے وہ مدرسہ کے لیے وقف نہ ہوگی البتہ اگر مسلمانوں نے اس پر مدرسہ تعمیر کر دیا تو وہ زمین مع عمارت بنام مدرسہ وقف ہوگئی ''رد المحتار'' میں ہے'' شرطہ شرط سائر الصبر عات افادان الواقف لا بدان یکون مالکہ وقت والوقف ملکابین ''(۶/ ۵۲۳)

اور فتاویٰ رضویہ میں ہے:'' اور جب کہ دینی مدرسہ نفع عام مسلمین کے لیے بنانا مقصود تھا اس میں کسی کی نیت یہ نہیں ہوتی کہ میں کسی جز کا مالک رہوں اور اس سے انتفاع ایک مدت محدود تک ہو پھر میری ملک میں واپس آئے جب کہ اپنی ملک سے خارج کر کے ہمیشہ کے لیے نفع مسلمین کے واسطے کر دینا مقصود ہوتا ہے اور یہی حاصل وقف ہے تو اگر چہ نصاً وہ سب لفظ وقف نہیں کہتے عرفاً دلالۃً وقف کرتے اور وقف ہی سمجھتے ہیں ذخیرہ وخانیہ وعالمگیریہ میں ہے رجل له ساحة لا بناء فیها امر قوما ان یصلوا فیها بجماعة فان امرهم بالصلوٰة فیها ابدا نصا بان قال صلوا فیها ابدا او امرهم بالصلوٰة مطلقا ونوی الابد صارت الساحة مسجدا وان وقت بالشهر او السنة لا نصیر مسجدا۔'' تو وہ ایک مکان ہے جس کی زمین وعمارت سب ان سب کی ملک مشترک ہو کر ان سب کی طرف سے وقف ہوئی'' (۶/ ۳۳۶، ۳۳۷) ردالمحتار میں ہے: قد ثبت الوقف بالضرورة وصورته ان یوصی بغلة هذه الدار للمساکین ابدا او لفلان بعده للمساکین ابدا فان الدار تصیر وقفا بالضرورة۔(۳/ ۳۵۹)

سوال (۴): اگر وہ زمین مدرسہ کے لیے وقف مانی جائے تو واقف کون کہلائے گا گورنمنٹ یا وہ مسلمان جنہوں نے اس پر مدرسہ تعمیر کیا؟

جواب: تعمیر سے قبل وقف نہیں اور جب مسلمانوں نے اس پر بنام مدرسہ عمارت بنادی تو اب وہ وقف ہے اور اس کے واقف مسلمان ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال (۵): بنام مدرسہ الاٹ شدہ زمین پر اگر آبادی کے مسلمانوں نے مسجد تعمیر کی تو صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: بنا مدرسہ الاٹ شدہ زمین پر مسجد تعمیر کرنا صحیح ہے البتہ یہ خیال رہے کہ پوری زمین پر مسجد بنانے میں اگر قانونی خطرات ہوں تو مدرسہ بھی تعمیر کریں اور ساتھ ہی مسجد بھی بنائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال (۶): اگر افتادہ زمین کو گورنمنٹی الاٹ منٹ کے بغیر مسلمانوں نے بنام مدرسہ ایکوائر کر لیا پھر وہاں مدسہ کے ساتھ مسجد بھی تعمیر کرنا چاہیں تو درست ہے یا نہیں؟

جواب: گورنمنٹی اجازت کے بغیر ایسی زمین پر مسجد نہ بنائی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

□□□

دل خراش............ایمان پاش

منظر پس منظر.........اور دعوت فکر

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری

اللہ جسے توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضان محبت عام تو ہے عرفان محبت عام نہیں

آج عالمی سطح پر جو بھونچال آیا ہوا ہے، اس میں مسلمانوں کی جان محفوظ ہے، نہ ایمان۔ایک طرف ہر دن مسلمانون کی بے دریغ جان جارہی ہے، تو دوسری طرف آزاد خیالی کے طوفان سے ایمان خطروں میں گھرتا جارہا ہے۔اگر جان کے لٹیرے کلمہ پڑھنے والے ہیں، تو ایمان کے لئے خطرے کا نشان بننے والے بھی کلمہ پڑھنے والے ہیں۔اس تناظر میں جان کا بچانا اگر مشکل ہورہاہے، تو ایمان کا بچانا اس سے مشکل تر۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جان کے لٹیروں کی اپنی پہچان ہے۔جس سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔مگر ایمان کے لٹیرے تو ہمارے بھیس میں ہیں۔وہ ہمارے جیسا کلمہ پڑھتے ہیں۔ہماری جیسی نمازیں پڑھتے ہیں، ہمارے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں، اس لئے ان کی پہچان مشکل سے اور بہت دن بعد کے ہوتی ہے۔وہ بھی کب......؟ جب وہ موقع دیکھ کر اپنا مافی ضمیر ظاہر کرتے ہیں۔اپنے مشن کو ذہن سے زمین پر لانے کی کوشش کرتے ہیں، تب اس وقت قدیم نظریات وافکار کو سینے سے لگا کر رکھنے والوں کو یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ اپنا نہیں ہے۔یہ تو غیروں کی بولی بول رہا ہے۔اجنبی اجنبی خیال ظاہر کررہا ہے، یہ ایسا خیال ہے جو ہمارے پرکھوں باپ دادوؤں کے خیال سے میل نہیں کھاتا ہے۔پھر جدید وقدیم خیالات کی کشمکش شروع ہوجاتی ہے۔نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشاد کے مطابق کہ ''قرب قیامت میں لوگ ایسی ایسی نئی باتیں بیان کریں گے، جن کو نہ تم نے نہ تمہارے آباؤ واجداد نے سنا ہوگا'' (مفہوم حدیث)

اب سے پہلے ماضی قریب وبعید میں لوگ ان تجربات ومشاہدات سے گذر چکے ہیں۔اب بھی لوگوں کو تازہ بہ تازہ واردات سے گذرنا پڑرہا ہے۔مثلاً تقریبا ۱۲/سو سال سے ''تقلید'' پر مسلمانوں کا اجماع واتفاق ہے۔مگر اب سننے اور دیکھنے میں آرہا ہے کہ مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوگئے ہیں، جو تقلید کو نفاقِ خفی کہتے ہیں (الاحسان، الٰہ آباد، شمارہ ۴) اس بات پر مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں تھا کہ ائمہ طریقت جتنے گزرے ہیں، وہ سب کے سب مقلد تھے۔

تحفظ ناموسِ رسالت کا قانون مسلمانوں کا متفق علیہ قانون ہے۔یہاں تک کہ حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات تو عرش و کرسی سے بھی بلند، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتا کی کوئی توہین کردے، تو وہ بھی کافر ہوجاتا ہے۔مگر اب سننے دیکھنے میں آرہا ہے کہ۔......''اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے۔ (ماہ نامہ خضر راہ، مئی، ۱۳)

قدرے تفصیل تو آگے ملاحظہ کیجئے آپ کو آپ کے ایمان کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں، یہ سارے خیالات نئے ہیں کہ نہیں......؟ افکار اسلامی سے متصادم اور جمہور امت کے خلاف ہیں کہ نہیں......؟ آخر اس طرح کے نا رواخیالات کو پھیلا کر وہ لوگ کیا دکھانا اور کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں......؟ وہ تو ان کا ضمیر جانے۔آپ بتایئے۔ان خیالات کے ظاہر ہونے اور پھیلنے پر مسلمانوں میں اختلاف ہوگا کہ نہیں......؟ اور اگر خدانخواستہ ان نئے نئے خیالات کو لوگ تسلیم کرلیں۔بار بار کی نمائش اور خوبصورت پیشکش پر لوگ حق جاننے لگیں، تو ان کا ایمان خطرے میں پڑے گا کہ نہیں......؟

اس گئی گذری دنیا میں بھی سر ہتھیلی پر لے کر ایمان کی حفاظت کرنے والے لوگ موجود ہیں، تھے، اور رہیں گے۔(غازی ممتاز قادری کی ابھی تازہ وزندہ مثال دنیا کے سامنے ہے) اس لئے پیارے نبی سرور عالم صلی اللہ وعلیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگوں کو ایمان بچانا اتنا ہی دشوار ہوگا جتنا اپنے ہاتھ پر انگار الینا......(حدیث مفہوم)

حال کے آئینے میں ان مبارک لفظوں کی معنوی تصویر دیکھئے تو لگتا ہے، وہ زمانہ آگیا۔میں سمجھتا ہوں آج جو شخص اپنا ایمان بچالے وہ اپنے زمانے کا مجاہد ہے۔ایک اور نئی بات سنئے عالم اسلام کے سنی مسلمان اس پر یقین رکھتے ہیں کہ کوئی لاکھ نماز پڑھے، روزہ رکھے، ارکان اسلام ادا کرے، اپنے اہل قبلہ ہونے کا اقرار واعلان کرتا پھرے، اگر بدقسمتی سے اس نے ایک ضرورت دینی کا انکار کر دیا، تو وہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔کلمہ، نماز پڑھنا، اہل قبلہ ہونا سب دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔مگر اب کچھ جدید یئے اس بات کا پرچار کررہے ہیں کہ.....

اہل قبلہ کی تکفیر درست نہیں ہے۔(ماہ نامہ خضرراہ ،دسمبر ۱۳ء)

جبکہ ائمہ اعلام کے فرمودات کی روشنی میں اہل قبلہ ہونے کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے،اور جب کسی نے اپنے قول یا عمل سے کسی ضرورت دینی کا انکار کر دیا تو وہ مسلمان ہی نہ رہا،اور جب مسلمان نہ رہا تو اہل قبلہ نہ رہا۔اب ایسے میں خیر خواہانہ جذبے سے دوسرے مسلمانوں کو ہوشیار و خبردار کرنے کے لئے شریعت کی ہدایت کے مطابق انہیں مسلمان نہ جانے انکے ساتھ وہی سلوک کرے، جو شریعت محمدی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کا مطلوب ہے،تو عاقبت نااندیش لوگ تلملا اٹھتے ہیں۔ان کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں اور کھلے لفظوں میں منکر ضروریات دینی کے کفر کا انکار کر کے زبردستی کھینچ تان کر انہیں مسلمان سمجھنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں۔یہ سازش وکاوش اس وقت بڑی شدت کے ساتھ شعوری یا غیر شعوری طور پر چل رہی ہے اور اس میں اچھے اچھے صاحبان جبہ و دستار گرفتار ہیں۔شاید یہ لوگ بھول رہے ہیں کہ کسی کے کسی کو مسلمان ماننے اور بتانے سے مسلمان نہیں ہوگا، بلکہ تمام ضروریات دین کے اقرار و تصدیق ہی سے وہ مسلمان ہوگا۔

اس طرح کی غیر سنجیدہ جدو جہد کرنے والے سوچیں اور غور کریں کہ اس طرح کی حرکتیں کر کے وہ اپنے ایمان کے ساتھ کتنا بڑا ظلم کر رہے ہیں۔اس لئے کہ شریعت کا صاف ستھرا ضابطہ ہے کہ جس طرح مسلمان کو مسلمان ماننا ضروریات دین سے ہے، ویسے ہی کافر کو کافر ماننا بھی ضروریات دین سے ہے۔اگر کوئی اس ضابطہ کے خلاف کرے گا، تو وہ **من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر** کی زد سے بچ نہیں سکے گا۔میں نے اپنے مطالعے ومشاہدے سے جہاں تک سمجھا ہے، وہ یہ کہ ایسے لوگوں کے پاس بلا امتیاز ہر طرح کے لوگ چاہے وہ ہندو ہوں، مسلم ہوں ۔شیعہ ہوں ،رافضی ہوں، وہابی ہوں، دیو بندی ہوں، اپنے ہوں بیگانے ہوں۔آتے ہیں اور وہ سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتے ہیں۔(مقدمہ نغمات الاسرار)

ایسے میں اگر وہ احقاق حق کریں گے تو لوگوں کا جمگھٹا ٹوٹ جائے گا۔جمعیت بکھر جائے گی۔اس لئے وہ اس پر اٹل ہیں کہ شریعت کا ضابطہ ٹوٹے تو ٹوٹے ،مگر آنے والے کا رابطہ نہ ٹوٹے۔ایسے لوگوں کی تحریریں، تقریریں، ان کی تربیتیں، نصیحتیں بول رہی ہیں کہ یہ لوگ سب سے مل جل کر رہنے اور سب سے ربط وضبط بنائے رکھنے کے قائل ہیں۔تبھی تو وہ اظہار حق کو مسلکی منافرت کہتے ہیں۔کیا وہ یہ نہیں جانتے......؟ جانتے اور ضرور جانتے ہیں کہ مسلکی منافرت تو فرمان رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصود و مراد ہے۔کیا شیعہ رافضی مرزائی وہابی دیو بندی وغیرہ کو مسلمان مان کر بھی کوئی مسلمان رہ سکتا ہے۔اگر نہیں تو کیوں......؟ وہ سب بھی تو اہل قبلہ ہیں اور آپ کا کہنا ہے کہ ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کریں گے، اگر آپ نہیں کر سکتے تو شریعت بھی آپ کو معاف نہیں کرے گی۔ان لوگوں کو مسلمان ماننا دور کی بات ہے، فرمان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ان کے ساتھ بیٹھو، نہ ان کو اپنے ساتھ بیٹھاؤ، نہ ان کے ساتھ کھاؤ نہ ان کو اپنے ساتھ کھلاؤ، نہ ان کے ساتھ پیو، نہ ان کو اپنے ساتھ پلاؤ، آخر حدیث تک، آخر اتنے کھلے لفظوں میں اس ممانعت کی کچھ توجہ ہوگی، یہی وہ مسلکی منافرت ہے جو اگر کسی آدمی سے نکل جاتی ہے تو صلح کلیت اسے آدبوچتی ہے، اور آہستہ آہستہ اسے ارتداد کی منزل تک پہنچا دیتی ہے۔ آنجناب تو یہ سب گلفشانیاں کریں اور اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

''جب وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت ان کی محبت، کا نام ونشان نہ رہے، فوراً ان سے الگ ہو جاؤ ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو ان کی صورت ان کے نام سے نفرت کھاؤ''۔(تمہید ایمان۔ص:۱۰)

کہاں گیا اعلیٰ حضرت سے محبت کا دعویٰ ، کہاں گیا مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ، دعویٰ جھوٹا اور نعرہ کوکھلا ہی رہے گا، جب تک قولاً فعلاً، تحریراً، تقریراً اس کا ٹھوس ثبوت نہیں مل جاتا۔عمل کچھ اور ہے دعویٰ کچھ اور۔عمل کچھ اور ہے نعرہ کچھ اور ہے۔اس دورنگی کو اسلام کس نام سے یاد کرتا ہے سب جانتے ہیں۔

ان ضروری تفصیلات کے بعد اب آیئے اصل مسئلہ کی طرف ماہ نامہ خضرراہ، الہ آباد جو شیخ ابومیاں کے فکر سازی اور سرپرستی میں نکلتا ہے، اس کے شمارہ دسمبر ۱۴ رعیسوی میں ایک مضمون چھپا ہے۔جس کا عنوان ہے''اہل قبلہ کی تکفیر احادیث کی روشنی میں''اس مضمون پر جوادارتی نوٹ لگا ہے، وہ دیدۂ عبرت سے پڑھنے کے لائق ہے۔اس میں صاف لکھا ہے۔اس میں پیش کردہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر یا انہیں مشرک قرار دینا درست نہیں ہے۔(ص ۱۲)

اس عبارت کا اس کے سوا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ اس وقت بنام اسلام جتنے فرقے ہیں سب مسلمان ہیں۔کیوں کہ وہ اہل قبلہ ہیں۔یعنی قادیانی نبوت کا دعویٰ کرے پھر بھی مسلمان۔شیعہ قرآن میں نقص نکالے پھر بھی مسلمان۔وہابی رسول پاک کی کھلی توہین کرے پھر بھی مسلمان۔ دیو بندی ختم نبوت کا انکار کرے، علم نبوت کو ارذل جانوروں سے تشبیہ دے، مگر پھر بھی مسلمان، وغیرہ وغیرہ۔جبکہ اس بات پر اجماع امت ہے کہ یہ سب فرقے آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے دین سے خارج ہیں۔جس کو جمہور اہلسنّت نے خارج کر دیا ان کو کچھ لوگ آج کل داخل کرنے کی کوشش میں ہیں۔اس میں کیا راز ہے کیا منفعت ہے یہ تو وہی جانیں۔سنی دنیا جمہور فقہائے کرام کے اقوال وفرمان پر یقین واذعان رکھتی ہے کہ یہ لوگ منکرین ضروریات دین ہیں۔لہٰذا کافر و مرتد ہیں۔جو لوگ ایسوں کے ایمان پر مصر ہیں۔بتایئے وہ

بیک جنبش قلم وزبان اجماع کا انکار نہیں کر رہے ہیں اور اجماع کا انکار کیا ہے۔خوب اچھی طرح سوچ لیجئے۔افسوس یہ ہے کہ اپنی اس حرکتِ مکروہی پر بزعم خود حدیث کا سہارا لیتے ہیں۔آپ پورا مضمون پڑھ جائیے اور ایک بار نہیں کئی بار پڑھ جائیے۔ہر جگہ یہی کوشش پھیلی ہوئی نظر آئے گی کہ مطلقاً اہل قبلہ کی تکفیر درست نہیں ہے۔نہ کہیں کوئی قید ہے نہ شرط۔نہ کہیں یہ صراحت ہے کہ اہل قبلہ کون ہیں......؟ہمارے ائمہ کرام خصوصاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اہل قبلہ کس کو کہا ہے کہیں کوئی اس کا ذکر نہیں ملے گا۔ائمہ کرام کی قیود وشروط سے صرف نگاہی کا نتیجہ ہے کہ اپنا خود ساختہ پسندیدہ مفہوم دلیری کے ساتھ بیان کر دیا اور نہیں سوچا کہ اس کلام کا انجام کیا ہوگا......؟اس کو تسلیم کر کے کتنے لوگ اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔اس لئے کہ اس کو مانتے ہی سب کی زبان پر عدم تکفیر کا تالا لگ جائیگا۔اسی مضمون کی دوسری قسط خضرِ راہ جنوری ۱۵ء کے شمارے میں چھپی ہے۔اس میں جو چمتکاری دکھاتی ہے وہ دیکھنے اور سننے کے لائق ہے۔اسی عجوبہ کاری کی وجہ سے اس بات کو پیش کرنے سے پہلے مجھے اپنی کتاب ''حضور امینِ شریعت : حیات اور کمالات'' کے چوتھے باب حضور امینِ شریعت اور مسلک اعلیٰ حضرت میں اس جملے کا ان لفظوں میں خیر مقدم کرنا پڑا ہے۔اس میں عنوان کے نیچے ادارتی نوٹ کے اوپر جو ایک لائن ہے، آخر کچھ تو ہے جس کی وجہ سے مجھے اس سطر کا اضافہ کرنا پڑا ہے۔بات یہ ہے کہ وہ ایک لائن جس جگہ پر ہے اور جس انداز میں ہے۔اس میں صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون نگار کی اپنی بات ہے اور کوئی خاص بات ہے جسے ہیڈنگ کے نیچے ادارتی نوٹ کے اوپر جگہ ملی ہے۔تاکہ پہلی نظر میں پچھلی بات کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں ہے، کو بھر پور تائید مل جائے زیر بحث جملہ یہ ہے۔''جو ہماری طرح قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے، وہ مسلمان ہے'' (خضر راہ، ص:۱۰)

اس بات کو اس طرح پیش کیا ہے کہ کسی زاویئے سے بھی لگتا ہی نہیں ہے کہ یہ حدیث ہے، اس لیے کہ بیچ میں یہ سطر، اس کے اوپر اصل سرخی ہے، اس کے نیچے ادارتی نوٹ اور اب اس کے نیچے حدیث پیش کرنے کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔جو حدیث نمبر ۶ سے شروع ہوتی ہے۔ہم اہلسنّت وجماعت کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ جب بھی حدیث شریف تحریر فرماتے ہیں، تو پہلے یہ ضرور لکھتے ہیں کہ رسول پاک نے ارشاد فرمایا، یا اس جیسا کوئی اور لفظ اور اخیر میں کم از کم اتنا ضرور لکھتے ہیں (حدیث) تاکہ عام لوگوں کی بات نبی پاک کی پیاری بات میں امتیاز ہو جائے۔اب میرا یہ کہنا ہے کہ کیا اس طرح بغیر اداب ولوازمات کے حدیث شریف کو عام آدمی کی بات کی طرح بیان کرنا بے ادبی نہیں ہے؟ نمبر ۲ حدیث کو اس طرح بیان کرنا کہ وہ بیان کرنے والے کی بات معلوم ہو یہ حدیث کے تقدس کے خلاف نہیں ہے اور تیسری اور آخری بات یہ کہ بغیر کسی قید وشرط کے اس فکر کو اگر عام کر دیا جائے کہ تمام اہل قبلہ مسلمان ہیں، تو بتایا جائے کہ دنیا سے امان اٹھے گا کہ نہیں؟ ہر بد مذہب بدعقیدہ کو موقع مل جائیگا کہ وہ اپنے مومن ہونے کا یقین رکھے اس لئے کہ وہ اہل قبلہ ہے اور حدیث میں اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔اس وقت بتائیے ملت میں کتنا بڑا انتشار پیدا ہوگا۔

اسی تناظر میں ایک آدمی ہے وہ اہل قبلہ ہے، مگر رافضی، قادیانی وہابی، دیوبندی کو مسلمان مانتا ہے، تو اس کی یہ حرکت اس کیلئے ایمان پاش ہے کہ نہیں یقیناً یہ اس کیلئے بھی ایمان پاش ہے اور اس کے لئے بھی جس نے یہ راستہ دکھایا، یہ دروازہ کھولا۔کیا قادیانی وہابی وغیر ہم کو مسلمان مان کر بھی کوئی اہل قبلہ رہ سکتا ہے......؟نہیں ہرگز نہیں۔اس لیے کہ اہل قبلہ ہونے کیلئے مسلمان ہونا شرط ہے، اس بات کو میں نے اپنی مذکورۃ الصدر کتاب میں اس طرح لکھا کہ اگر آپ واقعی سنی صحیح العقیدہ ہیں......؟ آپ کو اپنے عقیدے سے پیار ہے اور تمام اعمال کی قبولیت کا دارومدار آپ ایمان کو سمجھتے ہیں اور اس نقطۂ نظر سے ایمان کی حفاظت کی فکر رکھتے ہیں تو مجھے یقین ہے آپ لرز اٹھیں گے، دیکھئے یہ دلخراش، ایمان پاش جملہ، ہم نے دلخراش اور ایمان پاش حدیث مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو نہیں لکھا، کون صاحب ایمان حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا کہہ سکتا ہے بلکہ ہم نے مضمون نگار کی اس جرأت کو کہا ہے، جو اس نے حدیث کی پیشکش میں کیا ہے اور اپنے مشن کو تقویت دینے کی کوشش کی ہے اور اہم الاہم بات یہ ہے کہ ہم نے اپنی عبارت کے اخیر میں کہا ہے دیکھئے یہ جملہ، یہ جملہ کا لفظ شاہد عدل ہے کہ میری مراد حدیث مصطفیٰ نہیں ہے بلکہ مضمون نگار کی بات ہے۔ورنہ مجھے جملہ کہنے کی کیا ضرورت تھی، میں حدیث مصطفیٰ لکھ سکتا تھا۔اگر میں لکھتا دیکھئے حدیث مصطفیٰ، تو بات اور تھی۔مگر میں نے لکھا، دیکھئے یہ جملہ تو معہود ذہنی اور ہے، میں اپنے قارئین ہی سے پوچھتا ہوں اور قند مکرر پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی آدمی اس حدیث کے ظاہر پر ایمان رکھتے ہوئے قبلہ رخ نماز پڑھتے ہوئے، تمام اہل قبلہ کو مسلمان مانے تو کیا اس کا یہ عمل اس کے لئے ایمان پاش ہوگا کہ نہیں۔بیشک ہوگا۔ضرور ہوگا۔بس اتنی سی بات تھی، جس کو یار لوگوں نے بغض وحسد کا وسیلۂ اظہار بنالیا اور میڈیا پر وہ شور مچایا کہ جیسے انہیں دارین کی دولت مل گئی ہو اور بلا خوف وخطر میڈیا پر بیان جاری کر دیا کہ مولانا نجم القادری صاحب نے حدیث کو دل خراش اور ایمان پاش کہہ دیا۔اگر انہیں اپنے ہی ایمان کی فکر ہوئی اور مفہوم حدیث جو فقہا نے بیان کیا ہے، وہ ان کی نظر میں ہوتا تو ہرگز ایسا نہیں کہتے۔یہاں تو بس ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، سب سے مل جل رہنے کی جو دعوت دینا ہے، اس کے لئے کچھ تو سہارا چاہئے۔بس لے لیا حدیث شریف کے ظاہر کا سہارا۔اور چلا دیا گمراہی کا پتھر اور نہیں دیکھا کہ ان کا اپنا ہی وجود گھائل ہو رہا ہے۔اپنے ہی بچھائے ہوئے جال میں وہ پھنس چکے ہیں۔میں سمجھتا ہوں ایسا کرنا ان کی مجبوری بھی ہے، اگر وہ ایسا نہیں کرتے، تو بدمذہبوں سے میل جول کا جواز کہاں سے ملتا۔لہٰذا لکھ مارا کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں ہے۔اس

حدیث کا وہی مفہوم لینا ہوگا، جو فقہاء اسلام نے لیا ہے۔ تمام فقہاء کے فکر پر اپنی فکر کو ترجیح دینا۔ دین میں نیا راستہ نکالنے کے مترادف ہے۔ ہزاروں رحمتوں کے پھول برسیں امام احمد رضا کی تربت منور پر کہ آپ نے اہل قبلہ کی ایسی تشریح فرمادی کہ ایمان اپنے تمام تر لوازمات کے ساتھ تحفظات کے قلعے میں آج سکون کی سانس لے رہا ہے۔ رقمطراز ہیں"اصطلاح ائمہ میں اہل قبلہ وہ ہے کہ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو، ان میں سے کسی ایک بات کا منکر ہو تو قطعا، یقینا، اجماعاً کافر مرتد ہے۔ ایسا کہ جو اسے کافر نہ کہے خود کافر ہے"(تمہید ایمان، ص:۳۱)

اور کسی طرح کا کوئی خدشہ و دغدغہ نہ رہے، اس لئے کہ اس کی مزید وضاحت کے لئے مواقف کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔"ہمارے علما جو فرماتے ہیں کہ کسی گناہ کے باعث اہل قبلہ کی تکفیر روا نہیں، اس سے نرا قبلہ کو منھ کرنا مراد نہیں کہ رافضی جو بکتے ہیں کہ جبرئل علیہ لسلام کو وحی میں دھوکا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مولیٰ علی کرم اللہ تعالی وجہ کی طرف بھیجا تھا اور بعض تو مولی علی کو خدا کہتے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھیں، مسلمان نہیں اور اس حدیث کا بھی یہی مراد ہے، جس میں فرمایا جو ہماری جیسی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کو منھ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔(تمہید ایمان ص ۳۲)

عافیت اسی میں ہے کہ حدیث کی وہی مراد لی جائے جو امام احمد رضا نے لیا ہے ورنہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے من مانی چھیڑ خانی اس کو بھی لے ڈوبے گی اور اس کو بھی جو اس کے حمایتی ہوں گے کسی پر کوئی حتمی حکم لگانے سے پہلے اچھی طرح سوچ لینی چاہئے کہ کہیں وہ حکم لوٹ تو نہیں رہا رہے۔ یہ وہ مقام ہیں جہاں سانسیں رک جاتی ہیں اور اچھے اچھوں کے پر جلنے لگتے ہیں۔ کسی کو کافر کہنے کہ حوالے سے اعلیٰ حضرت کی احتیاط دیکھئے فقہاء اسلام کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں:"جس مسلمان سے کوئی ایسا لفظ صادر ہو جس میں سو پہلو نکل سکیں، ان میں ۹۹/ پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے، ہم اسے کافر نہ کہیں گے۔ آخر ایک پہلوں اسلام کا بھی تو ہے۔ کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلوں مراد رکھا ہو۔(تمہید ایمان ص،۳۶)

ڈاکٹر طاہر کے کفر پر تاویل کا دروازہ ڈھونڈنے والوں کی آنکھوں پر تعصب کی ایسی پٹی بندھی کہ تاویل کے سارے دروازے بند نظر آئے۔ دوسرے پر گمراہی کا الزام لگانے والے اپنے دامن پر نظر ڈالیں کہ الزامات کے کتنے داغ سے ان کا دامن داغدار بنا ہوا ہے۔ ذرا اپنے اس دلخراش اور ایمان پاش جملے پر نظر ڈالیں کہ اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے(خضر راہ، مئی، ۱۳)

دیابنہ، وہابیہ، رافضی، وچکڑالوی اور اہل حدیث وغیرہ کون سا فرقہ ایسا ہے، جو اپنے غلط افکار و نظریات کی موقع پڑنے پر تاویل نہیں کرتا۔ لیکن ابو میاں کے زیر سایہ نکلنے والے رسالے میں صاف کہہ دیا گیا ہے کہ اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ وہ فرقہاء باطلہ جن کی بدمذہبی حد کفر کو پہنچی ہوئی ہے، تو ان پر علماء حرمین شرفین کے علاہ ساری دنیا کے علمائے حق اہلسنّت و جماعت، بلکہ سواد اعظم اہل سنت و جماعت کی جانب سے ان کے عقائد کفریہ کی وجہ سے حکم کفر ہے، تو ابو میاں کی جانب سے سواد اعظم اہل سنت و جماعت کی کھلی مخالفت نہیں تو اور کیا ہے؟ اور جمہور علماء کے خلاف اپنا عقیدہ گڑھنے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ ہے کوئی جواب۔ تار عنکبوت سے زیادہ کچا عقیدہ رکھنے والے دیوار آہنی پر سنگ باری کی نادان جتن میں لگے ہیں 'ہم کسی کی تکفیر نہیں کریں گے" کیا مطلب ؟ رافضی نبی کی شان میں کچھ بھی بکے ہم اسے مسلمان ہی سمجھیں گے، وہابی نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کتنی بھی گالیاں دیں ہم اسے مسلمان ہی سمجھیں گے۔ دیوبندی آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی بھی گستاخی کرے، ہم اسے مسلمان ہی سمجھیں گے۔ معاذ اللہ...... اس سے بڑھ کر دلخراش اور ایمان پاش نظریہ کیا ہو سکتا ہے۔ جبکہ محبت رسول کریم علیہ الصلاۃ و التسلیم کا تقاضہ تو یہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں بے ادبوں سے دوستی کا نہیں دشمنی کا سلوک کیا جائے اور اشداء علی الکفار کے مطابق شدت سے جائے گی، انہیں اپنا دشمن سمجھا جائے۔ کیا حضرت علی کرم اللہ وجہ کا یہ ارشاد نظر سے نہیں گذرا، دشمن تین طرح کے ہوتے ہیں۔ اپنا دشمن، اپنے دوست کا دشمن ہے۔ دشمن کا دوست، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے ہمدردی رکھ کر ان سے محبت و ان سے حمایت کر کے روحِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کتنا جھوٹا ہے۔ اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ کیا جھوٹ بولنے کی لئے نبی کی محبت ہی رہ گئی تھی۔ حالانکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی جان ایمان ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کتنے واشگاف انداز میں ارشاد فرمایا ہے ؎

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے کی میری جان ہیں یہ

قرآن و حدیث ایک طرف آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت کی تعلیمات سے مالامال ہیں، تو دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدگویوں، عیب جویوں اور نکتہ چینیوں کی سزا سے لبالب، خاتم الفقہاء حضرت علامہ امام سید ابن عابدین شامی حنفی قدس سرہ اس حوالے سے بہت ساری آیتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ ساری آیتیں ایسے بدبخت کے کفر و قتل پر شاہد ہیں۔

(گستاخان انبیاء وصحابہ کا حکم، ص ۱۹، مطبوعہ فلاح ریسرچ فاؤنڈیشن دہلی ۲۰۱۴ء)

محقق علی الاطلاق حضرت علامہ امام کمال الدین ابن ہمام صاحبِ فتح القدیر کے حوالے سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا تحریر فرماتے ہیں:"یعنی جس

کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کینہ ہو وہ مرتد ہے۔ تو گستاخی کرنے والا بدرجۂ اولیٰ کافر ہے، اور اگر نشہ (بلا اکراہ) پیا اور اس حالت میں کلمۂ گستاخی بکا جب بھی معاف نہ کیا جائے گا (فتاویٰ رضویہ، ۶/۳۹)

حضرت امام قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں: ''جن کلمات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نقص کا پہلو نکلتا ہو، مثلاً جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برملا گالی دی یا ایسے کلمات کہے جو عیب جوئی کے لئے استعمال ہوتے ہوں، یا ان الفاظ سے آپ کی ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے مبارک دین، اسوہ یا فضائل میں سے کسی خصلت کو زک پہنچتی ہو، یا ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی قسم کی تعریض کرے۔ یا اسی قسم کے اور دوسرے الفاظ استعمال کرے، تو ایسے تمام الفاظ سب وشتم میں شمار ہوں گے اور ایسے الفاظ کہنے والے کے لئے وہی حکم ہے، جو اہانت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرنے والے کے لئے ہے۔ یعنی واجب القتل ہے اور اسی کلام پر تمام علماء اور اہل فتویٰ کا اجماع ہے، جو صحابہ کرام علیہم اجمعین کے دور مبارک سے آج تک قائم وجاری ہے، (الشفاء، ۲/۲۱۴)

اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت 'تمہید ایمان' کے آخر میں رقمطراز ہیں۔ ''جو انہیں کافر نہ کہے، جو ان کا پاس ولحاظ رکھے، جو ان کی استادی یا رشتے، یا دوستی کا خیال کرے وہ بھی ان ہی میں سے ہے۔ ان ہی کی طرح کافر ہے۔ قیامت میں ان کے ساتھ ایک رسی میں باندھ دیا جائے گا۔ (ص:۴۸)

خود زمانۂ نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بہت سے گستاخان نبی قتل کئے گئے۔

۱۔ کعب بن اشرف یہودی تھا، جب اس نے حضور کو اذیت پہنچائی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کا حکم فرمایا اور اسے قتل کر دیا گیا۔

۲۔ ابو رافع یہودی گستاخی کرتا تھا، حضور نے چند صحابہ کو اس کے قتل کا حکم دیا، حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے اسے قتل کر دیا۔

۳۔ ابن خطل یہ بڑا بے باک اور بے ادب تھا فتح مکہ کے دن جان بچانے کے لئے کعبہ شریف کے غلاف میں چھپ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے وہیں قتل کر دو اور وہ قتل کر دیا گیا۔

یہ رہے گستاخان رسول کے حق میں نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان وعمل اور یہ ہے سید سراواں والوں کا فرمان ''ہم کسی کی تکفیر نہیں کریں گے'' الاماں والحفیظ

اس سے بڑھ کر دلخراش اور ایمان پاش بات اور کیا ہوگی......؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عشاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، وہ کب کسی گستاخ کی گستاخی برداشت کر سکتے تھے۔ ان کے کردار وعمل سے حضور تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر، عشق ومحبت ادب واحترام کا اظہار ہوتا تھا۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ کوئی بد طینت ان کے سامنے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی وبے ادبی کرے اور وہ اس کے خلاف کوئی دوٹوک فیصلہ نہ کریں۔ سارے صحابہ گستاخ رسول کے کفر وقتل پر متفق ہیں۔

۱۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مانعینِ زکوٰۃ سے جہاد فرمایا، جس میں کتنے لوگ تہہ تیغ ہوئے۔ اسی طرح دنیا کے سامنے عظمت مصطفیٰ کا ایک دستور آپ نے مرتب فرمایا۔

۲۔ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بشر نامی منافق کو حضور کے فیصلہ پر مطمئن نہ ہونے کی وجہ سے قتل کیا۔

۳۔ ایک منافق نماز میں اکثر 'سورۃ عبس' پڑھا کرتا تھا۔ آپ نے بلا کر اسے قتل کر دیا۔ اس طرح کے واقعات سے پتا چلتا ہے کہ جس طرح گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کفر وقتل پر عہد رسالت میں عمل ہوا۔ اسی طرح عہد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں بھی اسی حکم پر عمل کیا گیا تا کہ امت مسلمہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی گستاخ کے کفر وقتل کے متعلق شک وشبہ میں مبتلاء نہ ہو۔ آج بھی اسی بات پر امت کا اجماع ہے کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے اور مباح الدم ہے۔ اور سید سراواں والوں کا کہنا ہے کہ 'آج ہم کسی فرد کی تکفیر نہیں کریں گے' کیا اس دلخراشی اور ایمان پاشی کو امت معاف کر دے گی ......؟۔ دنیا میں پاکستان وہ پہلا ملک ہے، جہاں کے پارلیامنٹ میں اہانت رسول کے مجرم کے لئے سب سے پہلے سزائے موت کا قانون بلا بحث ومباحثہ کے پاس ہوا۔ پھر دوبارہ پاکستانی پارلیامنٹ میں اسی قانون کی تائید وتوثیق کی گئی۔ یہ امت صرف اپنے نبی کی محبت میں سرشار ہونے کی وجہ سے زندہ اور تابندہ ہے۔ جس دن یہ چراغ بجھ جائے گا سمجھ لیجئے اسی دن اس امت نے اپنی موت پر دستخط کر دیا اور یہ وہی محبت رسول کا داعیہ تھا کہ مسرور اُمتاز قادری نے پھانسی کے پھندے کو چوم لیا آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ادائے فدا کارانہ کو اتنا پسند فرمایا کہ ۷۰ رلاکھ لوگ اس کے نماز جنازہ میں حاضر ہو گئے۔ ابھی نومبر ۲۰۱۵ میں لکھنؤ کے کملیش تیواری نے محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت بڑی بے ادبی کی۔

ہندوستان کا مسلمان ابل پڑا اور اکثر وبیشتر شہروں میں بھاری بھرکم مظاہرے ہوئے۔ حکومت ہند کو میمورنڈم پیش کیا گیا۔ جس میں پھانسی کا مطالبہ کیا گیا۔ ایک طرف تو یہ پس منظر ہیں، دوسری طرف منظر یہ ہے کہ ''ہم کسی فرد کی تکفیر نہیں کریں گے۔ یہ مسلمانوں کے دلوں سے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نقش کو مٹانے کے خفیہ اقدامات تو نہیں ہے۔؟ غور کرنے کی ضرورت

ہے اور مجھے تو اس فکر کا رشتہ وحید الدین خان صدر اسلامی مرکز دہلی کے فکر سے ملتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ دیکھئے اس کی یہ دلخراش ایمان پاش تحریر۔ ان کی یعنی اہل سنت وجماعت کے خیال کے مطابق اگر کوئی شخص پیغمبر کی ذات کے معاملے میں گستاخی کا کلمہ کہدے، تو وہ بھڑک اٹھیں گے اور چاہیں گے کہ ایسے آدمی کو قتل کر ڈالیں۔ ایسے لوگ اپنے پیغمبر کے بارے میں کتابیں لکھیں گے۔ ان میں شاعرانہ مبالغہ آرائی تو بہت ہوگی، لیکن علمی اور تاریخی مواد ان کے اندر بہت کم پایا جائے گا۔ مزید لکھا 'شاتم کی حیثیت ایک مدعو کی ہے، شاتم کو دعوت دینا ہے، نہ کہ قتل کرنا۔ بظاہر شاتم دشمن نظر آتا ہے، تب بھی اپنی فطرت کے اعتبار سے وہ ایک انسان ہے۔ اگر اس کے سامنے اسلام کا دین حکیمانہ انداز میں پیش کیا جائے تو عین ممکن ہے کہ وہ اسلام کی حقانیت کا اعتراف کرے اور اس کی دشمنی دوستی میں تبدیل ہوجائے۔ (الرسالہ دہلی، ۱۹ اگست ۲۰۱۵)

اللہ تعالی ایسے لوگوں سے اہلسنّت وجماعت کا تحفظ فرمائے، جن کے نزدیک گستاخِ رسول بھی مجرم نہیں، بلکہ معافی کے قابل ہے۔ استغفر اللہ من ذالک الھفوات۔

ایسی سپاٹ تحریروں میں کہیں بھی محبت رسول کی رمق اور عظمت رسول کی چمک نظر نہیں آتی۔ یہ ایک ایسی امت کی تحریر معلوم ہوتی ہے، جس کا نبی سے رشتہ یا تو منقطع ہوگیا ہو یا بس دکھاوے کا ہو۔ کاش یہ لوگ ایمان کی ضرورت واہمیت کو سمجھتے! اور سمجھتے کہ ایمان کے لوازمات کیا ہیں۔

ابھی دو چار دن پہلے "پاسبان حق" گروپ پر ایک دلآویز واقعہ پڑھا تھا، جو نبی کی محبت کے حوالے سے ہم سب کو اپنا اپنا قبلہ درست کر لینے کی دعوت دیتا ہے۔ راوی لکھتے ہیں: "میں فرانس میں رہنے والا ایک مسلمان ہوں۔ ایک دن میں کافی شاپ میں بیٹھا، کافی پی رہا تھا کہ میرے برابر والی ٹیبل پر ایک داڑھی والا آدمی مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں اٹھ کر اس کے پاس جا بیٹھا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا آپ مسلمان ہیں......؟ اس نے مسکرا کر جواب دیا نہیں، میں جارڈن کا یہودی ہوں اور پیرس میں اسلام پر پی، ایچ ڈی کر رہا ہوں۔ میں نے پوچھا اسلام کے کس پہلو پر آپ پی، ایچ، ڈی کر رہے ہیں؟ تو شرما گیا مگر بولا مسلمانوں کی شدت پسندی پر ریسرچ کر رہا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا تمہاری ریسرچ کہاں تک پہنچی؟ اس نے کہا میری ریسرچ مکمل ہو چکی ہے۔ اب میں پیپر لکھ رہا ہوں میں نے پوچھا تمہاری ریسرچ کا نچوڑ کیا ہے؟ اس نے دائیں، بائیں دیکھا اور آہستہ آواز میں بولا، میں پانچ سال کی مسلسل تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔ مسلمان اسلام سے زیادہ اپنے نبی سے محبت کرتے ہیں۔ یہ اسلام پر ہر قسم کا حملہ برداشت کر جاتے ہیں۔ لیکن یہ نبی کی ذات پر اٹھنے والی کوئی انگلی برداشت نہیں کرتے۔ میری ریسرچ کے مطابق مسلمان جب بھی لڑے، جب بھی اٹھے، جب بھی لپکے، اس کی وجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی، آپ خواہ اس کی مسجد پر قبضہ کر لیں، آپ اس کی حکومتیں ختم کر دیں، آپ قرآن مجید کی اشاعت پر پابندی لگادیں، یا آپ ان کا سارا خاندان لوٹ لیں، یہ برداشت فرمالیں گے۔ لیکن جونہی ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام غلط لہجے میں لیں گے، یہ تڑپ اٹھینگے۔ اور اس کے بعد آپ پہلوان ہوں یا فرعون، یہ آپ کے ساتھ ٹکرا جائیں گے۔ میری تحقیق ہے، جس دن مسلمان کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں رہے گی۔ اس دن اسلام ختم ہوجائے گا۔ چناچہ آپ اگر اسلام کو ختم کرنا چاہتے ہیں، تو آپ کے مسلمانوں کے دل سے ان کا رسول نکال ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے کافی ختم کی اور اجازت لیکر چلا گیا۔ لیکن میں اس دن سے ہکا بکا بیٹھا ہوں۔ میں اس یہودی کو اپنا محسن سمجھتا ہوں کیونکہ میں اس سے ملاقات سے پہلے تک صرف سماجی مسلمان تھا، لیکن اس نے مجھے دو فقروں میں پورا اسلام سمجھا دیا۔ میں جان گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اسلام کی روح ہے اور یہ روح جب تک قائم ہے، اس وقت تک اسلام کا وجود بھی سلامت ہے۔ جس دن یہ روح ختم ہوجائے گی، اس دن ہم میں اور یہودیوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔

اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد میں تو دعا گو ہوں کہ عالم اسلام میں اس واقعہ کی روح سرایت کر جائے، تاکہ تقریریں ہوں، تو نبی کی محبت والی ہوں۔ تحریریں ہوں تو نبی کی محبت والی ہوں۔ کتابیں لکھی جائیں، تو محبت رسول والی لکھی جائیں۔ رسالے نکلیں تو محبت رسول سے لبریز نکلیں۔ پھر تو مسلمانوں میں نہ کوئی خلش ہوگی نہ رنجش۔ نہ خلفشار ہوگا نہ انتشار۔ یہ جتنی چیزیں ہو رہی ہیں، صرف نبی کی محبت سے آنا کانی کی وجہ سے ہو رہی ہیں۔ کاش پھر مسلمانوں کے دلوں میں نبی کی محبت کا جذبہ پہلے کی طرح جاگ جائے۔ پھر تو چاہتوں کا سویرا ہوگا، الفتوں کی چاندگی ہوگی، ناموس رسالت کا پھریرا ہر طرف لہرا رہا ہوگا جو مومنوں کے دل کی آواز ہے، قلب صادق کی تمنا ہے اور وہ دن مسلمانوں کے لئے عروج کا دن ہوگا، اقبال وسربلندی کا دن ہوگا۔ مگر اس کے لئے ضروری ہے، مذکورہ سراواں والوں کے فکر سے جتنی فکر ملتی جلتی ہے، وہ تمام بحر ظلمات کی نذر ہوجائے۔ انہیں طرح کے افکار مسلمانوں کی عزت وعظمت اور دینی ودنیاوی دونوں سرخروئی وسرفرازی کے لئے زہر قاتل ہیں۔ خدا ہر سنی کو محفوظ رکھے۔ بس یہ کہہ کر بات ختم کردوں کہ

اللہ جسے توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضان محبت عام تو ہے عرفان محبت عام نہیں

□□□

تنقید و احتساب

قبا قبرستان پر وہابیوں کا ظلم

وہ مقدس تاریخی قبرستان جس میں کئی صحابہ مدفون تھے اسے پارکنگ بنادیا گیا

(ادارہ)

مسجد قبا کے پہلو میں قائم تاریخی قبرستان کو رمضان المبارک سے قبل مسمار کر دیا گیا۔ جب کہ اسلام کی اولین ''مسجد قبا'' کے ساتھ قائم تاریخی قبرستان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین کی قبریں موجود تھیں، قبرستان دو قطار میں تھا۔ درمیان میں مختصر راستہ تھا۔ اطلاع کے مطابق پارکنگ کے لیے قبرستان مسمار کر دیا گیا۔ گزشتہ شب ہم جب مسجد قبا گئے تو دیکھا کہ قبرستان کی زمین کے اکثر حصوں پر کانکریٹ سے کام کیا جا چکا تھا جب کہ باقی حصوں پر کام جاری تھا۔ یہاں ھم دونوں تصاویر دے رہے ھیں ایک شہادت سے قبل کی ھے اور دوسری ابھی کی۔ سعودی حکومت کے ذریعے ترکی کے انخلا 1924ء کے بعد سے اب تک کئی اسلامی آثار جن میں جنت البقیع، جنت المعلی، شہدائے بدر سمیت صحابہ کرام کے مزارات پر تعمیر قبوں کو شہید کیا جا چکا ھے۔ اب حال میں مسجد قبا کے قبرستان کی شہادت نا قابل برداشت سانحہ ھے۔ جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ھے۔ اسلامی آثار کو اس طرح مسمار کیے جانے پر مسلم ممالک کی مجرمانہ خاموشی حیران کن ھے۔ اس ضمن میں سنی جمیعۃ العلماء، نوری مشن، رضا اکیڈمی، غریب نواز اکیڈمی مالیگاؤں ودیگر سنی تنظیموں نے مذمتی بیان میں یہ کہا کہ حرمین میں تمام اسلامی آثار کا تحفظ یقینی بنانا سعودی فرمانروا کی ذمہ داری تھی لیکن مسلسل ان کی شہادت سے عالم اسلام کے مسلمان سخت صدمے سے دوچار ھیں۔ سعودی حکومت فوری طور پر مسجد قبا کے قبرستان کو بحال کرے اور اس طرح کے جتنے بھی مقامات شہید کیے گئے ان کی بحالی کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ اس طرح کی حرکات سے یہود ونصاری کو تقویت مل رہی ھے۔ ایسا بیان غلام مصطفی رضوی/شہباز اختر رضوی مالیگاؤں کے توسط سے جاری کیا گیا۔

مسجد قبا کے تاریخی قبرستان کے عنوان پر ساری دنیا کے غیر مقلد اور وہابی دیوبندی علماء کی مجرمانہ خاموشی۔

کعبہ کا ایسا امام کسی مومن کی نظر میں کس طرح لائق احترام ہوسکتا ہے جس کا دامن صحابہ کرام کی مقدس قبروں کو اکھیڑنے اور اکھاڑ پھینکنے کے جرم سے داغدار ہو چکا ہے؟ سعودی وہابی علماء اور نجدی حکمرانوں کا کہنا ہے کہ ''ہم نے مسجد قبا کے قبرستان کو حج وعمرہ کے عازمین کی سہولت کے لیے پارکنگ میں تبدیل کیا ہے....اس عظیم خدمت پر مسلمانوں کو سعودی علماء اور حکمرانوں کا شکر گزار ہونا چاہئے'' سعودی نجدی علماء وحکمرانوں کو اس طرح کی بات کہتے ہوئے کوئی شرم اور جھجک محسوس نہیں ہوئی یہ ان کی بے غیرتی کی ایک مثال ہے۔ بھولے بھالے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے وہابی فرقہ ہر جگہ یہ جھوٹا داعوی کرتے نہیں تھکتا کہ ان کا ہر عمل قرآن وسنت کے مطابق ہوتا ہے اب وہابی غیر مقلد مولویوں کو اور کعبہ کے وہابی امام کو یہ بتانا ہوگا کہ قرآن نے کہاں مسلمانوں کے قبرستان کو اکھاڑ کر وہاں پارکنگ زون بنانے کی تعلیم دی ہے؟ اور حضور علیہ السلام نے کس قبرستان کی قبروں کو کھود کر وہاں دوسرے کاموں کے لئے کوئی چیز تعمیر کروائی تھی؟ اگر قبروں کو اکھاڑ پھینکا ہی اسلام ہوتا تو پھر قبروں کو بنانے کی اجازت ہی کیوں دی جاتی؟ ہندوستان سمیت ساری دنیا کے وہابی، دیوبندی اور غیر مقلد مولوی صاحبان اس عنوان پر بت بن کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ نہ انہیں کچھ دکھائی پڑ رہا ہے، نہ سنائی دے رہا ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر دار العلوم دیوبند سے فتوی جاری ہوتے ہیں مگر اتنے بڑے سانحہ پر دیوبند کے مدرسے کی مجرمانہ خاموشی اس بات کا اعلان ہے کہ اہل دیوبند بھی صحابہ کرام کی مقدس قبروں اکھاڑ پھینکنے اور مسجد قبا کے تاریخی قبرستان کو پارکنگ میں تبدیل کرنے کے اس بدبختانہ عمل کو درست جانتے اور مانتے ہیں جو قرآن وسنت کے احکامات وفرمودات کے بالکل خلاف ہے۔

مسجد قبا کے پہلو میں قائم تاریخی قبرستان کو رمضان المبارک سے قبل مسمار کر دیا گیا۔

جون 2016ء/۱۲/رمضان المبارک جمعۃ المبارک کو حاضری دی تو ان کا نام ونشان تک نہ تھا فرش بنا دیا گیا قاری محمد صدیق صاحب بتا

تنقید و احتساب

رہے تھے کہ قبل رمضان المبارک میں قباء شریف میں نوافلِ عمرہ ادا کرنے کے لیے حاضر ہوا تو قبور کو بلڈوزر کے ذریعے اکھاڑا جا رہا تھا توبہ استغفر اللہ نجدی اسلامی آثار اور متبرک مقامات اور مزارت کے ازلی دشمن ہیں جنت المعلیٰ اور جنت البقیع شریف میں صحابہ و اہل بیت کرام تابعین اور تبع تابعین اولیاء کاملین محبوبانِ خدا کے مزارات کو جس بیدردی سے مٹایا وہ دنیا جانتی ہے۔

صحابہ کی آرام گاہوں پر مشتمل تاریخی قبرستان مسمار، دنیا بھر کے مسلمانوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔

کراچی (نامہ نگار) سعودی حکومت نے مسجد قبا کے پہلو میں قدیم تاریخی قبرستان کو رمضان المبارک سے قبل مسمار کر دیا،

جب کہ قبرستان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین کی قبریں موجود تھیں، قبرستان دو قطار میں تھا۔ درمیان میں مختصر راستہ تھا۔ اطلاعات کے مطابق مقدس قبرستان کے اوپر گاڑیوں کی پارکنگ کیلئے جگہ بنائی جارہی ہے، عینی شاہدین کے مطابق قبرستان کی اراضی پر تیزی کیساتھ تعمیراتی کام جاری ہے۔

واضح رہے کہ 1924ء میں خلافت عثمانیہ اور ترک حکمرانوں کے انخلاء کے بعد سے سعودی حکمرانوں نے اب تک کئی اسلامی آثار جن میں جنت البقیع، جنت المعلی، شہدائے بدر سمیت کئی صحابہ کرام کے مقبروں کو شہید کیا ھے، جس پر پاکستان سمیت دنیا بھر کے مسلمانوں کو شدید تشویش رہی ہے، جبکہ حال میں مسجد قبا کے قبرستان کی شہادت کے بعد پاکستان کے بیشتر مذہبی حلقوں میں شدید بے چینی دیکھنے میں آرہی ہے، لوگ سراپا احتجاج ہیں اور فی الفور قبرستان کو اسکی اصل حالت میں واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اسی ضمن میں مسلم ممالک کے حکمرانوں کی مجرمانہ خاموشی حیران کن ھے۔ اس حوالے سے پاک و ہند کی سنی تنظیمات اور انجمن ضیائے طیبہ کراچی نے مذمتی بیان میں کہا ہے کہ حرمین میں تمام اسلامی آثار کا تحفظ یقینی بنانا سعودی فرمانروا کی ذمہ داری تھی لیکن مسلسل ان کی شہادت سے عالم اسلام کے مسلمان سخت صدمے سے دوچار ھیں۔ سعودی حکومت فوری طور پر مسجد قبا کے قبرستان کو بحال کرے اور اس طرح کے جتنے بھی مقامات شہید کیے گئے ان کی بحالی کے لیے فی الفور پالیسی بنائے، انجمن ضیائے طیبہ کے ترجمان کا کہنا تھا کہ اس طرح کی حرکات سے یہود و نصاریٰ کو تقویت مل رہی ہے۔

□□□

اعلان برائے اشتہارات:

''دو ماہی الرضا انٹرنیشنل''، آپ کا اپنا محبوب رسالہ ہے۔ ماشاء اللہ پہلے ہی شمارے سے رسالہ نے اپنی شناخت قائم کرلی ہے اور بڑے پیمانے پر قارئین کی تعداد حیرت انگیز طور پر بڑھتی جارہی ہے۔ ہمارا موجودہ سرکولیشن تقریباً ۲۵۰۰/تک پہنچ چکا ہے، جو کہ ملک و بیرون ملک کے تمام اردو دوست قارئین پر مشتمل ہے۔ آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اپنی تنظیم یا ادارہ یا تجارت سے متعلق اشتہارات دے کر اپنے ادارے یا تنظیم کی تشہیر کریں یا اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ رسالے کے سرکولیشن کے حساب سے اشتہاری دروں میں کافی رعایت رکھی گئی ہے۔

میگزین کا بیک پیج (ملٹی کلر)	۳۰۰۰
ٹائٹل کے بعد اندر کا پیج (ملٹی کلر)	۲۵۰۰
میگزین کے بیک کے اندر کا پیج (ملٹی کلر)	۲۰۰۰
میگزین میں کہیں بھی فل پیج (سنگل کلر)	۱۵۰۰
میگزین میں کہیں بھی ہاف پیج (سنگل کلر)	۱۰۰۰
میگزین میں کہیں بھی (کوارٹر) ایک چوتھائی (سنگل کلر)	۵۰۰

□□□

غلط فہمی یا بہتان تراشی

مفتی رضوان احمد نوری شریفی
خادم الجامعۃ البرکاتیہ گھوسی، مئو۔ یوپی

ماہنامہ جام نور شمارہ نومبر ۲۰۱۵ء میں پروفیسر فاروق احمد صدیقی صاحب کا ایک مراسلہ پڑھنے کا اتفاق ہوا جس میں انھوں نے ''خلاصۂ تحقیق انیق'' پر افسوس ظاہر کیا ہے اور میرے مرشد اجازت شاہکار علم وفن آبروئے سنیت حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کے لب ولہجہ اور طرز بیان کو حد درجہ افسوس ناک، دل خراش اور اذیت ناک بتاتے ہوئے لکھا ہے:

> مولانا اسید الحق قادری علیہ الرحمہ کی شہادت مارچ ۲۰۱۴ء میں ہوئی ہے یعنی اپنے مقالے کی اشاعت کے بعد وہ تقریباً نو سال تک زندہ و تابندہ رہے لیکن کسی ممتاز علمی شخصیت نے ان کا تحریری تعاقب کرنے کی جسارت نہیں کی آج اچانک کیا مصیبت آگئی ہے کہ مولانا اسید الحق قادری علیہ الرحمہ کے نقطۂ نظر کی تردید میں پورا زور قلم صرف کیا گیا ہے، اس کے باوجود بات بنتی نظر نہیں آتی''

پھر لکھتے ہیں:

> اور سب سے بڑی بات یہ کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تحقیق عمیق بھی مولانا اسید الحق قادری علیہ الرحمہ کے موقف کی تائید کرتی ہے (یعنی ۷۲ رفرقے ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے) ملاحظہ ہو عصر حاضر کے جید عالم دین، معتبر فقیہ حضرت مفتی مطیع الرحمٰن رضوی کے ایک گراں قدر مقالے کا یہ اقتباس: ''امام احمد رضا نے بھی۔۔''

[مقالہ: علامہ اسید الحق اور امام احمد رضا بریلوی، مشمولہ جام نور کا عالم ربانی نمبر، ص/۲۶۶]

پھر لکھتے ہیں:

> ''میں نہیں سمجھتا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی المولی تعالیٰ کے ان واضح ارشادات کے بعد اس سلسلے میں مزید بحث و تمحیص کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے''

(۱) میں تو اپنے آپ کو علمی شخصیت سمجھتا ہی نہیں چہ جائے کہ ممتاز علمی شخصیت۔ پھر بھی میں نے مولانا موصوف کی زندگی میں اپنے قسط وار مضامین سے ثابت کر دیا تھا کہ بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے لیکن مولانا کی طرف سے اس کی کوئی تردید نہیں ہوئی۔

(۲) لب ولہجہ سے متعلق پروفیسر صاحب کی شکایت اس وقت اچھی لگتی جبکہ پروفیسر صاحب خود اسی لب ولہجے کے شکار نہ ہوتے ایک مختصر سے مراسلہ میں کئی مقامات پر غیر مہذب لب ولہجہ اختیار کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر صرف ایک عبارت ملاحظہ ہو

> ''ماہنامہ کنز الایمان شمارہ جولائی ۲۰۱۵ء میں جناب رضوان احمد شریفی کا مضمون ''خلاصۂ تحقیق انیق'' پڑھ کر افسوس ہوا کہ خواہ مخواہ ایک گڑے مردے کو اکھاڑ کر انھوں نے پرسکون علمی ماحول کو مکدر کرنے کی کوشش کی ہے''

یہ ہے پروفیسر صاحب کے لب ولہجہ کا ایک نمونہ۔ سچ ہے دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آجاتا ہے مگر اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں نظر آتا۔ سوچنا چاہئے کہ ان کے بقول ''گڑے مردے'' کو کس نے اکھاڑ کر علمی دنیا میں ذہنی پراگندگی اور انتشار پیدا کیا، میرے مضامین سے تو اس انتشار کا خاتمہ ہوا اور لوگوں نے چین وسکون کا سانس لیا۔ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی پیش کردہ عبارت اگر پروفیسر صاحب سمجھے ہوتے تو مفتی مطیع الرحمٰن صاحب کی شخصیت سے مرعوب ہو کر ایک غلط نظریہ کی تائید نہ کرتے۔

بہر حال جب میں نے مفتی مطیع الرحمٰن صاحب کے اقتباس کے حوالہ میں ''جام نور کا عالم ربانی نمبر'' کا نام دیکھا تو خیال ہوا کہ مفتی صاحب موصوف کا پورا مقالہ پڑھنا چاہئے لہذا عالم ربانی نمبر منگوایا اس کا مطالعہ کیا مطالعہ کے بعد میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ مفتی مطیع الرحمٰن صاحب جیسی علمی شخصیت نے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی عبارت سے کیسے سمجھ لیا کہ ۷۲ رفرقے ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے۔ افتراق امت سے متعلق پورا مقالہ ناظرین کے سامنے ہے اس مقالے میں کہاں کہاں لغزش ہوئی ہے اسکی نشاندھی ضروری ہے تاکہ لوگوں کو سمجھ میں آجائے کہ بغیر تحقیق کے صرف شخصیت سے مرعوب ہو کر غلط نظریہ قائم نہیں کرنا چاہئے، مقالہ یہ ہے۔

(حدیث میں ہے کہ ''عنقریب میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی جن میں سے ایک فرقہ نجات یافتہ ہوگا باقی تمام فرقے جہنمی

موبائل نمبر: 09839178545

ہونگے"۔ "امت" کی دو قسمیں ہیں: (۱) امت دعوت (۲) امت اجابت۔ اسی طرح جہنمی بھی دو طرح کے ہونگے۔ (۱) جو ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے۔ (۲) جو جہنم میں اپنے کیے کی سزا پا کر بالآخر اس سے نکل آئیں گے اکثر شارحین حدیث میں اس حدیث کے تحت لفظ "امت" سے مراد "امت اجابت" لے کر "جہنمی" کے تعلق سے بڑی بحثیں کی ہیں۔ جن حضرات کے نزدیک یہاں جہنمی سے مراد ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں رہنا ہے ان کے نزدیک جو حضرات دعویٰ ایمان کے ساتھ کفر کے مرتکب ہیں جیسے شیعوں کا وہ طبقہ جو قرآن کو ناقص مانتا ہے، وہابیوں کا وہ طبقہ جو حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے کو شرعاً ممکن بتاتا ہے، وغیرہ وغیرہ، وہ امت اجابت میں ہونے کے باوجود ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے۔ اور جن حضرات کے نزدیک یہاں جہنمی سے مراد "جہنم میں اپنے کیے کی سزا پا کر اس سے نکل آئیں گے" ہے، ان کے نزدیک دعویٰ ایمان کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرنے والے امت اجابت میں داخل ہی نہیں رہتے ہیں، امت اجابت سے نکل کر امت دعوت میں داخل ہوجاتے ہیں۔ شارحین کے اس اختلاف سے ایک نیا اختلاف رونما ہوتا ہے کہ حدیث پاک میں جن بہتر فرقوں کی پیشین گوئی فرمائی گئی ہے، آیا وہ بہتر فرقے کفار و مرتدین کے ہیں یا صرف اہل بدعت اور گمراہوں کے؟ اول الذکر حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ وہ اپنے کیے کی سزا پا کر جہنم سے نکل آئیں گے۔

بلاشبہ ہر فریق کے پاس اپنے اپنے موقف پر دلائل ہیں، اس لیے کسی بھی موقف کو بالکلیہ غلط و باطل نہیں کہا جاسکتا ہے، البتہ راجح و مرجوح کی بات الگ ہے۔ محقق دوانی، امام ربّانی مجدد الف ثانی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی مولانا عبد الحلیم، مولانا محمد نعیم، مولانا عبد الحی فرنگی محلی، مولانا انوار اللہ فاروقی، اس بات کے قایل ہیں کہ حدیث پاک میں جن بہتر فرقوں کے جہنمی ہونے کی پیشین گوئی فرمائی گئی ہے، وہ بہتر فرقے ہمیشہ ہمیش جہنم میں نہیں رہیں گے، بلکہ اپنے کیے کی سزا پا کر جہنم سے نکل آئیں گے۔ چنانچہ مکتوبات امام ربانی جلد سوم صفحہ ۶۷ رمطبع نول کشور لکھنؤ مکتوب نمبر ۶۷ رمیں ہے:

بایددانست کہ مراد از قول آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسلام کہ در حدیث تفریق ایں امت بہ ہفتا دو دو فرقہ واقع شدہ است **کلھم فی النار الا واحدۃ** دخولِ شان است در نار و مکثِ شان است در عذاب آں، نہ خلود در نار و دوام در عذابِ آں کہ منافی ایمان است ومخصوص بکفار است۔" جاننا چاہیے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ ارشاد مبارک **کلھم فی النار الا واحدۃ** جو حدیث افتراق امت میں آیا ہے اس سے مراد ان کا جہنم میں داخل ہونا اور عذاب میں کچھ وقت گزارنا ہے نہ کہ خلود فی النار اور عذاب میں ہمیشہ ہمیش رہنا، جو ایمان کا منافی اور کفار کے ساتھ مخصوص ہے۔"

مولانا عبد الحی کے مجموعہ فتاویٰ ۱/۸۹ مطبع یوسفی ۱۳۱۴ھ میں ہے:

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بعد میرے امت میری کے تہتر فرقے ہوجائیں گے۔ ایک ناجی اور سب ناری ہوں گے۔ آیا نار سے مراد کفار ہیں یا مسلمان فاسقان؟ کہ بہ سبب عصیاں کے دوزخی ہوجائیں گے۔ بعضے کہتے ہیں کہ سب اہل ہوا کافر ہیں، ایک فرقہ مسلمان ہے جس کو اہل سنت والجماعت کہتے ہیں۔

الجواب: کتب عقائد اور فقہ میں اس طرح لکھا ہے کہ بہتر فرقے جو اہل ہوا ہیں ایک بھی کافر نہیں۔

اس فتوے کی تصدیق کرتے ہوئے مولانا محمد نعیم فرنگی محلی لکھتے ہیں: فی الواقع حدیث افتراق امت میں ناری سے مراد مسلمین فاسقین ہیں، شامت عصیاں سے دوزخ میں جاویں گے۔"

اس موقف پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ بہتروں فرقے اگر جہنم سے نکل آئیں تو پھر اہل سنت کے وہ افراد جو اپنے گناہوں کے سبب جہنم میں جائیں گے اور ان جہنمی فرقوں میں فرق کیا ہوگا؟ حضرت محقق دوانی شرح عقائد جلالیہ صفحہ ۱۴ مطبع علویہ لکھنؤ ۱۲۷۰ھ میں اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

کلھا فی النار من حیث الاعتقاد فلا یرد انہ لو ارید الخلود فیھا فھو خلاف الاجماع فان المؤمنین لا یخلدون فی النار و ان ارید بہ مجرد الدخول فھو مشترك بین الفرق اذ ما من فرقۃ الا و بعضھم عصاۃ بہتر فرقے عقیدے کے اعتبار سے دوزخی ہوں گے، لہذا یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ مسلمان بالاجماع ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے۔ اور اگر اس سے مراد جہنم میں جا کر اپنے کیے کی سزا پا کر نکل آنا ہے تو یہ بات تمام فرقوں میں مشترک ہے، کیوں کہ ہر فرقے میں کچھ نہ کچھ گناہ گار ضرور رہیں۔"

حاشیہ میں مولانا عبد الحلیم فرنگی فرماتے ہیں:

وجہ عدم الورود انا نختار الشق الثانی ای مجرد الدخول فی النار و لا نسلم انہ مشترك بین الفرق فان دخول الفرق الھالکۃ فی النار من حیث الاعتقاد، اافراد الفرقۃ الناجیۃ و ان تدخل فی النار لکنھم لا یدخلون من حیث الاعتقاد بل ان دخلوا فمن حیث العمل اعتراض اس لئے نہیں پڑ رہا کہ ہم دوسری شق یعنی جہنم میں جا کر اپنے کئے کی سزا پانے کے بعد نکل آنا مراد لیتے ہیں لیکن یہ تسلیم نہیں کہ یہ بات تمام فرقوں میں مشترک ہے: اس لیے کہ ہلاک ہونے والے فرقوں کا جہنم میں جانا ان کے عقائد کی وجہ سے ہوگا اور فرقۂ ناجیہ کے افراد اگر دوزخ میں جائیں گے تو عقائد کی وجہ سے نہیں، عمل کی وجہ سے جائیں گے۔"

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ صفحہ ۱۹ / ۷ افضل المطابع کلکتہ ۱۲۵۲ھ میں فرماتے ہیں:

''مراد بدخول نار ونجات از اں بجہت عقیدہ است نہ عمل، والا دخول فرقۂ ناجیہ در نار بجزائے عمل نیز جائز است۔ ایں فرق ہمہ اہل قبلہ اند وتکفیر آنہا مذہب اہل سنت و جماعت نہ، اگرچہ کفر بر آنہا لازم آمد۔ ان فرقوں کو جہنم میں داخل ہونے اوراس سے نجات پانے سے مراد یہ ہے کہ عقیدے کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے عمل کی وجہ سے نہیں۔ ورنہ عمل کی وجہ سے فرقۂ ناجیہ کا بھی جہنم میں جانا ممکن ہے یہ تمام فرقے اہل قبلہ ہیں، مذہب اہل سنت کے مطابق ان کی تکفیر نہیں ہوگی، اگرچہ ان پہ کفر لازم آتا ہو۔''

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۲۵ / ۲۶ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ میں فرماتے ہیں:

علما پنج، شش جواب ازیں شبہ نوشتہ اند کہ در شرح عقائد ملا جلال وحواشی آں مذکور و مسطور اند۔ ومنتخب اجوبۂ مذکورہ سہ جواب است۔ جواب اول کہ ارجح واقویٰ ست جواب محقق دوانی است کہ باعتبار شق ثانی جواب دادہ اند۔ حاصلش آں کہ مراد دخول است من حیث الاعتقاد فرقہ ناجیہ را اصلاً از جہت اعتقاد دخول نار نخواہد شد، اگرچہ از جہت تقصیرات عمل در نار داخل شوند۔

علمانے اس شبہ کے پانچ چھ جوابات دیے ہیں، جو شرح عقائد ملا جلال اوراس کے حواشی میں مذکور ہیں، ان جوابات میں سے تین جواب منتخب ہیں۔ پہلا جواب جو سب سے زیادہ راجح اور قوی ہے، وہ محقق دوانی کا جواب ہے جو انہوں نے شق ثانی کو اختیار کرکے دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دخول من حیث الاعتقاد مراد ہے اور فرقۂ ناجیہ اعتقاد کی وجہ سے جہنم میں نہیں جائے گا، اگرچہ عمل میں کوتاہی کی وجہ سے دوزخ میں جائے۔''

امام احمد رضا نے بھی فتاوی رضویہ ج ۶ ص تا ۲۴۸ میں مندرج رسالہ سبحن السبوح کے تازیانہ ۱۱، ۱۲، ۱۳ کے تحت تکمیل جمیل میں شاہ اسماعیل دہلوی کا رد کرتے ہوئے یہی موقف اپنایا ہے، فرماتے ہیں:

اقوال: او جھوٹی نظیروں سے بے چارے عوام کو چھلنے والے! اس تفرقہ کی سچّی نظیر دیکھ: مسلمان کو، اہل بدعت کے بہتر فرقے پورے گنا کر کہئے: رافضی، وہابی، خارجی، معتزلی، جبری، قدری، ناصبی وغیرہ نہیں تو بے شک اس کی بڑی تعریف ہوئی اور بعینہ یہی کلمات کسے کافر کے حق میں کہیے تو کچھ تعریف نہیں۔ حالاں کہ یہ سالبہ قضیہ دونوں جگہ قطعاً صادق۔ تو کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسلمان باوجود قدرت رافضی، وہابی ہونے سے بچا، لہٰذا محمود ہوا۔ اوراس کافر کو رافضی، وہابی ہونے پر قدرت ہی نہ تھی لہٰذا مدح نہ ٹھہرا؟ کوئی جاہل سا جاہل یہ فرق نہ سمجھے گا بلکہ تفرقہ وہی ہے کہ جب یہ فرقے اہل قبلہ کے ہیں تو مسلمان کے حق میں ان بہتر کی نفی، سنّی ہونے کا اثبات کرے گی، لہٰذا اعظم مدائح سے ہوا اور کافر سرے سے مقسم یعنی کلمہ گوہی سے خارج، تو ان کی نفی سے کسی وصف محمود کا اس کے لیے اثبات نہ نکلا، ولہٰذا مفید مدح نہ ٹھہرا۔''

مولانا اسید الحق نے بھی اپنی کتاب ''حدیث افتراق امت'' میں اسی موقف کو راجح قرار دیتے ہوئے اختیار کیا ہے، لکھتے ہیں:

''گزشتہ صفحات میں ہم نے زیر بحث حدیث میں ''فی النار'' سے دخول فی النار مراد لینے کے لیے اکابر علمائے اہل سنت کے حوالے پیش کیے تھے، لہٰذا ہم بھی ۔۔۔۔۔ کے دامن میں پناہ لیتے ہوئے یہاں ''فی النار'' سے ''دخول فی النار'' مراد لینے ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔''

(۱) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''جن حضرات کے نزدیک یہاں جہنمی سے مراد ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں رہنا ہے انکے نزدیک جو حضرات دعوئ ایمان کے ساتھ کفر کے مرتکب ہیں جیسے شیعوں کا وہ طبقہ جو قرآن کو ناقص مانتا ہے، وہابیوں کا وہ طبقہ جو حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے کو شرعاً ممکن بتاتا ہے وغیرہ وغیرہ وہ امت اجابت میں ہونے کے باوجود ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے''

یہاں پر مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ امت اجابت میں ہونے کے باوجود ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے''

صحیح نہیں ہے اس لئے کہ جو اسلام سے خارج ہوکر مرتد ہوگا وہی ہمیشہ جہنم میں رہے گا وہ امت اجابت سے نکل کر امت دعوت میں داخل ہو جاتا ہے چنانچہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں ''خبثائے مبتدعین مثل وہابیہ ورافضیہ وغیر مقلدین'' امت اجابت سے نہیں کافروں کی طرح امت دعوت سے ہیں، لہٰذا اجماع میں ان کا خلاف معتبر نہیں ۱ ۔اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں ''ابن علیہ مردے از محدثین است عدادو در مجتہدین ائمہ نیست واگر باشد منفرد ست و ظاہر یہ خود مبتدع اند ومبتدع را در اجماع اعتبار نیست ووفاقش ملحوظ نہ شود و بخلافش خلل نہ پزیرند لانھم لیسوا من الامۃ علی الاطلاق کما فی التوضیح و غیرہ لیسوا من امۃ الاجابۃ و انما ھم من امۃ الدعوۃ کما فی المرقاۃ وغیرھا''۲ (ابن علیہ محدثین میں سے ایک شخص ہے اس کا شمار ائمہ مجتہدین میں نہیں ہے اور اگر ہے تو منفرد ہے اور ظاہریہ خود

بدعتی ہیں اور بدعتی کا اجماع میں کوئی اعتبار نہیں اور ان کے اتفاق کا لحاظ نہیں ہوتا اور ان کے خلاف سے خلل نہیں ہوتا اس لیے کہ وہ امت مطلقہ میں سے نہیں ہیں جیسا کہ توضیح وغیرہ میں ہے کہ وہ امت اجابت میں سے نہیں بلکہ وہ امت دعوت میں سے ہیں جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے)۔

(۲) اور آگے لکھتے ہیں ''اور جن حضرات کے نزدیک یہاں جہنمی سے مراد'' جہنم میں اپنے کیے کی سزا پا کر اس سے نکل آئیں گے'' ہے ان کے نزدیک دعویٰ ایمان کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرنے والے امت اجابت میں داخل ہی نہیں رہتے ہیں امت اجابت سے نکل کر امت دعوت میں داخل ہوجاتے ہیں''

اس عبارت میں تضاد ہے اس لئے کہ جہنم سے نکلنے والے وہ لوگ ہونگے جنکی بدعت وگمراہی حد کفر تک نہیں پہنچی ہے اور ایسے لوگ امت اجابت ہی میں رہتے ہیں امت اجابت سے نکل کر امت دعوت میں داخل نہیں ہوتے اور جو دعویٰ ایمان کے ساتھ کفر کا مرتکب ہوگا وہ جہنم سے نکلے گا ہی نہیں۔

(۳) پھر تحریر کرتے ہیں ''محقق دوانی، امام ربانی مجدد الف ثانی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، مولانا عبد الحلیم، مولانا محمد نعیم، مولانا عبد الحئ فرنگی محلی، مولانا انوار اللہ فاروقی، اس بات کے قائل ہیں کہ حدیث پاک میں جن بہتر فرقوں کے جہنمی ہونے کی پیشین گوئی فرمائی گئی ہے وہ بہتر فرقے ہمیشہ ہمیش جہنم میں نہیں رہیں گے، بلکہ اپنے کئے کی سزا پا کر جہنم سے نکل آئیں گے''

پھر انکی عبارتیں پیش کی ہیں میں نے اپنے قسط وار مضامین میں ان تمام اقوال پر روشنی ڈالتے ہوئے انھیں کے اقوال کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک بھی وہ فرقے جنکی گمراہی حد کفر تک پہنچ چکی ہے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور مزید برآں ''تحقیق انیق'' میں حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی نے بھی دلائل و براہین کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ جن بہتر فرقوں کے جہنم میں داخل ہونے کی پیشین گوئی فرمائی گئی ہے وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے یہی تمام اکابر علما کا نظریہ ہے اور یہی حدیث شریف میں مراد و مقصود ہے۔ لہذا ناظرین میری کتاب ''۷۲ ر فرقے ہمیشہ جہنم میں'' اور حضور تاج الشریعہ کی ''تحقیق انیق'' کا مطالعہ کر کے اطمینان حاصل کر سکتے ہیں۔

۱۔ فتاویٰ رضویہ ششم ص ۳۴ ۲۔ فتاویٰ مصطفویہ ص ۵۵۷

(۴) آخیر میں لکھتے ہیں ''امام احمد رضا نے بھی فتاوی رضویہ جلد ۶ ر ص ر ۲۴۷ تا ۲۴۸ میں مندرج رسالہ سبحٰن السبوح کے تازیانہ ۱۱ ر ۱۲ ر ۱۳ کے تحت تکمیل جمیل میں شاہ اسماعیل کا رد کرتے ہوئے یہی موقف اپنایا ہے فرماتے ہیں''

اقول: او جھوٹی نظیروں سے بیچارے عوام کو چھلنے والے اس تفرقہ کی سچی نظیر دیکھ مسلمان کو، اہل بدعت کے بہتر فرقے پورے گنا کر کہئے: رافضی، وہابی، خارجی، معتزلی، جبری، قدری، ناصبی، وغیرہ نہیں تو بیشک اسکی بڑی تعریف ہوئی اور بعینہ یہی کلمات کافر کے حق میں کہیے تو کچھ تعریف نہیں۔ حالانکہ یہ سالبہ قضیے دونوں جگہ قطعاً صادق۔ تو کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسلمان باوجود قدرت رافضی وہابی ہونے سے بچا لہذا محمود ہوا۔ اور اس کافر کو رافضی وہابی ہونے پر قدرت ہی نہ تھی لہذا مدح نہ ٹھرا؟ کوئی جاہل سا جاہل یہ فرق نہ سمجھے گا بلکہ تفرقہ وہی ہے کہ جب یہ فرقے اہل قبلہ کے ہیں تو مسلمان کے حق میں ان بہتر کی نفی'' سنی ہونے کا اثبات کرے گی لہذا اعظم مدائح سے ہوا اور کافر سرے سے مقسم یعنی کلمہ گوئی سے خارج، تو ان کی نفی سے کسی وصف محمود کا اس کے لئے اثبات نہ نکلا، لہذا مفید مدح نہ ٹھرا۔''

اس عبارت کے پیش نظر یہ کہنا کہ سیدنا امام احمد رضا قدس سرہٗ کا بھی یہی موقف ہے یہ مفتی صاحب موصوف کی غلط فہمی ہے یا بہتان تراشی ہے بلکہ اس عبارت سے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا یہ موقف ثابت ہوتا ہے کہ یہ بہتر مسلمان نہیں جبھی تو ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو، اہل بدعت کے بہتر فرقے پورے گنا کر کہئے: رافضی، وہابی، الخ اور اسکے بعد یہ فرمانا کہ ''بلکہ تفرقہ وہی ہے کہ جب یہ فرقے اہل قبلہ کے ہیں تو مسلمان کے حق میں ان بہتر کی نفی سنی ہونے کا اثبات کرے گی اور مفتی صاحب موصوف غالباً لفظ'' کہ جب یہ فرقے اہل قبلہ کے ہیں'' سے غلط فہمی ہوئی کہ جب یہ اہل قبلہ ہیں تو جہنم میں جانے کے بعد پھر نکالے جائیں گے۔ حالانکہ حضور سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے فرمانے کا مطلب یہی ہے کہ بہتر کلمہ گو فرقے اہل قبلہ ہی تھے مگر کفر قطعی کے مرتکب ہونے کی وجہ سے اسلام سے خارج ہوگئے اور اب اہل قبلہ نہ رہے چونکہ یہ فرقے اہل قبلہ ہی میں سے نکلے ہیں اس اعتبار سے یہ فرمایا'' کہ جب یہ فرقے اہل قبلہ کے ہیں'' اس سے غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ اب بھی وہ اہل قبلہ ہیں۔ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا یہ موقف کیسے ہوسکتا ہے کہ بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے جبکہ انہیں رافضی، وہابی وغیرہ کو مرتدین فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

یہ روافض نہ اہل قبلہ ہیں اور نہ مسلمان بلکہ بالیقین کفار مرتدین ہیں (ص ۵۲۶ ر جلد ششم) اور رسالہ رد الرفضۃ میں حدیقہ ندیہ اور شرح نقایہ کے حوالہ سے یہ عبارت نقل فرمائی ہے یجب اکفار الروافض فی قولهم برجعة الاموات الی الدنیا (الی قوله) وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام و احكامهم احكام المرتدين كذا فی الظهيرية يعنی

رافضیوں کو ان کے عقائد کفریہ کے باعث کافر کہنا واجب ہے یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں انکے احکام بعینہ مرتدین کے احکام ہیں ایسا ہی فتاویٰ ظہیریہ میں" ص ۵۲۱، ۵۲۲ جلد دہم ہے۔

اسی جگہ عبارت مذکورہ سے پہلے فرماتے ہیں" بلکہ رافضی خواہ وہابی خواہ کوئی کلمہ گو جو باوصف ادعائے اسلام عقیدۂ کفر رکھے وہ تو بتصریح ائمہ دین سب کافروں سے بدتر کافر یعنی مرتد کے حکم میں ہے" فتاوی رضویہ جلد دہم ص ۵۲۱ اور سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے خواہر زاد حضرت حکیم علی احمد خاں صاحب کو جہاں نقوش اور تعویذات کی اجازت دی ہے وہیں پر کئی باتوں کی نصیحت فرمائی ہے انہیں میں نمبر ۱۲ر میں فرماتے ہیں" جو کافر خصوصاً مرتد جیسے قادیانی، نیچری، وہابی، رافضی، چکڑالوی، غیر مقلد، مسلمان کو ایذا دیا کرتا ہو اگر چہ رسائل کی تحریر یا مذہبی تقریر سے اس پر سے دفع بلا خواہ رفع مرض کا بھی نقش نہ لیا جائے اور ایسا نہ ہو اور اوس کام میں کسی مسلمان کا ذاتی نقصان بھی نہ ہو جب بھی مرتدوں کا مبتلائے بلا ہی رہنا بھلا" فتاوی رضویہ جلد ۱۲ر ص ۲۱۰۔

اور مرتدین کبھی جہنم سے نہیں نکالے جائیں گے وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے چنانچہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۴۳ر پر تحریر فرماتے ہیں" معاذ اللہ مرتد ہونا سب سے بدتر جرم ہے اسکا کیا کفارہ ہوسکتا ہے مگر توبہ و اسلام اور اگر توبہ نہ کرے اور اسلام نہ لائے تو دنیا میں سلطان اسلام کے یہاں اسکی سزا قتل ہے اور آخرت میں ابدالآباد کے لئے جہنم، والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ اعلم" ان عبارتوں سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا موقف بھی یہی ہیکہ بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، اسکی تائید اس مکالمہ سے بھی ہو رہی جس کو میرے مرشد برحق سیدی وسندی حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے الملفوظ جلد اول میں رقم فرمایا ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں" ارشاد۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب بدمذہبوں کو جہنمی بتایا کلھم فی النار الا واحدۃ اب کیا نہ کہا جائیگا کہ رافضی گمراہ جہنمی ہیں میاں صاحب۔ رافضی جہنمی نہیں۔ ارشاد۔ حدیث کا کیا جواب" سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ارشاد میں جہنمی سے مراد یقیناً ہمیشہ جہنم میں رہنے والے ہیں اس لئے کہ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت کے نزدیک روافض بالیقین کفار مرتدین ہیں اور انہیں کے بارے میں ارشاد فرمایا" اب کیا نہ کہا جائیگا کہ رافضی گمراہ جہنمی ہیں" اور جب میاں صاحب نے جہنمی ہونے کا انکار کیا تو فرمایا" حدیث کا کیا جواب" اس سے مزید تائید ہوگئی کہ حدیث شریف میں جن بہتر فرقوں کے جہنم میں جانے کا ذکر ہے وہ ہمیش جہنم میں رہیں گے۔ لہذا مفتی صاحب موصوف کا یہ کہنا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت نے بھی یہی موقف اپنایا ہے کہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے یہ کھلا ہوا بہتان ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ جو دین اسلام سے پھر جائے اس کے لیے ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے من یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئٰك حبطت اعمالھم فی الدنیا و الآخرۃ و اولئٰك اصحاب النار ھم فیھا خالدون (پارہ ۲ر رکوع ۱۱) (اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا دنیا میں اور آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا) (کنز الایمان)

اور سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تحریروں سے یہ واضح ہے کہ مذکورہ فرقے مرتد ہیں اور کوئی مرتد کبھی بھی جہنم سے نکالا نہیں جائے گا۔ لہذا یہ کہنا کہ سیدنا امام احمد رضا خاں قدس سرہ کا بھی یہی موقف ہے کہ بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے۔ یہ سراسر بہتان تراشی ہے اور ناظرین الملفوظ کی عرض و ارشاد والی عبارت دیکھ چکے ہیں کہ رافضی کے بارے میں فرمایا کہ جہنمی ہیں اور ارباب علم و دانش پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ جب مرتد کے بارے میں جہنمی کہا جاتا ہے تو ہمیشہ جہنم میں رہنا ہی مراد ہوتا ہے اور سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے صرف رافضی کو جہنمی نہیں کہا بلکہ تمام بدمذہب (بہتر فرقے) کو جہنمی فرمایا لہذا معلوم ہوا کہ سلطان العلماء المتبحرین، کنز الھدایۃ والیقین شیخ الاسلام والمسلمین مجدد اعظم سیدنا امام احمد رضا خاں قدس سرہ کے نزدیک بھی حدیث شریف میں" کلھم فی النار" سے مراد وہی فرقے ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

صوفی کانفرنس ایک فکر انگیز تحریر

کعبہ کس منھ سے جاؤ گے غالب

پرویز عالم: چیف ایڈیٹر روز نامہ قومی تنظیم لکھنو

اہل سنت وجماعت کے ارباب علم واصحاب فکر کو ہر دور میں یہ خصوصیت حاصل رہی ہے کہ انہوں نے احقاق حق اور ابطال باطل کی منصبی ذمہ داریاں بحسن خوبی نبھائیں۔ تاریخ کے کسی دور میں ہمیں ان زندہ ضمیر ارباب کے حوالے سے کسی ایک واقعے کی نظیر ومثال نہیں ملتی کہ انہوں نے ذاتی اغراض ومفادات کی دیوی کے چرنوں میں دین، ملت اور قوم کو بھینٹ چڑھا کر، اپنے ضمیر کا سودا کر دیا ہو۔ بلکہ ہم نے تو تاریخ کے جھروکوں سے یہ بھی نظارہ دیکھا ہے کہ اپنی شدت پسندی اور مصلحت وقت کے سامنے سر نہ جھکانے کی بنیاد پر یہ طبقہ کبھی کبھی اپنوں کی بے جا تنقید کا نشانہ بھی بنتا رہا، ملعون ومطعون بھی ہوتا رہا لیکن، اپنے ضمیر کی آواز کا اس نے گلا نہیں گھونٹا۔ اس کے مقابل بنام اسلام دوسری باطل اور گمراہ جماعتوں نے ذاتی اغراض ومقاصد اور سیاسی سہولتوں کے حصول کے لئے کیا کچھ نہیں کیا۔ غیروں کے اشاروں پر مسلمانوں کے درمیان افتراق وانتشار کا بیج بونے کیلئے اسلام کی بنیادی واساسی تعلیمات پر حملے کئے گئے اور عقائد ونظریات کی مسلم عمارت پر ایسی شیشہ کاری کی گئی کہ آج اسلام کی اصل تصویر دھندلی ہو کر رہ گئی ہے۔ کسی گوشے سے بندے ماترم کے ترانے کے جواز پر مہر لگائی گئی تو کبھی قربانی گاؤ کے عدم جواز کا فتویٰ دے کر ارباب اقتدار کی غلط ڈھنگ سے چاپلوسی کی کوششیں کی گئیں، کبھی ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کی عظمت وتقدیس کے افسانے تراشے گئے تو کبھی گنگا وجمنا کو زم زم کا تقدس دے کر نام نہاد رواداری کی مثالیں قائم کرنے کی کوششیں ہوئیں، کبھی اغیار کی سمادھیوں پر ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی کا اہتمام کر کے ننگ اسلافی کا ثبوت پیش کیا گیا تو کبھی سیتا کی پوترتا کی قسمیں کھائی گئیں، کہیں کسی مشرک کی مجلس شراد میں پہنچ کر صاحبان جبہ ودستار نے ایصال ثواب کی گھناؤنی رسم ادا کی۔ کسی نے رام کی عظمتوں کا خطبہ پڑھ کر اپنی وسعت ظرفی اور رواداری کی مثال قائم کی اور یہ سب کچھ بند کمرے کا عمل نہیں بلکہ دن کے اجالوں میں دنیا نے ذرائع ابلاغ کے ذریعے ان صاحبان جبہ ودستار کے گھناؤنے عمل کا بچشم خود ملاحظہ ومشاہدہ کیا، لیکن اہل سنت وجماعت جسے عرف عام میں بریلوی مکتبہ فکر سے جانا پہچانا جاتا ہے، اس کے علماء ومشائخ نے دین، ملت اور قوم کا سودا کر کے ذاتی اغراض ومقاصد کے حصول کی مکروہ اور گندی روایت سے خود کو ہمیشہ الگ تھلگ رکھا، لیکن دنیا نے حیرتوں کے ساتھ دیکھا اور سنا جب آل انڈیا علما ومشائخ بورڈ کی جانب سے دہلی میں منعقد ہونے والی انٹرنیشنل صوفی کانفرنس میں بھارت ماتا کی جے جے کار سے وگیان بھون کا ہال گونج اٹھا۔ بہت سے لوگوں کو تو اپنے کانوں اور آنکھوں پر اعتبار نہ ہوا کہ یہ انٹرنیشنل صوفی کانفرنس کی افتتاحی تقریب ہے۔

مسلمانوں کی تو پاکیزہ روایت یہی رہی ہے کہ وہ اپنے ہر پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے کر کے اس کی حسنات وبرکات سے بہرہ ور ہونے کے آرزو مند ہوتے ہیں، لیکن نہ جانے مسلمانوں کو یہ کونسا طبقہ تھا جس کے پروگرام کی ابتدا تلاوت قرآن پاک کی مقدس آیات کے بجائے "بھارت ماتا کی جے جے کار" سے کی گئی۔ تعجب اور بالائے تعجب تو یہ ہے کہ بھارت ماتا کی جے جے کار کرنے والے یا اس کی حمایت کا راگ الاپنے والے مسلمان عوامی سطح کے ناخواندہ اور جاہل طبقے سے متعلق نہ تھے، بلکہ مسلمانوں کا یہ طبقۂ خواص تھا جس کے کاندھوں پر ملت اور قوم کی قیادت وسیادت کی اہم ذمہ داری ہے۔

کعبہ کس منھ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

مستقبل کے یہی وہ مضرات ومفاسد تھے جن کے سبب دور اندیش حضرات نے اس کی مخالفت فرمائی جنہوں نے مخالفت سے گریز کیا انہوں نے بھی عملاً اس سے اختلاف کی راہ اختیار فرمائی۔

کہنے کو تو یہ صوفی کانفرنس تھی، اعلان واشتہار بھی اسی انداز سے کیا گیا تھا لیکن حقائق پر گہری نظر رکھنے والوں سے یہ امر قطعی پوشیدہ نہ رہا کہ کون معشوق ہے اس پردۂ زنگاری، جو چلمن کی اوٹ سے کس معشوق کی عشوہ طرازیوں کا عمل دخل تھا۔ کانفرنس کے انعقاد سے قبل ہی کچھ دور اندیش حضرات نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ صوفی کانفرس نہیں بلکہ مودی کانفرنس ہے۔ بعد میں اس حقیقت کا برملا اعتراف دنیا والوں نے کیا۔

ورلڈ صوفی کانفرس کے آرگنائزر حضرت سید اشرف میاں صاحب ہیں۔ جن کا تعلق ایک ایسے مقدس وبابرکت خانوادے سے ہے جس کے توکل واستغناء کی قسمیں کھائی جاتی ہیں، بے نیازی، زندہ ضمیری جس

خاندان کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ یہ خانوادہ سلطان اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے۔ جو نہ صرف اپنے دور میں بلکہ بعد کے آنے والے تمام ادوار کے لئے توکل واستغناء، بے نیازی وبے لوثی کے دستخط سمجھے جاتے رہے۔ جنہوں نے فقر کو غنا پر ترجیح دی، بوریہ نشینی کو دولت وامارت پر فوقیت بخشی، جنہوں نے شاہانہ جلال اور کروفر کو ٹھوکر مار کر آبلہ پائی کی زندگی اختیار کی۔ کسے معلوم تھا کہ غیرت مومنانہ کے تمام تر جلووں کے سائبان میں زندگی گزارنے والی اس عظیم شخصیت کے گھرانے کا ایک فرد مادی جاہ وحشمت کے حصول کے لئے تمام اخلاقی وایمانی سرحدیں پھلانگ جائے گا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ اس عظمت مآب خانوادے کی بڑی شخصیتوں نے بھی اس نام نہاد صوفی کانفرس کی مخالفت فرمائی اور عملاً اس کا بائی کاٹ کیا۔

یاد کیجئے ماضی کا وہ روشن دور جس میں سلاطین مملکت صوفیاء اور بزرگوں کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے نیازمندانہ حاضری دینا اپنے لئے باعث فخر ومباہات سمجھتے تھے۔

مغل سلاطین سے لے کر جمہوری ہندوستان تک میں ان صوفیوں اور اہل اللہ کی بارگاہ میں صاحبان اقتدار وختےار کی نیازمندانہ حاضری کے واقعات تاریخ نے اپنے سینے میں محفوظ رکھے ہیں۔ ابھی ماضی قریب میں الہ آباد کی معروف شخصیت حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد عبدالکافی نقشبندی مجددیؒ کی بارہ گاہ میں موتی لال جواہر لال نہرو کو بصد عجز ونیاز حاضری لگاتے دیکھا ہے پھر آپ کے وصال کے بعد اندرا گاندھی کی حاضری بھی تاریخ میں محفوظ ہے، لیکن ان حضرات نے کبھی اپنے جبہ ودستار کے تقدس پر بٹہ نہیں لگنے دیا۔ آج ان عظمت مآب بزرگوں کے اخلاف میں یہ کیسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں کہ انہوں نے اپنی خاندانی وجاہت اور خانقاہی عظمتوں پر چاپلوسی کا داغ لگا دیا۔

ہندوستان کے وزیر اعظم نریندر مودی نے نہیں معلوم کس خانقاہ کی سجادہ نشینی اختیار کی کہ ۱۷ر مارچ کو عظمت مآب خانقاہوں کے امین ان سے بیعت کرنے میں پیش قدمی کا اس قدر بے تابانہ مظاہرہ کر رہے ہیں کہ الامان والحفیظ۔

دین وملت کا دکھ درد بیان کرنے والے، مسلمانوں کی کم خواندگی، بے بسی، بے کسی اور معاشی ابتری پر چار۔چار آنسو بہانے والے کیا دنیا کے سامنے اپنی قرار واقعی خدمات کا صحیح گوشوارہ پیش کر کے خود کو سرخرو کر سکیں گے؟ انہوں نے مسلمانوں کی فلاح، ترقی وخوشحالی، تعلیمی فروغ اور ان کی خوددارانہ زندگی کے حصول کے لئے عوامی سطح پر کس طرح کی خدمات انجام دیں، ان کی کم خواندگی کا گراف کم کرنے کیلئے کیا انہوں نے عصری تعلیم گاہیں قائم کیں، میڈیکل کالج کھولے؟ انجینئرنگ کالج قائم کئے؟ معاشی بحالی کیلئے کچھ لوگوں کو برسرکار کیا ہو؟ ہندوستان میں مسلم کش فسادات میں بے سروسامان ہونے والے مسلمانوں کو سائبان فراہم کیا؟ ان کیلئے ریلیف پہنچائی گئی؟ جواب میں ایک طویل خاموشی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ صرف بلند بانگ نعروں کی گونج سے وقتی طور پر اپنا قد تھوڑا اونچا کیا جا سکتا ہے، سیاست کے گلیارے میں غیر مانوسیت ختم ہو سکتی ہے لیکن تاریخ ایسے عاقبت نااندیشوں کو کبھی معافی کا پروانہ عطا نہیں کر سکتی۔ جس مودی کو آپ نے بصد عزت وتکریم اونچی کرسی عطا فرمائی ان کے تعلق سے یہ نہ بھولئے کہ ان کے ہاتھ گجرات کے تین ہزار بے قصور مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل چکے ہیں۔ ایک ایسی شخصیت کے ہاتھوں پر ان صاحبان جبہ ودستار کی بیعت پر حیرت بھی ہے اور تعجب بھی۔ نہ جانے مودی نے انہیں کس خانقاہ کے سبز باغ دکھائے؟

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صوفی کانفرس کے نام پر یہ تمام ڈرامہ آر ایس ایس کے خفیہ منصوبہ بند اشاروں پر عمل میں آیا۔ آر ایس ایس کی ذہنیت کے ترجمان اخبارات ورسائل اور ٹی وی چینل میں اس کی جس انداز میں تشہیر کی گئی ہے وہ تو اسی کی چغلی کھا رہی ہے۔ مسلم دشمن جماعت نے حالیہ دنوں میں ہونے والے صوبائی الیکشن میں مسلمانوں کے ووٹ بینک پر نظر بد رکھتے ہوئے اس پروگرام کا خاکہ مرتب کیا ہے اور اس کیلئے جن حضرات کا انتخاب عمل میں آیا ان کے بھی اپنے الگ الگ اغراض ومقاصد ہیں، کسی کو اپنی خانقاہ کی نمائش تو کسی کے سامنے اپنی شخصیت کا اظہار مطلوب تھا۔

بھارتیہ جنتا پارٹی کے ارباب بست وکشاد یہ بات خوب اچھی طرح گرہ باندھ لیں کہ اب عوام کی نگاہوں پر پڑا ہوا پردہ ہٹ چکا ہے اور وہ ان صاحبان جبہ ودستار کے کسی سیاسی اعلان پر (جسے عام بول چال میں فتویٰ بھی کہا جاتا ہے) آنکھ بند کر کے عمل کرنے والے نہیں ہیں۔ اب تو صورت حال یہ ہو چکی ہے کہ کسی پارٹی کے حق میں کسی کے فتویٰ جاری کر دینے سے کوئی ووٹ دینے والا نہیں ہے۔ چہ جائیکہ ایک فسطائی اور مسلم دشمن جماعت کے حق میں مسلم عوام کی رائے عامہ کو ہموار کرنے میں ان کا کوئی مثبت کردار سامنے آ سکتا ہے۔ بعید نہیں کہ اس قسم کا اعلان کرنے کے بعد اپنی بچی ہوئی عزت وآبرو بھی نیلام ہو جائے۔

انٹرنیشنل صوفی کانفرس کے نام پر جو ڈرامہ رچا گیا اس سے دنیا کے سامنے ہندوستانی مسلمانوں کی تصویر مسخ ہوئی ہے۔ جس صوفی کانفرس کا افتتاحی پروگرام "بھارت ماتا کی جئے جئے کار" سے ہو رہا ہو اس کے مضرات کو اہل علم وفکر بخوبی محسوس فرما سکتے ہیں۔

مجھے یاد آتا ہے کہ آج سے چند سال قبل پاکستان کے معروف نعت گو وقلمکار راجہ رشید محمود لاہوری نے ہندوستانی مسلمانوں پر طنز کرتے ہوئے لکھا تھا۔

"ہندوستان کے بہت سے رہنے والے مسلمان بہت حد تک مجبور اور کسی حد تک معذور نظر آتے ہیں کہ وہ دینی شعائر اور اسلامی زبان سے اپنی مغائرت بلکہ مخاصمت کا ثبوت دیں، صوفی کانفرس کے افتتاحی پروگرام میں "بھارت ماتا کی جے" سے موصوف کے اس بیان کی صداقت پر مہر لگ جاتی ہے۔

کہنے کو تو یہ صوفی کانفرس ہندوستان کی تمام بڑی عظمت مآب خانقاہوں کے اشتراک وتعاون عملی سے وجود میں آئی لیکن اس کی قرار واقعی حقیقت سمجھنے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ آج پوری دنیا میں ہماری شناخت

جس خانقاہ اور جس مرکز علم وفکر سے ہے وہ بریلی شریف کی خانقاہ، خانقاہ رضویہ ہے۔ آج ہم پوری دنیا میں کچھوچھوی سنی، بدایونی سنی، بلگرامی سنی وغیرہ سے نہیں جانے اور پہچانے جاتے بلکہ پوری دنیا میں ہمیں سنی بریلوی سے ہی جانا پہچانا جاتا ہے، گویا بریلی ہماری فکری ونظریاتی پہچان وعلامت۔ ایسے میں اس خانقاہ کے افراد کا اس عظیم پروگرام سے نہ صرف یہ کہ کنارہ کشی اختیار کرنا بلکہ اس کی مخالفت میں سامنے آنا ان کے نعروں کے کھوکھلے پن کا واضح اشارہ یہ ہے۔ بڑے سنی اداروں کے بڑے بڑے قدآور علماء نے بھی عملاً اس کی مخالفت فرمائی، علمائے اشرفیہ ودیگر بڑی بڑی خانقاہوں کی مکمل کنارہ کشی اس کی حیثیت عرفی بیان کرنے کے لئے کافی ہے۔

پروفیسر طاہر القادری نے اپنی شرکت سے اس پروگرام میں چار چاند لگانے کی کوشش کی، پروفیسر طاہر القادری ایک ذی علم شخصیت کے مالک ہیں ابتدائی دور میں انہوں نے اہل سنت و جماعت کے عقائد و نظریات کی بھرپور ترجمانی فرمائی۔ لیکن اپنے بعض اعمال وافعال میں اور اقوال وفرمان کی بنیاد پر ہندو پاک کے علمائے اہل سنت کے فتاوے کی زد میں ہیں، میں خود ایک بریلوی گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں، اور الحمد اللہ مجھے اس پر فخر بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے عقائد ونظریات کی حفاظت فرمائی، لیکن اپنوں کی غلطیوں پر خاموشی اختیار کر کے رہنا بھی علمی بدیانتی ہے، پروفیسر طاہر القادری نے مسئلۂ دیت میں جمہور سے جس طرح اختلاف کرتے ہوئے اپنی ایک الگ اجتہادی راہ اختیار کی ہے، ان کی حیثیت عرفی کا قرار واقعی تعارف ہے، مسئلہ مذکور میں اختلاف کرنے پر ایک عالم دین نے جب ان سے یہ کہا کہ اس مسئلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں تو جواباً جس دریدہ ذہنی کا اظہار انہوں نے کیا ہے وہ سخت حیران کن ہے۔ انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ آپ میرے دلائل کے جواب میں انکا نام کیوں پیش کرتے ہیں جو ہمارے فریق ہیں، قرآن پاک کی واضح تصریح کے خلاف عورت کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوتی ہے، کا موڈرن فلسفہ بیان کیا، سنت کا مزاق اڑاتے ہوئے کہا کہ مرد کے قطع ذکر ونقصان پر بھی پوری دیت ہو اور پوری عورت کی آدھی، پوری عورت کی اتنی حیثیت بھی نہ ہو، یہ کہاں کا انصاف ہے "جاء الحق" جیسی حقیقت نگار کتاب پر انکی فکر پابندی کا مطالبہ کرتی ہے۔

۵۲ دسمبر ۱۱۰۲ کو لندن میں پیس فور ہیومینیٹی کانفرنس میں انہوں نے کہا اللہ کے معنیٰ گوڈ کے ہے اور کچھ نہیں، یہ مسلمانوں کیلئے خاص نہیں اللہ عربی ہے، لفظ گوڈ برہما، لارڈ (رب) یا کریٹر (خالق) کیلئے خاص ہے، ایک مرتبہ خمینی کا خطبہ پڑھتے ہوئے یوں خراج پیش کیا، امام خمینی اسلام کے شجاع اور مردان حق (اللہ والے) سے ہیں جنکا جینا مرنا حسین کی طرح ہے، خمینی کی محبت کا تقاضا ہے کہ ہر بچہ خمینی بن جائے، یہود ونصاریٰ سے پروفیسر طاہر القادری فرماتے ہیں "آپ اپنے گھر میں آئے ہیں، قطعا کسی دوسری جگہ نہیں، آپ کی عبادت کا وقت ہوجائے تو ابھی مسلمان عبادت مسجد میں کریں گے، اگر آپ کی عبادت کا وقت ہوجائے تو مسجد منہاج القرآن کی ایک وقت کی ایونٹ (اتفاق) کیلئے نہیں کھلی تھی، ابدالاباد تک آپ کیلئے کھلی ہے، صوفی کانفرنس کے حوالے سے ایک تصویر میں دیکھا گیا کہ پروفیسر طاہر القادری نے منصب امامت کی ذمہ داری ادا کی، عذر طبعی کی بنا پر کرسی پر بیٹھ کر امامت کی اور مندوبین حضرات نے کھڑے ہوکر ان کی اقتداء میں نماز ادا کی، پروفیسر موصوف اپنے خانہ ساز عقائد ونظریات کی بنا پر معزول ہیں اور صحت کے اعتبار سے معذور، کیا علمائے ذی وقار اس کی وضاحت فرماسکیں گے کہ اس قسم کے معذور کی اقتداء میں غیر معذور کی نماز فقہ حنفی کے کس اصول کے تحت جائز ہے؟

صوفی کانفرنس کے اختتامی پروگرام نے تو مخالفین ومعاندین اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف بڑبولے لوگوں کی زبان پر سکوت کی مہر لگادی جب اس انٹرنیشنل صوفی کانفرنس میں پیر ثاقب شامی نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا علمی وفکری خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں یہ بھی فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کی ذات وشخصیت آج خوش عقیدہ اور بدعقیدہ مسلمانوں کے درمیان ایک خط فاصل اور نشان امتیاز ہے۔ انہوں نے اپنے علمی وفکری خطاب میں پروفیسر طاہر القادری کے عقائد ونظریات سے اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے ان پر کھل کر تنقید فرمائی، پروفیسر طاہر القادری دہشت گردوں کے خلاف فتوے بھی جاری کرتے ہیں اور دہشت گردوں اور ان کے حامیوں کی اقتدا بھی جائز سمجھتے ہیں آج عوام کے سامنے اپنی اس الٹی منطق کے خلاف تمام دہشت گردوں اور ان کے حامیوں کے خلاف فتویٰ جاری کریں اور یہ بھی واضح کریں کہ ان کی اقتدا قطعی جائز نہیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو یہ ان کی کھلی منافقت ہے "جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے"

میں جناب شامی کی بے باکی اور جرأت مومنانہ کو سلام کرتا ہوں کہ انہوں نے جس حق گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پروفیسر طاہر القادری پر تنقید کا فرض ادا فرمایا اور مخالفین اعلیٰ حضرت کے درمیان ان کا علمی وفکری خطبہ پڑھا وہ ان کی بے باکی کا خوبصورت استعارہ ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے یقیناً انہی حضرات کیلئے کہا تھا

آئین جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

انٹرنیشنل صوفی کانفرنس کے انعقاد میں خون پسینہ ایک کرنے والے حضرات کی جانب سے عام مسلمانوں کو وضاحتی بیان کا انتظار رہے گا۔ جو سوالات اٹھائے گئے ذمہ داروں پر ان کی جوابدہی لازمی وضروری ہے۔

اب دام نہ پھیلاؤ بہاروں کے نقیبو
دنیا تمہیں خوب اچھی طرح جان چکی ہے

□□□

حضرت مخدوم جہاں کا تصور عشق

حکیم سید شاہ مظفر الدین بلخی فردوسی
زیب سجادہ خانقاہ بلخیہ فردوسیہ، فتوحہ پٹنہ

عشق زندگی ہے۔ تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ تصوف کی اساس ہے۔ ایک منزل ہے جادۂ سلوک کی۔ سالک اس منزل سے گذر کر عرفان وحقیقت کو پہنچتا ہے۔ معرفت الٰہی اور نجات حقیقی کے لیے اہل تصوف نے عشق کو ضروری کہا ہے۔ سالکان طریقت نے اسے مرجع بحث بنایا اور اسی پر راہ سلوک کی بنیاد رکھی۔ اسے علوم باطنی کا جوہر قرار دیا۔ شریعت نے ظاہر کو آراستہ کیا تو طریقت نے عشق واحسان کو شریعت کے پیش نظر صوم وصلوٰۃ حج وزکوٰۃ کی شبیہ ظاہر ہے تو طریقت کو عشق ومحبت اور اخلاق وتصفیہ کی فکر۔ شریعت کو اس سے تعرض نہیں کہ اعمال جذبۂ عشق سے خالی ہیں۔ لیکن راہ سلوک کا کوئی قدم بغیر عشق وجذب اور فناوتقویٰ کے آگے نہیں جانا۔ اگر عشق حصار شریعت کو تجاوز کر کے دار منصور کا سزاوار ہو تو یہ طریقت وسلوک کی اعلیٰ اور کیف آگیں منزل ہے۔ اسی لیے عشق بے مہار پر عقل کی قید لگی۔ اہل خرد نے عشق کی سرحدیں قائم کیں۔ ضابطہ واصول بنے اور قانون وشریعت کی بندشیں۔ عشق اور عقل کی آویزش میں عشق اہل خرد کا لاینحل مسئلہ بن گیا۔ بحثیں الجھیں اور افراط وتفریط کا کاشکار ہوگئیں اور خود اہل تصوف مختلف الخیال ہوگئے۔ اعتدال باقی نہ رہا۔ بے اعتدالی شریعت کے قیود سے آزادی اور بے پرواہی کو جا پہنچی۔

اسی کشاکش میں ایک صوفی باصفا اور عالم باکمال ذات پردہ وجود پر نمایاں ہوئی۔ وہ ذات تھی مخدوم جہاں شیخ شرف الحق والدین احمد یحیٰ منیری کی۔ انہوں نے عشق کا مقام متعین کیا، وہی جو اسے ملنا چاہیے۔ جہاں عقل کی کارفرمائیاں عشق کو مجروح نہ کرتی ہوں۔ وہ پابند شریعت تھے اس لیے عقل و قانون کے حامی بھی اور پابند طریقت تھے، اس لیے صاحب عشق بھی۔ یہ ضرور ہے کہ صوفیا کی ایک تعداد نے شریعت وطریقت دونوں کو اہمیت دی، لیکن مخدوم جہاں کے یہاں توازن وامتزاج کا اپنا رنگ خاص ہے۔ شریعت کی اہمیت واضح کرتے ہوئے ایک جگہ وہ اپنے مکتوب الیہ کو لکھتے ہیں۔ ''تم اس بات کا یقین کرلو کہ جو شخص طریقت کی راہ کا طلب گار ہو اس کے پاس شریعت کی پونجی ہونا ضرور چاہیے تا کہ قصبہ شریعت سے شہر طریقت میں پہنچے۔ طریقت میں جہاں قدم درست ہوا ملک حقیقت میں پہنچ جانا آسان ہے۔ جس بے علم نے شریعت کو ہی نہیں سمجھا وہ طریقت کو کیا پہنچا نے گا۔ ناواقف شریعت کو اس راہ میں میں چلنے کی اجازت نہیں''۔ (مکتوبات صدی، مکتوب، ۲۳)

مخدوم جہاں کے یہاں یہ تو ہے شریعت کا اہتمام والتزام، اس کی اہمیت وضرورت کہ شریعت کے بغیر طریقت وحقیقت کی منزلیں طے ہی نہیں ہوسکتیں۔ منزل عشق کو پہنچنے کے لیے جادہ شریعت اختیار کیا جائے۔ مکتوب کا لہجہ مخدوم جہاں کو ایک نہایت پابند شرع بلکہ عالم ظاہر قرار دیتا ہے، جب کہ ایک دوسرے مکتوب میں شریعت کی منزل کچھ اور ہے اور عشق کی دوسری۔ شریعت وطریقت کی راہیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور آزاد۔ عشق وعقل کا فرق واضح کرتے ہوئے مخدوم جہاں مکتوب الیہ سے مخاطب ہیں۔ ''فرق معلوم ہوجائے گا کہ عشق کے انداز کیا ہیں اور عقل کے طور طریقے کیا ہیں عقل کے طور طریقے دوسرے ہیں اور عشق کے طور وانداز دوسرے۔ العشق جنون الٰہی (عشق جنون الٰہی ہے) عاقل پر جو پابندیاں ہیں دیوانوں پر نہیں۔

عاقلاں راشرع تکلیف آمدہ است
بے دلاں راعشق تشریف آمدہ است

(عاقلوں کے لیے شرع کی تکلیف اور ذمہ داریاں ہیں اور بے دل عاشقوں کے لیے عشق کا شرف ہے) اے برادر! یہ از روئے علم معلوم ہی ہے کہ تکلیف اور ذمہ داریوں کا اطلاق عقل والوں ہی پر ہے۔ وجود میں بھی اور عدم میں بھی۔ اور جہاں عشق کا طریقہ رائج ہے وہاں عقل کہاں۔ یہ سب کچھ جو کہا گیا وہ اس حدیث شریف کے ضمن میں ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔ ان اللہ لایو اخذ العشاق بما صدر منھم۔ عاشقوں سے جو کچھ صادر ہوجاتا ہے اس پر ان سے کوئی مواخذہ نہیں۔ کیونکہ عاشق بے دل ہوتے ہیں۔ ان کے پاس دل ہی نہیں تا۔ جو کچھ ان سے ہوجاتا ہے وہ بے اختیاری میں ہوتا ہے اسی کو کہا ہے:

کار عاشق اضطراری اوفتد
واں زفرط دوست داری اوفتد
لاجرم دیوانہ راگر چہ خطا است
ہر چہ از دیوانہ آید در وجود
عفو فرمانید از دیوانہ زود

(اضطراری اور مجبوری میں عاشق سے جو کچھ ہوجاتا ہے وہ فرط محبت میں ہوتا ہے۔ مجبوراً دیوانہ اگر غلطی کرجائے اور گستاخی وشوخی کی بات کہہ

دے تو اس کے لیے درست ہے۔ دیوانہ تو دیوانہ ہے، دیوانہ سے اگر دیوانگی میں جو کچھ سرزد ہوجائے اسے فوراً معاف کردیتے ہیں۔) یہ سب کچھ جو بیان میں آیا اور میں نے کہا یہ ساری باتیں علم کے موافق ہیں۔ اس سے نہ تو اصل میں کوئی نقصان اور کمی ہوتی ہے اور نہ فروع میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ بہت دقیق اور باریک معنی ہے، ظاہر میں خلاف معلوم ہوتا ہے۔ اسی لیے اہل ظاہر قبول نہیں کریں گے۔ لیکن اہل بصیرت سے یہ پوشیدہ نہیں ہے۔ ان کے نزدیک نہایت واضح صاف ہے اور عیاں بھی۔ ہاں جو کور باطن ہیں۔ عقل کے اندھے ہیں سمجھیں یا نہ سمجھیں اس سے ان کو کیا ہے۔'' (مکتوبات بست دہشت، مکتوب: ۲۵)

مخدوم جہاں کے یہ دونوں اقتباسات بہ نظر غائر ملحوظ ہوں تو محسوس ہوگا کہ وہ عشق وعقل ہر دو کو ایک دوسرے پر ترجیح دیتے ہیں۔ ہر دو کی اہمیت ایک دوسرے پر سبقت لے گئی ہو۔ اگر شریعت ضروری ہے تو طریقت اس سے زیادہ۔ اور راہ طریقت ہموار نہیں ہوتی اگر شریعت کی تکلیف نہیں برتی گئی۔ یہ ظاہر کا ایک تضاد ہے۔ سالک راہ کی مشکل یہ ہے کہ وہ پابند شریعت ہو اور طریقت کی راہ میں عشق وجذب سے سرشار بھی۔ عشق کی حدیں بڑھتی ہیں تو شریعت متصادم اور صرف شریعت نجات حقیقی کے لیے کافی نہیں کیوں کہ اصل فوز وکامرانی تقرب الٰہی ہے۔ شریعتیں انبیاء کے درمیان بھی بدلتی رہیں لیکن عشق کی دنیا یکساں آباد۔

دونوں مکاتیب کا یہ رنگ تضاد نہیں۔ بلکہ اصل حقیقت کے دو رخ ہیں۔ اور ان دونوں پر مخدوم جہاں بدرجہ انتہا شدید۔ کیونکہ ان کے پیش نظر دونوں ایک خاص پہلو سے یکساں اہمیت کے حامل ہیں۔ مخدم جہاں کے فکری ماحصل کا تفصیل سے جائزہ لیا جائے تو یہ دقیق مسئلہ لاینحل نہیں رہتا۔ بلکہ اس مسئلہ میں مخدوم جہاں سے بہتر رہنمائی دنیائے علم تصوف میں نایاب وکم یاب معلوم ہوتی ہے۔ عشق بے ہنگام کو انہوں نے فوقیت دی اور شریعت کا اسے پابند بھی بنایا۔ یہ بوالعجبی درحقیقت مخدوم جہاں کا شان امتیاز ہے۔ مخدوم جہاں سے نے کشتی عشق کو تلاطم شریعت سے گذار دیا اور ساحل بامراد کو پہنچ گئے۔ آیئے، ہم اس نتیجہ پر پہنچیں کہ مخدوم جہاں دائرہ شریعت میں رہتے ہوئے عشق کا کیا مقام متعین کرتے ہیں اور کہاں تک کامیاب ہیں۔ وہ صوفیا کی اس صف میں ہیں جنہوں نے عشق وجذب اور طریقت وحقیقت کی دنیا آباد کی۔ بلکہ ان کا مقام اس راہ میں صف اول کا ہے۔ عشق واستغراق نے مخدوم جہاں کو منصور بنایا لیکن انہوں نے منصور کی طرح انا الحق کا نعرہ بلند نہیں کیا۔ کیف وسرمستی سے لبریز تحریر اس کی شاہد ہیں کہ انہوں نے عشق کی نہایت ارفع واعلیٰ منزلیں طے کیں۔ مگر وہ منزلیں لباس ظاہرہ سے پوشیدہ تھیں:

بسوخت حافظ وکس حال او بیار نگفت
مگر نسیم پیامی خدائے رابرد

مخدوم جہاں کے یہاں عشق کی شدت ان کی کتاب فوائد رکنی کے پہلے باب سے ظاہر ہے جو باب عشق کی بحث سے ہی شروع ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں: ''بظاہر روزہ ونماز فریضہ است ودر باطن عشق فریضہ است۔ عشق آتش است ہر جا کہ رسد بسوزد۔ ودل محباں آتش کدہ آرامیدہ، اگر از آن بیرون افتد۔ کون ومکاں سوختہ گردد۔''

''ظاہر میں روزہ ونماز فرض ہے۔ جب کہ باطن میں عشق فرض ہے۔ عشق آگ ہے۔ جہاں کہیں پہنچی جلا ڈالا اور محبوب کا دل آتش کدہ جس میں عشق آرام فرما ہے اگر اس سے باہر آجائے تو کون ومکاں جل جائے''۔

چنانچہ فوائد رکنی کا مکمل باب فوائد اول عشق کی ایسی ہی تپش وجولائی حلاوت شدت کا مظہر ہے۔ جیسے ان کی تحریر کی آتش بیانی سارے ہیبت وزیست کو جلا کر خاکستر کردے گی۔ عشق آزاد قبیلہ ظاہر میں محسوس ہے، جیسے طائر مقید کے سوز رفغاں سے قید سلاسل ٹوٹ جائیں گے۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھوں
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

مخدوم جہاں کے پیش نظر عشق کا مقام نہایت ارفع واعلیٰ ہے۔ عام احساس وادراک کا نہیں۔ فلسفہ عشق کی تشریح ورسائی اور کیف وسرور کا اندازہ امر محال ہے:

ہے پرسر حد ادراک سے اپنا مسجود
قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں

مخدوم جہاں کا یہ عشق وہ مجذوبیت اور فنائیت ہے جہاں اعضا وجوارح غیر اللہ کے لیے معطل اور ساکت ہوجائیں۔ قانون وشریعت کی پابندیاں ختم ہوں۔ یہی وہ نازک مقام ہے جہاں رہ رواں طریقت دامن اعتدال چھوڑ دیتے ہیں۔ عشق دیوانہ گر تکلیف شرع کا متحمل نہیں ہوتا۔ عاشقان طریقت کی دنیا میں مخدوم جہاں بھی اسی عشق کے نمائندہ تھے۔

مگر ان کے سامنے عشق کی عظمت ورفعت کا راز یہ تھا کہ عشق کی ان کیفیتوں کے ساتھ سالک طریقت شرع کا پابند رہے۔ بلکہ عاشق کا کمال یہ ہے کہ وہ عشق کی لذتوں میں شریعت کے فردعات پر بھی کمربستہ ہو۔ عرفان وایقان کی منزل تو یہ ہے کہ سالک دنیا ومافیہا سے بے خبر ہوجائے۔ مگر اس جگہ بھی شریعت کے ظاہری لوازم سے پہلوتہی نہ ہو۔ یہ ایک عالم ظاہر کے لیے زیادہ آسان ہے۔ لیکن جس نے باطن کی بھی لذت پائی ہو ذوق عشق سے آشنا ہو۔ اس کے لیے نہایت مشکل۔ لیکن معیار بلندی یہ ہے کہ ظاہر کے اس جامہ میں باطن اس سے بھی زیادہ حسین، نازک اور لطیف ہو مگر اظہار کی اجازت نہیں:

حسن بھی ہو حجاب میں   عشق بھی ہو حجاب میں

باطن تشہیر سے بے پروا ہو۔ یہ بھی عشق کی ایک کیفیت ہے اور مخدوم جہاں اسے اعلیٰ ترین عشق کہتے ہیں۔ مریدین ومتوسلین کو جو بھی ہدایتیں کی

گئیں، مکتوبات میں ہوں یا ملفوظات میں یا عالم تصانیف وارشادات میں سب کا محور فکر یہی ہے۔ مکتوبات بست دہشت کے سارے خطوط میں یہی ایک کیفیت نمایاں ہے۔

مکتوب الیہ کو ایک موقع پر لکھتے ہیں:

''اے برادر! وہ جو نقل ہے کہ کچھ لوگ شکر اور غلبہ حال سے کسی مقام پر پہنچ گئے اور اسی پر نازاں ہو گئے ہیں۔ لیکن اس گروہ صوفیاء کی پسندیدہ روش یہ ہے کہ توحید کے رموز کی پردہ داری کے ساتھ اتباع شریعت پر قائم رہنا چاہیے۔ توحید کے اسرار کو کھولنا حلال نہیں۔

کچھ نا اہل اپنی جہالت اور نفس پرستی سے یہ خیال فاسد کر لیتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روش اختیار کرنے کی ضرورت نہیں اور ان کی راہ پر نہیں چلتے۔ ایسے لوگوں کی قسمت میں ان کی باتیں کہاں پہنچیں کہ بغیر رہبر کے راہ چلنا محال ہے۔'' (مکتوب:۱۵)

دراصل مخدوم جہاں کے یہاں ایک ایسی راہ اعتدال ہے جہاں عشق مقدم ہونے کے باوجود شریعت کا پابند ہے۔ اور وہ اس معاملہ میں معمولی تساہل بھی گوارا نہیں کرتے۔ مکتوب الیہ کے نام ایک خط سے اس شدت کا خاص احساس نمایاں ہوتا ہے۔ ''جو شخص طریقت میں شریعت کا تابع نہیں ہوگا اس کو طریقت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ یہ ملحدین کا مذہب ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر جائز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حقیقت منکشف ہو گئی، شریعت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ خدا کی لعنت ہو اس عقیدہ پر ظاہر بے باطن نفاق ہے اور باطن بے ظاہر زندقہ۔ ظاہر شریعت بے باطن نقص ہے اور باطن بے ظاہر ہوس۔ ظاہر ہمیشہ باطن کے ساتھ پیوستہ ہے۔ ظاہر باطن کے ساتھ ایسا پیوستہ ہے کہ کوئی شخص اس کو علیحدہ نہیں کر سکتا۔'' (مکتوبات صدی، مکتوب:۲۶)

مخدوم جہاں کے سامنے ایسی معرفت صرف ہوس ہے اور ہوس وہ ہے جس کا انجام نامرادی و ناکامی ہو۔ اس راہ سے گذرتے ہوئے سالک وہ مقام حاصل نہیں کر سکتا جسے تقرب اور خوشنودی الٰہی کہتے ہیں۔ اسے دنیا کے اس ظاہری قالب میں شریعت کے اوامر و نواہی کو برتنا ہوگا۔ عشق کے نام پر عقل کی سرحد سے فرار نہیں۔ عشق قید ہے اور اس قید م کو آخرت میں آزادی۔ الدنیا سجن المومن وجنت الکافر (دنیا مومن کا قید خانہ اور کافروں کی جنت ہے۔) (حدیث)

آخرت دراصل قید کی رہائی سرور ہے جو عاشق صادق کا نصیب ہے۔ یہ دیدار الٰہی ہے جو مومن کی انتھک کوششوں کا صلہ ہے ایک حدیث کو روسے یوم آخرت میں مومن عاشق کی اعلیٰ ترین لذت قرب الٰہی ہوگی۔ خدا کا دیدار ہوگا جس کے مقابلہ جنت کی لذتیں ہیچ ہوں گی۔ بارگاہ خداوندی میں شرف ملاقات بہشت کی نعمت سے افضل ہے۔ ایک عاشق دل صرف خدا کی خوشنودی کو نشان راہ بناتا ہے اور جنت اسے اس ضمن میں ملتی ہے۔ خدا کی رضا میں وہ جنت کی طلب سے بے فکر ہو جاتا ہے:

جس کا عمل ہے بے غرض
اس کی جزا کچھ اور ہے
حور وخیام سے گذر
بادہ وجام سے گذر

مخدوم جہاں نے اسی لیے عشق کو مقدم بلکہ انتہائی ضروری قرار دیا۔ ان کے سامنے عشق اور شریعت ظاہرہ کی منزلیں الگ تھیں اور بہت مختلف۔ دونوں کی انتہائی منزلوں میں بہت فرق۔ مخدوم جہاں کا یہ تصور عشق سالک طریقت حضرت اقبال علیہ رحمۃ کے چند اشعار میں دیکھئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کیا اور عشق کی گذرگاہ کیسی:

نہاں اندر دوحرفے سرکار است
مقام عشق منبر نیست، داراست
براہیماں زنمروداں نترسند
کہ عود خام را آتش عیاراست

مخدوم جہاں کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے عشق کو عظیم مقام عطا کیا اور شریعت کی پوری پاسداری کی۔ اپنے ذاتی اعمال میں اس امتزاج اور ہم آہنگی کو برت کر دکھایا۔ ارشادات وہدایات کے علاوہ بہ نفس خود مستعدی سے کار بند رہے۔ راجگیر و بہار شریف کا مسند ارشاد ہو یا بہیا کے جنگل و بیابان کی وارفتگی و دیوانگی۔ کسی جگہ وہ شریعت کو عشق پر قربان کرنے کے قائل نہیں۔ مناقب الاصفیاء میں ہے کہ فیروز شاہ نے شطحیات بولنے کے الزام میں دو شخص کو قتل کرا دیا۔ مخدوم جہاں نے یہ خبر سنی اور کہا ''دہلی سا شہر، مشائخ علماء وفضلاء کا مجمع، سلطان فیروز شاہ بادشاہ، ولیوں کا معتقد، کسی کو اتنا نہ ہوا کہ اس دونوں بزرگوں کو دیوانگی کے بہانے سے رہا کرا دے''، لیکن یہی بات جب مخدوم جہاں کے ساتھ ہوئی، کلمات شطحیات کے مرتکب ہوئے تو انہوں نے توبہ نصوح کی۔ بلکہ تجدید اسلام کیا۔ شریعت کا احترام ولحاظ ان کے پیش نظر بدرجہ آخر تھا۔ وقت وفات تمام آداب شریعت ملحوظ رہے۔ طہارت ونظافت کا خاص اہتمام، وضو کیا، بالوں اور داڑھی میں کنگھی کی۔ ظاہر کے مکمل ہوش وحواس میں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پوری زندگی ہی شریعت کی پابندی بدرجہ تمام وکمال برتی۔ جہاں تک بہیا کے جنگل کا معاملہ ہے مصدقہ تحقیق کے بغیر کوئی رائے ممکن نہیں۔ صاحب مناقب الاصفیاء نے لکھا ہے:

''خدا داند کہ اورا درایں مدت در از در جنگل باخداچہ معاملہ بود'' (خدا جانے کہ ان کو جنگل کے اس مدت دراز میں خدا سے کیا معاملہ تھا۔)

مخدوم جہاں کی داستان ارادت بھی عشق کی جست وجو کے ساتھ شریعت کی تلاش سے وابستہ ہے۔ مشائخ کرام سے ملاقات اور ہر سے بے اطمینانی کا اظہار۔ حضرت شاہ بوعلی قلندر پانی پتی سے مل کر صاف کہہ دیا ''مردے است و لے مغلوب الحال'' اپنے پیر ومرشد کو وہ ظاہر میں شریعت کا

پابند اور باطن میں عاشق اور مغلوب الحال دیکھنا چاہتے تھے۔ دہلی سے لوٹ آئے اور ایک عاشق صادق حضرت نجیب الدین فردوسی، کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ وہ پابند شرع عام کس وناکس کو بھی علم ظاہر اور عقل وافر کے مشائخ طریقت پر ترجیح دیتے تھے۔ حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کیفیت کا نقشہ اپنی کتاب ''تاریخ تصوف'' میں اس طرح کھینچا ہے۔ تصوف کی طویل بحثوں کے بعد لکھتے ہیں: ''ایک گروہ وہ ہے جو شریعت محمدیہ کو خواہ وہ اس پر قائم بھی ہو محض ایک عالم ظاہری تصور کرتا ہے۔ ایک طریق تحقیق کو جس کو وہ اپنی اصطلاح میں ''عرفان'' کہتا ہے، علم پر ترجیح دیتا ہے اور اس عرفان کی وساطت سے مسلمانوں میں وحدت الوجودی فلسفے اور ایک ایسے عملی نصب العین کی بنیاد ڈالتا ہے جس کا ہمارے نزدیک مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

دوسرا گروہ شریعت محمدیہ پر قائم ہے اور اس پر مخلصانہ استقامت کرنے کو انتہائے کمال انسانی تصور کرتا ہے۔ یہ وہ گروہ ہے جس نے قرآن شریف کا مفہوم وہ سمجھا جو صحابہ کرام نے سمجھا تھا جس نے اس راہ پر کوئی اضافہ نہیں کیا جو رسول اللہ ﷺ نے سکھائی تھی۔ جس کی زندگی صحابہ کرام کی زندگی کا نمونہ ہے۔ جو سونے کے وقت سوتا ہے، جاگنے کے وقت جاگتا ہے، جنگ کے وقت میدان میں جاتا ہے، کام کے وقت کام کرتا ہے، آرام کے وقت آرام کرتا ہے، غرض یہ کہ اپنے اعمال وافعال میں اس عظیم الشان اور سادہ زندگی کا نمونہ پیش کرتا ہے جو نوع انسانی کی نجات کا باعث ہوئی۔ اس گروہ کی دم قدم کی بدولت اسلام زندہ رہا۔ زندہ ہے زندہ رہے گا۔ یہی مقدس گروہ اصل میں صوفی کہلانے کا مستحق ہے۔ راقم الحروف (اقبال) اپنے آپ کو ان مخلص بندوں کی خاک پا تصور کرتا ہے۔ اپنی جان ومال وعزت وآبرو ان کے قدموں پر نثار کرنے کے لیے ہر وقت حاضر ہے اور ان کی صحبت کے ایک لحظہ کو ہر قسم کے آرام وآسائش پر ترجیح دیتا ہے۔''

یہی وہ اقبال ہیں جو خردمندان شریعت کو حرم عشق کے لیے خطرہ کہتے ہیں:

سپاہ تازہ برانگیزم از ولایت عشق
کہ در حرم خطرے از بغاوت خرد است

مخدوم جہاں کی طرح یہاں بھی کوئی تضاد نہیں۔ یہ عاشق کی اپنے مطلوب کے لیے وہ محرومی وبے حالی ہے جس کا اظہار وہ شریعت کے احترام میں نہیں کرتا:

سماسکا نہ دو عالم میں مرد آفاقی

بلکہ مرد آفاق کا جنون عشق خدا کو بھی اسیر محبت کرتا ہے:

دردشت جنون من جبریل زبوں آید
یزداں بہ کمند آورئے ہمت مردانہ

مخدوم جہاں کے یہاں بھی سوز دروں اور آتش عشق سے کون ومکاں جلتے ہیں، یہاں تک کہ ہر شئے کو دوزخ سے عذاب ہوتا ہے اور دوزخ کو اہل محبت کی گرمی عشق ہے۔

''ہمہ چیز ہارا بہ آتش دوزخ عذاب کنند دوزخ رابا آتش دل محباں۔'' (فوائد رکنی در فوائد اول)

کبھی تعبیر عشق سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ عشق بہتر ہے۔ ایک عالم ظاہر کے ثواب شریعت سے اپنے مکتوب الیہ کو ایک شعر کی طرف متوجہ کرتے ہیں:

واذا الحبیب اتی بذنب واحد
جاء ت محاسنہ باالف شفیع

(محبوب سے ایک گناہ سرزد ہوتا ہے تو اس کے محاسن ہزار سفارشی لاکر کھڑا کر دیتے ہیں)

اسی کو علامہ اقبال نے کہا ہے:

اگر ہے عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہیں تو مرد مسلماں بھی کافر وزندیق

مخدوم جہاں نے آتش عشق فروزاں کی اور کون ومکاں جلنے لگے۔ مگر کیا شان عبویت اور حسن محبت ہے کہ بندہ مومن کے آتش عشق سے شریعت ظاہرہ کو کوئی چنگاری آنہیں لگتی۔ نہایت نازک وقت میں بھی وہ پابندی شریعت کا پورا التزام کرتے۔

عشق کا یہ تصور یاران شریعت اور صاحبان طریقت کو یکساں متوجہ کرتا ہے کہ مخدوم جہاں کی شاہراہ نجات نہایت کشادہ اور فطری ہے۔ یہ وہ شاہراہ ہے جسے محبوب رب العالمین ﷺ نے ہموار کیا۔ تمام انبیاء ومرسلین اور اولیائے کاملین نے بنیاد ڈالی۔ مخدوم جہاں کا تصور عشق اس راہ میں تمام تفریق وامتیاز کو پامال کرتا ہے۔ وہ حاملان طریقت جو علو ومراتب کی بلندی پر فائز ہیں، منزل عشق کے ایک عام راہی کی طرح شریعت کی پابندی میں برابر ہیں۔ خواہ درجات کی بلندی میں وہ جس مقام کے حامل ہوں شریعت کی تکلیف سے مستثنیٰ نہیں۔ مخدوم جہاں کا یہ تصور عشق نہ صرف راہ نجات ہے بلکہ حسین، سادہ، پرکشش اور پر کیف دین وتصوف کی تشریح میں مخدوم جہاں کے یہاں یہ باریک رسی، نکتہ سنجی وآفرینی ہر مسئلہ میں نمایاں ہے۔ یہی کار تجدید ہے۔ آمیزشوں سے اسلام کو پاک کرنا اس کا حقیقی تصور عام کانا اور خود بھی کاربند ہوجانا مجددین کی روش ہے۔

عشق کے نازک اور باریک مسئلہ میں مخدوم جہاں نے جو سادہ اور عام فہم تصور دیا، اس پر محبت وعشق کے تمام پیچیدہ فلسفے، اعلیٰ موشگافیاں قربان، ادب کی بہترین نگارشات اور تصوف کے اسرار ورموز، راز ونیاز مخدوم جہاں کی اس طرز تعبیر کے ہم سرو مقابل نہیں۔ انہوں نے عشق کو ایک نیا رنگ وآہنگ دیا۔ نئی سمت دی اور نئی کیفیت اسے رفعت وعظمت عطا کی۔ لطافت ونزاکت بخشی، شریعت کا قالب دیا اور عشق بے حال وبے قرار کو تصور نجات۔ سکون اور حقیقی کامرانی، اسی لیے مخدوم جہاں بلند ہیں۔ بہت بلند۔

□□□

(ادارہ)

فقیہ ایشیا و یورپ فخر الہند

حضرت مفتی عبدالواجد قادری

امین شریعت مرکزی ادارہ شرعیہ بہار سے ایک گفتگو

حضرت مفتی عبدالواجد قادری کی قد آور شخصیت ک ءی جہتوں سے بڑی نمایاں اور ممتاز ہے، صوفی، مفتی، مصنف، مرشد، شاعر اور سیاح ہر اعتبار سے ان کا وجود ہمارے ل ءے قدرت کا انعام ہے۔ انہوں نے دین وسنت کی جو خدمت کی ہے وہ یقیناً اہمیت کی حامل ہے اپنے ملک ہندوستان سے لے کر ہالینڈ اور دیگر ممالک تک انہوں نے دین وسنت کی خدمت کی۔ ان کی خدمات کی زریں لہریں ہمیں ان کے بڑے اور بہت بڑے ہونے کا احساس دلاتی ہیں۔ ابھی آپ مرکزی ادارہ شرعیہ بہار کے امین شریعت ہیں اور جامعہ واجدیہ دربھنگہ کے بانی و سرپرست۔ ضعیفی وکمزوری کے باوجود علمی و دینی کاموں سے شغف برقرار ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سایہ عمر کو صحت وسلامتی کے ساتھ دراز فرماءے۔

اس شمارہ کے انٹرویو کے ل ءے حضرت سے رابطہ ہوا ان دنوں طبیعت بہت ناساز ہے مگر اس کے باوجود دینی حمیت اور تحفظ مسلک کی خاطر آپ نے خود کو اس کام کے ل ءے آمادہ کیا۔ ادارہ الرضا ان کے اس جذبہ کو سلام کہتے ہوءے ان کی صحت کے ل ءے دست بہ دعا ہے، خدائے پاک انہیں صحت وسلامتی اور عمر خضر عطا فرمائے، آمین

سوال (۱): اپنی زندگی کے مختصر احوال سے روشناس کرائیں۔

جواب (۱): زندگی بے بندگی شرمندگی، کون چاہتا ہے کہ اپنی جگ ہنسائی ہو لہذا۔۔۔۔ع

منہ دیکھ کے کیا ہوگا پردہ میں بھلائی ہے

اگر آپ کچھ کریدنا ہی چاہتے ہیں تو ''فتاوٰی یورپ'' کے مرتب حضرت مولانا سلطان رضا قادری نے فقیر غفرلہٗ کے بعض حالات زندگی کو ضابطۂ تحریر میں لاکر مجھے بوجھل کردیا ہے یا اس کے بعد آنجناب نے خود ''تجلیات نیرؔ'' میں عزیزم مولانا فیضان الرحمٰن سبحانیؔ کے توسط سے اپنے سیال قلم کے ذریعہ از ولادت تا لحولت فقیر کی زندگی کا آئینہ دکھلا کر مجھے شرمندہ کیا ہے۔

اور اب اخیر میں دنیائے شعر وادب کے ممتاز اسکالر ڈاکٹر پروفیسر حافظ عبدالمنان طرزیؔ نے کئی سو اشعار پر مشتمل ناچیز ہیچ مداں کی نامراد زندگی کو بنا ''نیرؔ تاباں'' مقید کرنے کی شاعرانہ کوشش کی ہے۔ میں ان کی محنت وکاوش کی قدر کرتا ہوں لیکن مجھے اس حقیقت کا بھی اعتراف قلبی ہے کہ میں ہرگز اس لائق نہیں ہوں بلکہ ان مداحوں نے اپنی اپنی خوبیاں دیکھ کر آئینے کا رخ بدل دیا ہے۔

سوال (۲): آپ کی خدمت کی متنوع جہتیں ہیں اور ہندو بیرون ہند ممالک تک پھیلی ہوئی ہیں اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اپنی تبلیغی خدمات سے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں خاص کر ہالینڈ اور دیگر یورپی ممالک میں اپنے دورہ کے اثرات بیان فرمائیں۔

جواب (۲): بعونہ تبارک وتعالیٰ وبکرم حبیبہ اعلیٰ دور طالب علمی ہی سے تقریر وتبلیغ کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے لیکن نہ تو میں کوئی مشہور مقرر ہوں اور نہ اپنا کوئی تبلیغی حلقہ ہے۔ چھوٹی موٹی محفلوں خاص کر محافل میلاد شریف کو تبلیغ واصلاح کا بہترین ذریعہ سمجھتا ہوں۔ موجودہ جلسہ وجلوس جو ہندوستان میں عموماً رائج ہیں انہیں انتہائی نقصان وہ اور تبلیغ واصلاح کے لیے زہر شیریں سمجھتا ہوں، اس لیے حتی الامکان ان جلسوں کی شرکت سے گریز کرتا ہوں۔

تبلیغ دین کا ایک بہترین ذریعہ پیری مریدی بھی ہے لیکن اس وقت اصلاح وتزکیہ کی بجائے اس میں تجارت غالب ہے اس لیے مختلف طرق اجازت کے باوجود میں اس سے زیادہ دلچسپی نہیں رکھتا، ہاں جس طالب کو جب تک جامع شرائط پیر نہیں ملتا میں اس کو محفوظ کر لینے کی کوشش کرتا ہوں۔ ایسے محفوظین کی تعدا بھی ہزاروں میں ہے جو مختلف علاقوں اور ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

تبلیغ کے سلسلہ میں ممبئی، احمد آباد، اجمیر، پٹوری، بالوترا، جودھپور، جے پور، جون پور، پرتاب گڑھ، فتح پور، مرزاپور، مغل سرائے، غازی پور اور بہار کے اکثر اضلاع کے علاوہ آسنسول، بردوان، مرشد آباد، کلکتہ، گوہاٹی، رنگیا، وغیرہم اضلاع ومضافات کے علاوہ نیپال کے مختلف اضلاع اور علاقے مثلاً کاٹھمنڈو، نیپال گنج، جنکپور دھام، ملنگوا، راج بیراج، مقامات مذکورہ اور ان کے علاقوں میں اسلام کے بنیادی عقائد کی اصلاح واشاعت اور سنیت کے مراسم کی تائید وتحقیق دورے کا خاص مقصد تھا۔ ابتدائی ایام میں صوفی سلیم اللہ بنارسی نے آداب محفل اور بولنے کا طریقہ

سکھایا۔ پھر بیشتر محفلوں میں پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی، مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی، اور علامہ کامل سہسرامی کا ساتھ رہا، اور اخیر میں نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفسر قرآن حضرت علامہ الحاج شاہ ابراہیم عرف جیلانی میاں قبلہ اور سلطان المناظرین عمدۃ المتقین علامہ الحاج شاہ رفاقت حسین صاحب قبلہ امین شریعت اول، کی رفاقت وشفقت حاصل رہی اکثر مقامات مذکورہ میں ان بزرگوں کے زیر قدم حاضر رہا اور انہی بزرگوں کے حکم سے افتتاحی تقریروں کا موقع ملتا رہا، اور سب سے اخیر میں حضور سیدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنے زیر شفقت بڑے بڑے جلسوں کے اسٹیج پر بولنے کا موقع عنایت فرمایا۔ بس انہیں بزرگوں کی نظر کرم تھی کہ عوام کے اندر پزیرائی ہوئی ورنہ من آنم کہ من دانم

ہالینڈ اور اس کے بعض علاقے جہاں ناچیز کی اصلاحی تقریریں ہوئیں ان میں جرمنی، فرانس، بیلجیم، خاص طور پر قابل ذکر ہیں جہاں کے لوگ انداز گفتگو سے متاثر ہوئے اور کبھی کبھار اپنی محفلوں میں آج بھی مدعو کرتے رہتے ہیں۔ ان علاقوں میں قادیانیت کے قدیمی اثرات ہیں جن سے متاثر ہوکر میں نے "قادیانی دھرم" نام سے ایک کتاب لکھی، اور وہاں کی مختلف زبانوں میں اس کی اشاعت ہوئی جس کا عمدہ اثر دیکھنے کو ملا۔ کئی قادیونیوں کو رجوع الی الحق کی توفیق ملی۔ آج بھی اس کتاب کی مانگ ان علاقوں میں موجود ہے۔

سوال (۳): تصنیف وتالیف سے آپ کا تعلق ہمیشہ سے رہا ہے اب تک کتنی تصنیفات وتالیفات منظر عام پر آئیں؟

جواب (۳): الحمد للہ تعالیٰ مجھے تصنیف وتالیف کا ذوق بچپنے سے ہے مگر میں کوئی بڑا کام اس میدان میں انجام نہیں دے سکا۔ وقتاً فوقتاً میں مضامین لکھتا رہا جو ماہنامہ سنی لکھنؤ۔ ماہنامہ کاشانۂ صابری کلیر شریف۔ ماہنامہ صوفی بنارس، نوری کرن بریلی شریف، وغیرہم میں چھپتے رہے۔ میری کتابوں کی طباعت کا سلسلہ مدرسہ رحمانیہ حامدیہ پوکھریرا ۱۹۵۷ء سے شروع ہوا جو بعونہ تبارک وتعالیٰ وقفہ وقفہ سے اب تک جاری ہے۔

تین درجن سے زائد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور کچھ پریس لائین میں ہیں۔ کئی کتابیں دو اور تین جلدوں پر مشتمل ہیں اور فتاویٰ شرعیہ تو سات جلدوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ تمام کتابوں کو مفید عام فرمائے آمین۔

سوال (۴): آپ نے اپنی زندگی میں کئی بزرگوں سے ملاقاتیں کیں ان کے احوال اور ملاقات کی کیفیات سے پردہ اُٹھائیں تا کہ ہم بھی ان کے ذکر کی لذتیں اٹھاسکیں:

جواب (۴): جن جن بزرگوں نے اپنی قدمبوسی ودست بوسی بلکہ معانقے سے نوازا آہستہ آہستہ ان کی یادوں کی بلبلیں حافظے کے قفس سے اڑتی جارہی ہیں اچھا ہوا کہ آپ نے یہ سوال قائم فرما کر کچھ شخصیات کی یادوں کو محفوظ کرنے کی ترکیب پیدا کی ہے۔ سب سے پہلے میں اپنے مرشد ومربی اور استاذ گرامی حضور مفسر اعظم کے والد ماجد نور دیدۂ اعلیٰ حضرت خلیفہ اول وجانشین مجدد اعظم حضرت علامہ الحاج شاہ حامد رضا (حجۃ الاسلام) علیہ الرحمہ کا مبارک نام لوں جنہوں نے اپنا دست شفقت میرے سر پر پھیرا اور چھوکی آواز سے میرے کانوں کو آشنا فرمایا۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضرت والا اپنے شاگرد رشید مولانا عبد الحفیظ صاحب کی واپسی کے بعد کمتول بازار میں قیام پزیر ہوئے دوسرے دن جمعہ آگیا تو نماز جمعہ ادا فرمانے کی فکر ہوئی۔ لوگوں نے بتایا کہ اس آبادی سے متصل چھوٹا (موجودہ رضانگر) نام کی ایک آبادی ہے جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے کمتول بازار کے مسلمان بھی وہیں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں۔

چنانچہ مسلمانوں کی جمعیت کے ساتھ آپ تشریف لائے، جمعہ کی نماز پڑھائی اور لوگوں کی متفقہ رائے کے مطابق ایک چوبی کرسی مسجد کے دروازے پر رکھ دی گئی تا کہ ہر مصلی آسانی کے ساتھ سلام ومصافحہ سے مشرف ہوسکے۔ جب بالغین کی صفیں مشرف ہوچکیں تو بچوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت کا نورانی چہرہ آفتاب کی طرح چمک رہا تھا اور شاہی لباس سے خوشبو کی لپٹیں پوری مسجد اور ماحول کو معطر کر رہی تھیں۔ بچوں سے مصافحہ کرنے میں بھی حضرت کے چہرے پر کوئی اکتاہٹ نہیں تھی ہر بچے کے سر پر ہاتھ رکھتے اور کچھ پڑھ کر دم فرماتے۔ میری بھی باری آئی میں بھی دست کرم کے نرم لمس سے مشرف ہوا اور حضرت نے کچھ پڑھ کر میرے کانوں میں پھونکا۔

حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے بعد میں مست از بادۂ الست عارف باللہ حضرت نعمت علی شاہ عرف خاکی بابا علیہ الرحمہ کی دعاؤں کا مرہون منت ہوں جو میری بسم اللہ خوانی کی محفل میں عینی طور پر بغیر دعوت کے تشریف لے آئے اور میرے نرم ونازک سر پر اپنے موٹے بانس کے ڈنڈے کو رکھ کر دعائیں دیں۔

تیسرے، عامل اجل علامہ شاہ ولی الرحمٰن صاحب، ابن حضرت محبی علیہما الرحمہ کے شاگرد رشید اور حضرت سیدی آسی جونپوری علیہ الرحمہ کے خزانہ معرفت کے وارث تھے جب میں مدرسہ نور الہدیٰ میں داخلہ لینے کے لیے پوکھریرا پہنچا تو آپ ہی اس کے ناظم اعلیٰ تھے رات بھر اپنی خانقاہ میں رکھا اور صبح سویرے فرمایا "مدرسہ میں داخلہ کا وقت ختم ہوچکا ہے جایئے پھر کبھی آیئے گا" چنانچہ دوبارہ وہاں جانے کا اتفاق اس وقت ہوا جب دوسرا مدرسہ (مدرسہ رحمانیہ حامدیہ) قائم ہوا اور اس کے ناظم اعلیٰ مولانا حافظ شاہ حمید الرحمٰن ہوئے، انہوں نے اپنے مدرسہ کے لیے حضور مفسر اعظم ہند سے کسی مدرس اول کی طلب کی، تو مفسر اعظم علیہ الرحمہ نے مجھے وہاں بھیج دیا اس وقت مجھے اسم بامسمیٰ مولانا شاہ ولی الرحمٰن صاحب علیہ الرحمہ کی پیش گوئی یاد آئی۔

چوتھے میرے محسن ومربی سیدی ومولائی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

جنہوں نے مسلسل گیارہ مہینے اپنی خدمت عالیہ میں فیضیابی کا شرف عطا فرمایا۔ سفر وحضر میں ساتھ رکھا اور اپنی موسلادھار شفقتوں سے نوازتے رہے۔

پانچویں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے چہیتے خلیفہ، متحدہ ہندوستان کے مقرر فرمودہ مفتی ولی ابن الولی حضرت علامہ مفتی شاہ برہان الحق صاحب جبلپوری علیہ الرحمہ جن کی قدمبوسی کا شرف کئی بار بریلی شریف میں بھی حاصل ہو چکا تھا مگر بمبئی میں مسلسل کئی دنوں کی ملاقات رہی۔ جب بھی میں ان سے ملنے کے لیے جاتا تو حضرت علامہ الحاج ارشد القادری کی معیت رہتی، اسی درمیان مسلم پرسنل لابورڈ کی کانفرنس کا انعقاد بھی ہوا جو تفصیل طلب ہے۔

چھٹی وہ شخصیت ہے جس نے ہماری زندگی کا رخ بدل دیا۔ اگر بوئے تصنع نہ ہو تو یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ جس نے ایک ذرۂ خاکی کو ہمدوش ثریا کر دیا اور وہ شخصیت نبیرۂ اکبر اعلیٰ حضرت حضور مفسر اعظم ہند علامہ الحاج شاہ محمد ابراہیم رضا عرف جیلانی میں قدس سرہٗ العزیز شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف کی ہے۔ جنہوں نے ایک سال سے زائد سفر وحضر اور عموماً شب وروز اپنے قدموں میں پناہ دی۔ پڑھایا لکھایا، تربیت فرمائی اور دستار کی فضیلت سے مشرف فرما کر کسی کام کے لائق بنا دیا۔

ساتویں وہ ذات والا صفات ہے جنہوں نے اپنی خداداد فیاضیوں اور جبلی سخاوتوں سے بار بار اس فقیر سراپا تقصیر کو نوازا۔ وہ ذات گرامی حضور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی تربیت یافتہ ذات شیخ المتکلمین حضرت علامہ الحاج سید شاہ محمد اشرفی الجیلانی محدث اعظم ہند کی ہے جن کی معیت میں لمبے لمبے سفر کا موقع زریں ملا جس سے آداب سفر کی سوجھ بوجھ پیدا ہوئی اور باطل پرستوں کے رد کا انداز ملا۔

آٹھویں مبارک ذات اس مجمع البحرین کی ہے جن کا احترام مختلف جہتوں سے خود سرکار مفتی اعظم اور محدث اعظم علیہما الرحمہ فرماتے تھے اور وہ عبقری شخصیت ہندوستان میں مشرب قادریت کی محافظ خانقاہ عالیہ مارہرہ مطہرہ کے تاجدار سید العلماء حضرت علامہ شاہ آل مصطفیٰ قدس سرہٗ صدر سنی جمعیۃ العلماء کی تھی، جنہوں نے بمبئی کھڑک کی سنی مسجد سے سیوان کی صوبائی سنی کانفرنس تک اور سیوان سے جنک پور کی آل نیپال سنی کانفرنس تک متعدد جلسوں اور کانفرنسوں میں فقیر کو زیر قدم رکھا اور اپنی نوازشات کی بارش فرماتے رہے۔

نویں شخصیت حضور شیر بیشۂ اہل سنت مناظر اعظم حضرت علامہ شاہ محمد حشمت علی خان صاحب پیلی بھیتی علیہ الرحمہ کی ہے۔ جن سے پہلا نیاز ۱۹۴۴ء میں بنارس کے محلہ مدنپورہ کی محلوں کی مسجد میں حاصل ہوا، اس وقت میں مدرسہ فاروقیہ پانڈے حویلی میں درجۂ منشی کی تیاری کر رہا تھا۔ پھر بریلی شریف میں قیام کے درمیان کئی بار آپ کی قدمبوسی حاصل ہوئی۔ محلہ سوداگران بریلی شریف میں بغرض زیارت تشریف لانے والوں میں سب سے زیادہ مؤدب دو شخصیتوں کو پایا۔ پہلی شخصیت شیر بیشۂ اہلسنت حضرت علامہ مولانا شاہ حشمت علی خاں کی اور دوسری شخصیت رئیس اعظم اڑیسہ امیر التارکین حضرت مولانا الحاج شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب کی تھی۔

اور دسویں ذات گرامی عمدۃ المناظرین حضرت علامہ مفتی اجمل حسین شاہ بھیاں سنبھل کی ذات بابرکات ہے کہ جب بھی وہ بارگاہ رضویہ میں زیارت کے لیے تشریف لاتے تو جامعہ رضویہ منظر اسلام کے منتہی طلباء کو کبھی ہدایہ آخرین اور کبھی مناظرہ رشیدیہ اور کبھی ترمذی شریف کے اسباق تبرکاً پڑھاتے اور بعض طلبہ کی صلاحیت کی داد دیتے ہم لوگوں کے فراغت کے سال صحاح ستہ اور ہدایہ آخرین کا امتحان بھی آپ ہی نے لیا اور اچھے نمبرات سے نوازا۔

اب میں کن کن بزرگوں کی ملاقات کا تذکرہ کروں مختصر یہ ہے کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے اکثر تلامذہ کرام مثلاً حضرت حافظ ملت علامہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ، شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی میرٹھی، مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب علیہ الرحمہ، سلطان المناظرین حضرت علامہ شاہ رفاقت حسین صاحب، قاضی ملت مولانا شمس الدین صاحب جونپوری، افتخار ملت مولانا سلیمان اشرفی بھاگلپوری، حافظ دیوان حافظ مولانا غلام جیلانی اعظمی، شیخ الحدیث مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی، اعلم العلما مولانا ثناءاللہ صاحب، بحر العلوم مولانا سید افضل حسین صاحب مونگیری، مولانا سید مختار اشرف کچھوچھوی، حضرت مولانا سید محمد قائم صاحب قتیل دانا پوری فاضل توراۃ وانجیل، علیہم الرضوان کی دعاؤں اور شفقتوں سے نوازا گیا ہوں۔

سوال (۵): خانوادہ رضا سے آپ کا تعلق دور طالب علمی سے ہے آپ نے اپنے دور طالب علمی بریلی شریف کو کیسا پایا کن کن بزرگوں کی وہاں آمد ہوتی تھی اور وہاں کا ماحول کیسا تھا:

جواب (۵): اپنے دور طالب علمی میں میں نے تمام طالب علموں کو مولانا کے لقب سے مشرف پایا، یہاں تک کہ حضور سیدی مفتی اعظم ومفسر اعظم علیہ الرحمہ والرضوان بھی مبتدی طلبہ کو مولانا کے خطاب سے نوازتے اور اپنی نشستگاہوں میں مقام عزت پر بٹھاتے۔

جن علماء اعلام اور معظمین دین کا ذکر میں نے سوال نمبر ۴ کے جواب میں کیا ہے جب وہ بریلی شریف کے سوداگران محلے میں تشریف لاتے تو یہاں کے ذرے ذرے کی تعظیم فرماتے۔ مدرسہ اعلیٰ حضرت کے معلمین ومتعلمین اور کارندوں تک کی دست بوسی فرماتے، مفتی اعظم اور مفسر اعظم کی عظمتوں کو تو مت پوچھئے۔ اکابر علماء مشائخ جب ان حضرات کی خدمات عالیہ میں حاضر ہوتے تو ان کی چوکھٹوں کو چومتے اور سر پر رکھنے کے بعد اس کو آنکھوں سے لگانا باعث فخر سمجھتے۔

اعلیٰ حضرت کے خاندانی شہزادوں اور نونہالوں کو اپنی آغوش میں اٹھا کر پیشانی پھر پاؤں چومتے ان کے ننھے ننھے ہاتھوں کو اپنے سر پر رکھنا

باعث سعادت سمجھتے ۔حاجی کفایت اللہ صاحب (جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے خادم خاص تھے) اپنے کبرسنی کی وجہ سے کہیں آنے جانے سے معذور تھے دن بھر آستانہ مبارکہ کی چوکھٹ پر بیٹھے رہتے اور آنے جانے والوں کو دعاؤں سے نوازتے رہتے تھے، ہمارے اکابر علماء اور اہل خانقاہ مشائخ ان کی دست بوسی وقدمبوسی کو اپنا اعجاز جانتے تھے۔

ہندوستانی علماء اہلسنت اور اکابر ملت کے علاوہ غیر ملکی مشائخ کرام اور تاجداران خانقاہ بھی کبھی کبھی مزار اعلیٰ حضرت کی نسبت سے شہر بریلی میں تشریف ارزانی فرمایا کرتے رہتے تھے۔

سوال (۶) :تصوف کے فروغ وارتقا میں سلسلہ رضویہ کی خدمات کس حد تک ہیں، بریلی شریف کے مشائخ اور وہاں کے خلفا نے جماعتی استحکام ، اشاعت سنت اور فروغ تصوف کے لیے جوجد وجہد کی ہیں اس پر کچھ روشنی ڈالیں۔

جواب (۶): تصوف اگر صحت عقیدہ کے ساتھ تزکیۂ نفس اور اخلاق فاضلہ کا نام ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ اور اس خاندان عالیشان کی شبانہ روز کوششیں اس نہج تصوف میں مستغرق ہیں۔ اعلیٰ حضرت کا قلم فیض رقم اور حجۃ الاسلام سے علامہ ازہری (تاج الشریعہ) تک کی قلمی وعلمی جانفشانیاں سب امت مسلمہ کے گرداگرد اسی تزکیۂ نفس اور اخلاق فاضلہ کے لیے محوطواف ہیں۔

لاکھوں نہیں کروڑوں بندگان خدا کو مرکز محبت کی طرف رواں دواں کردینا اور اعمال صالحہ کے ساتھ ان کے عقائد حقہ کی حفاظت فرمانا مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ کے زمانے سے اب تک اس خاندان کا طرہ امتیاز ہے اگر یہ عمل تصوف کی خدمت نہیں ہے تو اور کس چڑیئے کا نام تصوف ہے؟ کروڑوں کی تعداد میں شجرۂ عالیہ رضویہ برکاتیہ کی اشاعت اور اس پر مریدوں کو کاربند بنانا تصوف کا فروغ وارتقانہیں تو اور کیا ہے؟

یوں تو سلسلہ عالیہ رضویہ کے ہر مجاز وماذون افراد اپنے اپنے ماحول اور علاقوں میں یہی خدمت انجام دے رہے ہیں مگر خلیفۂ اعلیٰ حضرت مبلغ عالم اسلام حضرت مولانا الحاج شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی نے دنیائے کفر میں افریقہ سے امریکہ ویورپ تک نناونوے لاکھ غیر مسلموں کو اسلام کا شیدائی وفدائی بنا کر سلسلۂ رضویہ سے مربوط کردیا۔ یہ اسلامی تصوف کی عملی خدمت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ ابھی امسال ۲۰۱۶ء میں جب میں جنوبی امریکہ کے ملک سرینام میں ایک شاندار مسجد "مسجد کنزالایمان" کے افتتاح کے سلسلہ میں گیا تو وہاں کئی مسجد وخانقاہ بنام مسجد اعلیٰ حضرت، انجمن اعلیٰ حضرت دیکھ کر ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا۔ یہ اسلامی خدمات اور نتائج تصوف کی روشنی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

بریلی شریف کے مشائخ ومجاز حضرات نے خانقاہ میں بیٹھ کر تصوف تصوف کی رٹ نہیں لگائی ہے بلکہ وہ سنگلاخ وادیوں میں تصوف اسلامی کی آبیاری کی ہے۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء.

سوال (۷) بزرگان بریلی کا بہار سے بڑا گہرا تعلق رہا ہے اور ہے، اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند مفسر اعظم ہند، رحمانی میاں اور تاج الشریعہ کے دورہ بہار کا اثر ہے کہ بہار میں سنیت پختہ ہے ، بزرگان بریلی بہار میں کہاں تشریف لائے، تبلیغی واشاعتی کاموں کے لیے کہاں کہاں مراکز قائم کئے اور اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے اس سلسلہ میں کچھ ارشاد فرمائیں:

جواب (۷): اس میں کوئی شک نہیں کہ بہار، بزرگان بریلی کے تعلق سے پُر بہار رہا ہے اور یہاں کی سنیت بھی مثالی رہی ہے۔ مگر آہستہ آہستہ صلح کلیت کی پرت یہاں کی سنت پر جمتی چلی گئی جو حضور امین شریعت علیہ الرحمہ کی خاص اصطلاح میں بہاری سنیت کا روپ دھارگئی، بہر حال آپ کی توقعات کی میں قدر کرتا ہوں خدا کرے یہاں کی سنیت پختہ ہی رہے۔

جہاں تک میری معلومات ہے بزرگان بریلی کا دینی واشاعتی تعلق بہار کے شہر آرہ، پٹنہ، مظفر پور، پوکھریرا، اور رضاباغ گنگٹی سے رہا ہے۔ آرہ میں حضرت مولانا رحیم بخش کے ذریعہ مدرسہ فیض الغرباء، پٹنہ میں حضرت قاضی عبدالوحید صاحب فردوسی کے ذریعہ پٹنہ سیٹی کا مدرسہ (مدرسہ اہل سنت مدرسہ حنفیہ پٹنہ) اور مظفر پور کے پوکھریرا میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن محبی کے زیر نگرانی مدرسہ نورالہدیٰ "بریلی نظریات" کے مراکز بنے۔ اول وآخر دونوں درسگاہیں اب تک قائم ہیں مگر اس کے بنیادی مقاصد پردۂ خفا میں ہیں۔

سوال (۸) : آج کل جماعت اہل سنت نے بعض جدید فارغین، بعض خانقاہیں اور دہلی سے شائع ہونے والا رسالہ "جام نور" جماعت اہل سنت کے مسلمہ عقائد کے خلاف برسرپیکار ہیں، اعلیٰ حضرت کی تعلیمات سے اختلاف کی جائز نہیں ضروری گردان رہے ہیں، حسام الحرمین کی عملاً مخالفت کررہے ہیں اور صلح کلیت کو مضبوط کرنے میں کوشاں ہیں الرضا کے پچھلے شماروں نے اس منفی روش کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہے آپ اس سلسلہ میں کیا محسوس کرتے ہیں؟

جواب (۸):

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

اعلیٰ حضرت مجدد اعظم کی تعلیمات وتحقیقات حقائق کے اجالوں میں وہ مینارہ نور ہے جو کل بھی اپنے پورے ماحول پر روشن تھا اور آج بھی پوری جرأت کے ساتھ روشن ہے۔ میں پوری بے چینی کے ساتھ اس

اسلامک انسائیکلو پیڈیا کا منتظر ہوں جو فتاویٰ رضویہ شریف کا جواب بن سکے اور جبتک کوئی ڈینگ ہانکنے والا ایسی جرأت کا عملی اظہار نہیں کرتا میں اس کی ڈینگوں کو پادر ہوا جانتا ہوں

ع مہہ فشاند نور سگ عوعو کند

اس وقت ایمان وعمل کی سلامتی ہندو پاک اور اردو دنیا کے لیے صرف اور صرف اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔ جو اس سے الگ ہوا وہ بہتر (۷۲) فرقوں میں سے کسی نہ کسی ایک فرقہ کی زد میں آجائے گا۔ حسام الحرمین کی مسلمانوں کو جیسی کل ضرورت تھی اس سے زیادہ آج ضرورت ہے کہ۔۔۔ ع

ذیاب فی ثیاب، لب پہ کلمہ دل میں گستاخی

کی تعداد اور رنگ روپ دن بدن بڑھتے جارہے ہیں تو زہر کے مطابق تریاق کا ڈوز چاہیے ''الرضا'' کے کئی شماروں کو میں نے دیکھا مشتمل مضامین کو پڑھ کر دل سے دعائیہ کلمات نکلے کہ مولیٰ کریم اس کے مدیر ومعاونین اور پوری ٹیم کو پوری جماعت اہلسنت کی طرف سے اجر جزیل عطا فرمائے کہ سب نے مل کر بروقت صحیح اقدام کیا ہے۔ اس کی کثیر اشاعت کی ضرورت ہے اور ہو سکے تو اس کی تحریر کو کچھ اور روشن کرنے کی کوشش کیجئے۔

سوال (۹): یہ آواز شدت سے بلند کی جارہی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے حسام الحرمین جن کی تکفیر کی ہے وہ ان کے دور میں قابل قبول تھا ہمارے دور میں نہیں۔ دبے دبے لفظوں میں یہ اعلیٰ حضرت اور فکر اعلیٰ حضرت سے اختلاف بلکہ انحراف کررہے ہیں یہ روش جماعت میں انتشار پیدا کر رہی ہے آپ ایسے لوگوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں:

جواب (۹): حسام الحرمین الشریفین کے اندر جن دریدہ دہنوں پر کفر التزامی کی وجہ سے مفتیان کرام نے کفر وارتداد کا فتویٰ صادر فرمایا ہے وہ نہ صرف قابل قبول تھا اور ہے بلکہ وہ فرض عین ہے کہ ان سب کا تعلق ایمان وعقیدے سے ہے۔

بیشک ان عقائد باطلہ کے ماننے والے اور ان کتابوں کے مصنفین کے پرستار اور حامی جب تک سر ابھارتے رہیں گے نیزۂ رضا کی ضرورت موجود رہے گی۔ ایسے ماحول میں حسام الحرمین کی ضرورت اور بڑھ جاتی ہے کہ یہی اس دور میں سنیت کا معیار ہے اس سے اختلاف کرنے والے یقیناً جماعت کے مخالف اور سنت کے لیے سم قاتل ہیں۔ مسلک کے معاملہ میں جو لوگ مخلص ہوں گے یقینا وہ حسام الحرمین کی حرف بہ حرف تائید کریں گے۔ اس سے اختلاف جماعت سے اختلاف اور جماعت میں انتشار پیدا کرنا ہے جو لوگ ایسا کررہے ہیں وہ انہیں اپنی آخرت کی خیر منانی چاہیے۔

سوال (۱۰): امین شریعت بننے کے بعد ادارہ شرعیہ بہار کے عزائم اور کارکردگی میں کوئی خاص پہل؟

جواب (۱۰): عزائم تو بہت کچھ ہیں لیکن جب تک وہ کاغذی نقشے سے اتر کر زمین پر نہیں آجاتے ہیں اس کے بارے میں کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا۔ البتہ کارکردگی میں ضرور پہل ہوئی ہے مثلاً دس کٹھہ زمین پر مرکزی ادارہ شرعیہ کی نئی عمارت کی پہلی منزل کی تکمیل، مسجد رضا کی تکمیل، ملک بھر میں اکیس بائیس مقامات پر دارُ القضا اور دارُالافتاء وغیرہ کی تشکیل۔ قاضیوں کا تقرر، مرکزی دارُ الافتا کے نقول رجسٹر سے تین ضخیم جلدوں کی اشاعت، دارُ القضا کے فائلوں کی کمپیوٹرائز حفاظت، کمپیوٹر سیکشن کی جدید تشکیل، تربیت قضاء وافتاء کا خاص اہتمام وغیرہ وغیرہ۔

سوال (۱۱): الرضا کے قارئین کے لیے کوئی پیغام۔

جواب (۱۱): مذہب ومشرب کے اس بیزاری کے دور میں ''الرضا'' کے قارئین کے لیے میرے علم میں اس سے بہتر کوئی پیغام نہیں ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کو جوان کی تشریحات سے واضح ہے نہایت مضبوطی کے ساتھ تھاما جائے اور مختلف گھاٹوں کے پانی پینے سے کلیۃً پرہیز کیا جائے کہ شاید یہ مثل صادق نہ آجائے

دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا

نوٹ: چند مہینوں سے بستر علالت پر ہوں اس لیے آپ سب کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔

□□□

(تیسری قسط)

احمد رضا صابری

انٹرنیٹ پر افکارِ رضا کے دریچے

گزشتہ سے پیوستہ......

- کنز الایمان تقدیس الوہیت اور عظمت رسالت کا پاسبان: پروفیسر سید اسد محمود کاظمی
- اعلیحضرت کے ترجمہ قرآن اور دیگر تراجم کا تقابل: علامہ عبد الرشید قادری رضوی
- کنز الایمان اور صدر الشریعہ: علامہ حافظ عطاء الرحمٰن قادری
- کنز الایمان پر اعتراضات کا علمی جائزہ: صاحبزادہ ابوالحسن واحد رضوی

اعلیٰ حضرت کے علمِ حدیث سے متعلق کام پر کتب ومقالہ جات:

- حیات الموات ایک معرکۃ الآراء کتاب: علامہ عیسیٰ رضوی
حیات الموات فی بیان سماع الاموات۔ امام احمد رضا کی معرکۃ الآراء کتاب
- احادیثِ موضوعہ اور امام احمد رضا: علامہ فیض احمد اویسی علیہ الرحمہ

اعلیٰ حضرت کے فقہِ حنفی سے متعلق کام پر کتب ومقالہ جات:

- اعلی حضرت کا فقہی مقام: علامہ عبد الحکیم اختر شاہجہانپوری علیہ الرحمہ
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے فقہ حنفی پر کام کا مختصر تعارف، اعلیٰ حضرت کی چند کتب پر تبصرہ، اعلیٰ حضرت کے مخالفین بھی آپ کی عظمت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے۔ علامہ اختر شاہجہانپوری کی لکھی گئی کتب اور تراجم کی فہرست بھی اس کتاب میں شامل ہے
- امام احمد رضا اور قومی وشرعی ایمرجینسی: سید ایوب اشرف
- فتاویٰ رضویہ کی علمی قدر و قیمت: ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
- فتاویٰ رضویہ کا خطبہ: مولانا قاضی عبد الدائم دائم

امام احمد رضا اور علم سائنس سے متعلق کام پر کتب ومقالا جات:

- امام احمد رضا اور علم صوتیات: ڈاکٹر محمد مالک

Description of the book:
The knowledge of voices in the view of Alahazrat Imam Ahmad Raza

- امام احمد رضا اور سائنسی مصطلحات: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
Imam Ahmad Raza And Scientific Terminology
- اعلیٰ حضرت اور سائنس: غلام مصطفےٰ رضوی
Alahazrat and Science
- امام احمد رضا اور نظریہء صوت وصدا: ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی
Imam Ahmad Raza And Concept of Voice
- امام احمد رضا۔ نیوٹن اور آئن سٹائن: ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی
Imam Ahmad Raza- Newton and Einstein
- امام احمد رضا قادری بیسویں صدی کے مسلم سائنس دان: فاروق احمد رضوی
Imam Ahmad Raza Qadri, Muslim Scientist of the 20th Century
- نظریہء حرکتِ زمین اور اعلیٰ حضرت بریلوی: ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ
The concept of the motion of Earth and Alahazrat Bareilvi
- کلکِ رضا کی خلا پیمائی: خواجہ مظفر حسین
- اعلیٰ حضرت کا علمِ ریاضی میں مقام: ی عبد المنان اعظمی
- امام احمد رضا بحیثیت بین الاقوامی سائنس دان: ق الرحمٰن شاہ
Imam Ahmad Raza as an international scientist
- اعلیٰ حضرت اور سائنس: علامہ سید شاہ تراب الحق قادری
Alahazrat and Science
- نظریہء حرکتِ زمین اور امام احمد رضا: ق الرحمٰن شاہ
The concept of the motion of Earth and Imam Ahmad Raza
- اولیاتِ رضا: ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی
Uniqueness of Raza
- رسالہ در علمِ لوگارثم کے چند حواشی: محمد ابرار حسین
Few commentries on the book of Logarithm
- اعلیٰ حضرت اور سائنس: محمد ذوالقرنین قادری
Alahazrat and Science
- امام احمد رضا کا نظریہء سائنس: مد جلال الدین قادری
Imam Ahmad Raza's concept of Science
- امام احمد رضا کے سائنسی نظریات: فیضان المصطفیٰ مصباحی

Scientific Concepts of Imam Ahmad Raza

- سائنسیات میں امام کی فکری تنقیدیں: ڈاکٹر امجد رضا خاں امجد
- قرآن ،امام احمد رضا خان اور ایٹمی پروگرام: ڈاکٹر محمد مالک

Qur'an, Imam Ahmad Raza Khan And Itomic Program

- امام احمد رضا اور نظریہ ءروشنی: ڈاکٹر محمد مالک
- مسئلہ ریاضی پرنئی دریافت: سرتاج حسین رضوی
- امام احمد رضا اور تحقیق زلزلہ: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
- اعلیٰ حضرت کا علمِ ہیئت وتوقیت میں کمال: ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ
- اعلیٰ حضرت اور علمِ ریاضی: ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ
- امام احمد رضا خاں ایک ماہر علمِ ریاضی
- امام احمد رضا خاں ایک ماہر علمِ ریاضی کی حیثیت سے: دابرار حسین

Imam Ahamd Raza as an expert of Mathematics

- اعلیٰ حضرت اور علوم طبیعات اور کیمیا: محمد اعظم سعیدی

Imam Ahmad Raza and knowledge of Physics and Chemistry

- امام احمد رضا بحیثیت منطقی وفلسفی: شبیر حسین بستوی

Imam Ahmad Raza as a Logician and Philosopher

- نظریہ ءمدّوجزر: محمد ابرار حسین
- امام احمد رضا کا فلاسفہ سے اختلاف اور ان کے نظریات پر تنقید: محمد عنایت احمد

Imam Ahmad Raza's distinction with Philosophers and criticism on their beliefs

- فوزِ مبین دررد حرکتِ زمین میں ریاضیاتی دلائل کا مختصر جائزہ: محمد ابرار حسین

A short review of mathematical proofs in Fauz-e-Mubeen Dar Radde Harkate Zamin

- علمِ ہندسہ پر امام احمد رضا کی نقد ونظر: مظفر حسین رضوی
- امام احمد رضا اور علوم عقلیہ: مفتی شبیر حسین
- امام احمد رضا اور سائنٹیفک اندازِ فکر: شمشاد حسین رضوی

Imam Ahmad Raza's scientific way of thinking

- الدولۃ المکیہ میں ریاضیاتی دلائل: محمد ابرار حسین
- اسلامی ریاضی وہیئت کا آخری دانائے راز: شبیر احمد خاں

The last expert of Islamic Math and Astronomy

- فتاویٰ رضویہ میں علمِ ریاضی وہیئت کا استعمال: دصادق ضیاء

Usance of Math and Astronomy in Fatawa Ridhawiyyah

- ریاضی وہیئت میں مقامِ رضا: راحمد غوری

Dignity of Imam Ahmad Raza in Math and Astronomy

- امام احمد رضا کی جدید علوم پر دسترس: علامہ ریاست علی قادری

Imam Ahmad Raza's grip on modern fields of learning's

- قرآن، سائنس اور امام احمد رضا: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

Qur'an, Science and Imam Ahmad Raza

- علوم سائنس اور امام احمد رضا: محمد تبریز القادری

Scientific Knowledge and Imam Ahmad Raza

- ایک عظیم مسلمان سائنسدان، امام احمد رضا خان: امہ ریاست علی قادری

A great Muslim Scientist, Imam Ahmad Raza

- جدید وقدیم سائنسی افکار ونظریات اور امام احمد رضا: ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ

Latest and Old Scientific concepts and Imam Ahmad Raza

- امام احمد رضا اور تحقیقاتِ آب: شمشاد حسین رضوی

Imam Ahmad Raza and research on water

- امام احمد رضا جدید سائنس کی روشنی میں: ایم حسن امام ملک پوری

Imam Ahmad Raza in view of the latest science

- امام احمد رضا کے رسالہ تنزیہ المکانۃ الحیدریہ کا تجزیاتی مطالعہ: محمد قمر زماں مصباحی

An anaylatical study of Imam Ahmad Raza's Book Tanzihul Makanatil Haidariyyah

- امام احمد رضا اور ان کی تصنیف فوزِ مبین: ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی

Imam Ahmad Raza and his book Fauz-e-Mubeen

- امام احمد رضا اور سائنسی تحقیق: مولانا محمد شہزاد قادری ترابی
اعلیٰ حضرت کی سکون زمین، روشنی، ایٹمی پروگرام، دائرہ دنیا، پانی اور برف کے رنگ، ریاضیات، آواز، گراموفون، معاشیات، زمینی پتھر اور سراب پر جدید سائنسی تحقیق۔

Description of the book:

Imam Ahmad Raza and Scientific Research. Imam Ahmad Raza's research on static earth, light, Atomic Program, Circle, the world, Colors, Mathematics, colors of water and ice, Voice, Gramo Phone, Economics, Stones and mirage

- ریاضیاتی علوم میں احمد رضا خاں بریلوی کے کارہائے نمایاں: پروفیسر ثناء اللہ بھٹی

Memorable works of Imam Ahmad Raza Khan in Mathematical branches of knowledge

جاری-----------

افریقی ممالک میں
حضور تاج الشریعہ علامہ شاہ اختر رضا قادری مدظلہ العالی کا بافیض روحانی سفر

رپورٹ: مولانا قیصر علی رضوی مصباحی
خطیب وامام مسجد خالد چیسورتھ یونٹ ۹ ڈربن

وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم، قاضی القضاۃ فی الہند، حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری، رضوی، ازہری صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کا علمی اور روحانی فیضان آج پورے عالم کو سیراب کررہا ہے۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے آپ کی شخصیت میں علم ومعرفت فقہ وتصوف عرفان وروحانیت کی ایسی قوت ودیعت فرمائی ہے جو اپنے گردوپیش اقارب و جوانب کو اپنا گرویدہ بنالیتی ہے، چہرے کی نورانیت باطن کی طہارت، کردار کی عظمت، فکرونظر کی حقانیت اور مسلک ومذہب کی استقامت وصلابت آپ کے وہ اعلیٰ اوصاف ہیں جو اپنے مریدین ومتوسلین اور معتقدین وجانثاران کو اپنے خوش رنگ میں رنگ دیتے ہیں۔ براعظم افریقہ اور بالخصوص جنوبی افریقہ میں آپ کے تبلیغی وروحانی اسفار کا رنگ واثر آج ہر کوئی محسوس کررہا ہے آپ جس علاقے اور خطے سے گذرتے ہیں وہاں ایمان وعرفان کی بہار آجاتی ہے۔ آپ کے وعظ وبیان کو سن کر اور بعض تو صرف آپ کے نورانی چہرے کی نیازمندانہ زیارت سے ہی ایمان وتقویٰ کی حقیقی دولت سے مالا مال ہوجاتے ہیں۔

ان کا سایہ اک تجلی انکا نقش پا چراغ
یہ جدھر گذرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

یوں تو افریقی ممالک میں آپ کے تبلیغی دورے تقریباً بیس سالوں سے ہورہے ہیں اور آپ کا ہر سفر کیمیا اثر ہے مگر حالیہ دورۂ افریقہ بڑا ہی باکرامت اور سحر انگیز اور نہایت فیض افشاں تھا، ۷رمئی بروز شنبہ ۲۰۱۶ء حاجی نوشاد رضوی کی دعوت پر ڈربن تشریف لائے۔ ایئرپورٹ پر خلیفہ حضور تاج الشریعہ ومحدث کبیر ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ آفتاب قاسم صاحب قبلہ رضوی ومجاہد اہل سنت حضرت علامہ عبدالحی نسیم القادری کی قیادت میں سینکڑوں مریدین ومتوسلین کی موجودگی میں آپ کا پرتپاک استقبال وخیر مقدم کیا گیا۔ ڈربن ایئرپورٹ سے حضرت سیدھے حاجی نوشاد رضوی کے گھر تشریف لائے جہاں عقیدتمندوں سے ملنے ملانے کے بعد کچھ دیر آپ نے آرام فرمایا اور پھر رات ۸ر بجے بعد نماز عشاء مسجد خالد جسیورتھ ڈربن یونٹ ۹ کی کانفرنس میں شرکت کے لیے حضرت علامہ عسجد رضا ومولانا مفتی عاشق حسین رضوی وخادم حاجی یونس اور حضرت علامہ آفتاب قاسم کے ہمراہ جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہوئے جہاں کم وبیش ہزار سے اوپر کا مجمع آپ کے دیدار کے لیے تڑپ رہا تھا۔ آپ جب تشریف لائے تو آپ کی آمد اور دیدار سے لوگوں میں مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ شہزادۂ حضور تاج الشریعہ، نمونہ سلف حضرت علامہ عسجد رضا صاحب کی نعت خوانی اور مختصر پرمغز خطاب ہوا اور ساتھ ہی علامہ مولانا مفتی عاشق حسین صاحب رضوی کا بھی سیرت رسول پہ کافی پاکیزہ بیان ہوا جسے سن کر لوگ کافی محظوظ ہوئے۔ اخیر میں حضرت علامہ آفتاب قاسم رضوی صاحب نے حضور تاج الشریعہ کی عظیم وعبقری شخصیت کو اپنے مخصوص انداز میں عوام کے سامنے اجاگر کرتے ہوئے نہایت ہی والہانہ انداز میں نصیحت فرمانے کے لیے دعوت دی۔ حضرت نے کچھ نصیحت فرمانے کے بعد کافی لوگوں کو اپنے دست حق پرست پر بیعت فرمایا۔ اس طرح علماء حفاظ کے ساتھ سارے لوگ بیعت کے مخصوص الفاظ کہتے ہوئے سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں داخل ہوئے بعدہٗ صلوٰۃ وسلام اور آپ کی پرسوز دعاء پر کانفرنس اختتام کو پہنچی۔ مسجد خالد کی طرف سے لنگر رضویہ تقسیم کیا گیا۔ کانفرنس میں عوام کے ساتھ ساتھ بڑی تعداد میں علمائے اہل سنت نے شرکت کی کچھ علمائے کرام جنہوں نے پروگرام میں شرکت کی ان کے اسماء اس طرح ہیں۔ خلیفہ حضور تاج الشریعہ، قائد اہلسنت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ سید ارشد اقبال رضوی مصباحی صاحب قبلہ خطیب وامام خالد خانقاہ بنیونی شریف، حضرت مولانا عبدالحیٔ نسیم القادری رضوی، حضرت مولانا احمد نذیر القادری خلیفہ حضور تاج الشریعہ، حضرت علامہ حافظ وقاری محمد شمیم القادری، حضرت مولانا طاہر رضوی، رئیس القلم حضرت علامہ فتح احمد مصباحی رضوی بانی آف دارالعلوم حافظ ملت ڈربن، حضرت مولانا عبدالستار رضوی مصباحی، حضور مولانا خلیل صاحب ڈربن فنکس۔

دوسرے دن یعنی یکشنبہ (Sunday) کو نوشاد حامد رضوی اور ان

کی فیملی کی طرف سے ایک عظیم الشان جشن عید میلا دالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وعرس اعلیٰ حضرت کا انعقاد ڈربن شہر کے مشہور ومعروف Oriont (اورینٹ)ہال میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز ۱۰ بجے دن میں ہوا جس میں ہزار سے زائد لوگوں نے شرکت کی۔ نظامت ونقابت کا فریضہ نقیب اہل سنت وقائد اہلسنت خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ سید ارشد اقبال رضوی مصباحی صاحب قبلہ نے انجام دیا۔ نعت ومنقبت کے بعد تقاریر کا سلسلہ جاری ہوا جس میں خلیفۂ حضور مفتی اعظم محقق ساؤتھ افریقہ حضرت علامہ مقدم صاحب قبلہ رضوی اور مفتی ساؤتھ افریقہ حضرت علامہ مفتی نسیم اشرف صاحب قبلہ کا پر مغز خطاب ہوا۔ ان دونوں حضرات نے خطاب کے دوران بریلی شریف کی مرکزیت سرکار اعلیٰ حضرت کے علمی خدمات اور حضور تاج الشریعہ کے چند مخصوص کرامات وفیوضات کو بیان کیا ،بعدہٗ حضور تاج الشریعہ اپنے شہزادہ حضرت علامہ عسجد رضا خاں صاحب قبلہ اور مفتی عاشق حسین کے ساتھ جلوہ فرما ہوءے۔ شہزادہ حضور تاج الشریعہ نمونہ سلف حضرت علامہ عسجد رضا خان صاحب قبلہ کی نعت خوانی وتقریر کے بعد حضور تاج الشریعہ کا پر تنویر خطاب ہوا جسے لوگ سن کر کافی محظوظ ہوئے اور فیضان سے فیضیاب ہوئے صلوٰۃ وسلام سے پہلے یہاں بھی کافی تعدا میں لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے صلوٰۃ وسلام کے بعد آپ کی پرسوز دعا پر اشک آلود لب ولہجہ میں آمین کی صدائیں سنائی دی جانے لگیں۔ اختتام کے بعد نماز ظہر ادا کی گئی اور لنگر رضویہ لوگوں میں تقسیم کیا گیا۔

مورخہ ۸/مئی بروز یکشنبہ (Sunday) بعد نماز عشاء (Lodge Grove) سنی مسجد (Over port) ڈربن میں نہایت ہی عظیم الشان پروگرام کا اہتمام کیا گیا جس میں عوام اہلسنت کے ساتھ ساتھ کافی تعداد میں معززین شہر ڈربن وعلمائے اہلسنت نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام مجید سے ہوا پھر ایک گھنٹہ تک نعت ومنقبت کا سلسلہ چلا اس کے بعد منبع علم وایقان، ساحر البیان، طلیق اللسان ،مفسر قرآن حضرت علامہ عسجد رضا خان صاحب قبلہ کا صلح کلیت کی رد میں بڑا ہی علمی وجذباتی خطاب ہوا۔ اس کے بعد سلطان الفقہا وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ کی آمد ہوئی اور آپ کا مختصر مگر روحانی بیان سن کر لوگوں کی طبیعت باغ باغ اور روح معطر ہو گئی محفل کا اختتام حضور تاج الشریعہ کی دعاء پر ہوا اور صلوٰۃ وسلام کے بعد لنگر رضویہ لوگوں نے تناول کیا۔

جوہانسبرگ:

مورخہ ۹/مئی بروز دوشنبہ بمقام سلطان باہو ہال بعد نماز عشاء میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور عرس اعلیٰ حضرت کا اہتمام کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام ربانی سے ہوا بعدہٗ سید فرقان قادری کی نعت خوانی ہوئی۔ نظامت کے فرائض خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا شمیم القادری صاحب لیڈی اسمتھ نے انجام دیئے انہوں نے نقابت کے دوران ہمدرد قوم وملت ڈاکٹر عبداللہ منصور رضوی کی طرف سے حضور تاج الشریعہ کی ایک کرامت کو لوگوں کے سامنے بیان کیا۔ ڈاکٹر عبداللہ منصور رضوی کی روایت بزبان مولانا شمیم القادری کچھ اس طرح ہے کہ: حضور تاج الشریعہ کے ساؤتھ افریقہ آنے سے کچھ دن قبل عالی جناب ڈاکٹر عبداللہ منصور رضوی نے حضور تاج الشریعہ سے فون پہ رابطہ کیا اور ساؤتھ افریقہ کے احوال وکوائف سے واقفیت دلاتے ہوئے کہا کہ حضور یہاں بارش نہیں ہو رہی ہے۔ قحط سالی پڑی ہوئی ہے لوگ کافی پریشان ہیں حضور بارش کے لیے دعا فرما دیں۔ جواباً حضور تاج الشریعہ نے فرمایا "فکر مت کر جب میں آؤں گا بارش ہوگی اور خوب ہوگی" راقم الحروف بھی اس بات کا شاہد ہے کہ جب تک ڈربن میں حضرت کا قیام رہا بڑی زبردست موسلا دھار بارش ہوئی اور اسی طرح جوہانسبرگ اور ساؤتھ افریقہ کے دیگر علاقوں میں بھی خوب جھما جھم بارش ہوئی اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حالیہ دورۂ افریقہ بڑا ہی باکرامت اور سحر انگیز اور نہایت ہی فیض افشاں تھا۔

مورخہ ۱۰/مئی بروز منگل بمقام فورڈس برگ تنظیم وجماعت اہلسنت کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان محفل کا انعقاد عمل میں آیا جس میں ساؤتھ افریقہ کے سنی مسلمانوں نے کافی تعداد میں شرکت کی محفل کا آغاز تلاوت کلام ربانی سے ہوا بعدہٗ حضرت علامہ مولانا مفتی عاشق حسین رضوی صاحب کی نعت خوانی ہوئی اور دیگر احباب نے بھی نعتیں پڑھیں اس طرح کچھ دیر تک نعت ومنقبت کا سلسلہ چلتا رہا کہ اسی دوران شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان رضوی صاحب قبلہ رونق محل ہوئے خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ سید محمد ارشد اقبال صاحب رضوی مصباحی کی گذارش پر آپ نے حضور تاج الشریعہ کا مشہور زمانہ کلام؎

زندگی یہ نہیں ہے کسی کے لیے
زندگی یہ ملی ہے نبی کے لیے

اپنے پر کیف انداز میں پڑھا، دوران نعت خوانی کچھ اشعار کی تشریح وتفصیل بیان کرتے ہوئے استقامت فی الدین، حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صلح کلیت کے حوالے سے بڑا ہی پاکیزہ پیغام عوام اہلسنت کو عطا کیا۔ حضور تاج الشریعہ کا بڑا ہی جلالی، روحانی، عرفانی خطاب ہوا جس میں آپ نے لوگوں کو صراط مستقیم جماعت اہلسنت (مسلک اعلیٰ حضرت) پر عمل پیرا رہنے کی تلقین کرتے ہوئے تمام ادیان باطلہ سے اور صلح کلیت سے کوسوں دور رہنے کی تلقین فرمائی اخیر میں صلوٰۃ وسلام اور نیاز شریف پر مجلس کا اختتام ہوا۔ اس طرح تنظیم جماعت اہلسنت کے افراد بالخصوص مجاہد اہلسنت سیدنا صر صاحب وذوالفقار بھائی کی محنت رنگ لائی اور پروگرام بڑا ہی کامیاب رہا۔ اس محفل میں جن جن علمائے کرام نے شرکت فرمائی ان کے نام اس طرح ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم محمد رضوی صاحب قبلہ، حضرت مولانا موسیٰ رضا صاحب رضوی، حضرت مولانا غلام حسین صاحب قبلہ، حضرت

مولانا محمد انور صاحب قبلہ، حضرت مولانا محمد شمیم القادری صاحب قبلہ، حضرت قاری رئیس صاحب اور اساتذۂ دارُ العلوم امام احمد رضا لوڈیم، ۱۳ر ۱۴ر ۱۵ر مئی کو سوئٹزرلینڈ اور موزمبیق میں قیام کے دوران کافی لوگوں نے فیضان حضور تاج الشریعہ سے اپنے آپ کو مالا مال کیا۔

زمبابوے:

وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین مفتیٔ اعظم ہند، شہزادۂ مفسر اعظم ہند، رہبر شریعت آفتاب ولایت، پیر طریقت سلطان الفقہا، قاضی القضاۃ فی الہند، تاج الاسلام تاج الشریعہ حضرت ولامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں سنی حنفی قادری برکاتی رضوی نوری ازہری بریلوی مورخہ ۷ر مئی بروز دوشنبہ ہرارے زمبابوے تشریف لائے آپ کے ہم سفر وہمراہ آپ کے شہزادہ حضرت علامہ عسجد رضا خان رضوی، مفتی عاشق حسین رضوی صاحب حاجی یونس قریشی انڈیا، حاجی شیراز عبد المجید ملاوی حاجی شبیر بکالی ساؤتھ افریقہ، حاجی عثمان شری لنکا، حاجی محمد عاطف رضا ملاوی ھاجی محمد مذکر رضا ملاوی بھی تشریف لائے۔ یہاں مولانا قاری غلام احمد رضا عبد القادر کی قیادت میں زمبابوے کے خوش عقیدہ سنی حضرات نے آپ حضور والا کا والہانہ استقبال کیا۔ ہرارے ایئر پورٹ سے حاجی منصور رضا عبد القادر کی خوبصورت کار میں بیٹھ کران کی معیت میں پہلے ان کے گھر تشریف لے گئے جہاں حضرت نے ان کے خوشحالی کے لیے دعاء کی بعدۂ حاجی عسکری رضا عبد القادر کے دولت کدہ پہ تشریف لائے جہاں عام طور پہ آپ کا قیام ہوتا ہے۔

۶ر مئی کو حاجی منصور رضا عبد القادر کے گھر پر ختم غوثیہ کا پروگرام رکھا گیا جسمیں حضرت کی خصوصی شرکت ہوئی۔ حضرت علامہ عسجد رضا خان رضوی صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں پنجابی کلام پیش کیا جس کی بڑی پذیرائی کی گئی بعدۂ مائک حضرت کو دیا گیا حضرت نے اپنا تازہ ترین خوبصورت کلام ''ابر کرم گیسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' اپنے مخصوص لب ولہجہ میں گنگنایا تو سننے والوں کا سویا ہوا عشق بھی زندہ ہوگیا آپ حضور والا کے کلام کو سننے کے بعد ایمان وعشق کی لو تیز اور ایمان کی کھیتی تازہ ہوگئی۔ اس محفل میں بذات خود حضرت نے صلوٰۃ وسلام کا آغاز یا نبی سلام علیک سے کیا اور اختتام مشہور زمانہ سلام ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' پہ فرمایا آپ کی پر مغز روحانی عرفانی دعا پہ محفل کا اختتام ہوا۔

مورخہ ۱۷ر مئی ۲۰۱۶ء کو ظہرانے (Lunch) کی دعوت حاجی فضل رحیم وحاجی احمد کے گھر پہ ہوئی۔

مورخہ ۱۶ر مئی کی رات کو مدینہ مسجد میں سرکار اعلیٰ حضرت کے بہت ہی قریبی اور چہیتے خلیفہ حضرت علامہ محمود جان رضی اللہ عنہ کا عرس منایا گیا جس میں حضرت علامہ مفتی عاشق حسین رضوی کشمیری صاحب کا آثار قیامت کے تعلق سے بڑا ہی جامع مانع خطاب ہوا۔ اس کے بعد حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خان صاحب رضوی اور الحاج نثار احمد معرفانی دونوں حضرات نے ایک ساتھ مل کر بڑا ہی پیارا کلام ''اب تو بس ایک ہی دھن ہے کہ مدینہ دیکھوں'' پڑھا جسے سننے کے بعد سامعین کی طبیعت باغ باغ اور روح معطر ہوگئی۔ مدحت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علامہ مفتی عسجد رضا صاحب قبلہ نے درود وسلام کی اہمیت افادیت پہ ایک معلوماتی گلدستہ عوام کے حوالے کیا۔ پھر اس کے بعد حضور تاج الشریعہ نے بھی مزید قرآن واحادیث کی روشنی میں درود وسلام کی اہمیت پہ کچھ معلوماتی نکات بیان فرمائے جسے سننے کے بعد دل ودماغ عش عش کرنے لگے اخیر میں صلوٰۃ وسلام اور آپ کی دعاء ہوئی۔ اس طرح ۱۶ر مئی سے لے کر ۱۸ر مئی کے فیضان سے فیضیاب ہوتی رہی۔

ملاوی:

مورخہ ۱۸ر مئی کو حضرت اپنے ہمنواؤں کے ساتھ 11:30am پر ہرارے زمبابوے سے ملاوی کے لیے روانہ ہوئے اور یہاں (ملاوی) چلیکا (Chileka) ایئر پورٹ پر کم وبیش ۲ر بجے پہنچے۔ ملاوی کی نہایت ہی متحرک وفعال تنظیم ''محبان اولیا'' کے افراد حضرت علامہ ومولانا محمد عارف رضوی صاحب والحاج جنید رضا کی قیادت میں آپ کے استقبال کے لیے اپنے چشم ودل کو فرش راہ کئے ہوئے تھے۔ جیسے ہی آپ کے نورانی چہرے پر ان لوگوں کی نظر پڑی ویسے ہ نعرہ تکبیر ورسالت صدا بلند ہونے لگی اور مسلک اعلیٰ حضرت، فیضان حضور تاج الشریعہ کے فلک شگاف نعروں نے پورے ایئر پورٹ کی توجہ آپ کے نورانی چہرے پر مرکوز کردی، سارے حضرات آپ کے استقبال میں اپنے اپنے گاڑیوں پہ ایک چھوٹے سے پوسٹر لگا رکھے تھے جس پہ سنہرے الفاظ میں یہ لکھا ہوا تھا ''**اھلاً وسھلاً مرحبا یاسیدی ومرشدی تاج الشریعہ**'' ملاوی ایئر پورٹ سے ڈائریکٹ جناب اشرف بھائی کے قیامگاہ پر تشریف لائے (Limbe) لمبے جامع مسجد میں ایک شاندار پروگرام کا انعقاد کیا گیا جس میں تقریبا تین سو سے زائد لوگ جمع ہوئے۔ محفل کا آغاز تلاوت کلام ربانی سے ہوا بعد حضرت علامہ عسجد رضا خان رضوی صاحب قبلہ مولانا عارف رضا وجناب عاطف رضا کی نعت خوانی ہوئی پھر حضرت کا خطاب ہوا اور اسی محفل میں بھی کافی لوگ روحانی طور پہ وابستہ ہوکر قادری رضوی ہوگئے صلوٰۃ وسلام اور نیاز۔

مورخہ ۱۹ر مئی کو حضرت اپنے روحانی ٹیم کے ساتھ (Lilongwe) لیلونگوے تشریف لائے اور ۲۰ر مئی کی شب کو شیراز بھائی کے گھر پر نوری محفل منعقد ہوئی جس میں پانچ سو سے زائد لوگوں نے شرکت کی اور فیضان حضور تاج الشریعہ سے مالا مال ہوئے۔ نعت ومنقبت کے بعد حضرت کی دعا ہوئی اور کچھ لوگ مرید بھی ہوئے۔

لوساکا (Lusaka)

حضور تاج الشریعہ اپنے روحانی ٹیم کے ساتھ لیلونگوے (Lilongwe) سے ۲۱ر مئی کو لوساکہ انٹرنیشنل ایئر پورٹ پر 2:45 کی فلائٹ سے تشریف لائے جہاں پر مسجد نور محمدی کے امام مولانا امتیاز صاحب مسجد قادریہ کے امام حافظ عظیم صاحب اور جامعہ غوثیہ کے علمائے کرام

پھولوں کے ہارلیکر آپ کی آمد کے انتظار میں کھڑے تھے حضرت کے میزبان جناب عبداللہ بھائی میم صاحب اپنے چاروں بیٹے آصف میم، معین میم، انور میم، فرید میم اور دیگر مریدین جو مذکورہ بالا علمائے کرام کی معیت میں حضرت کا پر جوش استقبال کیا۔ لوسا کہ میں عبداللہ میم کے گھر پر حضرت کا قیام رہا۔

۲۱/ مئی کو چونکہ شب براۃ تھی اس لیے مسجد نور محمدی میں ایک شاندار اور روح پرور محفل منعقد ہوئی جس میں کافی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ شہزادہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خان رضوی صاحب قبلہ جناب عاطف رضا جناب جنید رضا، اور حافظ فرقان رضا نے حضور تاج الشریعہ کی موجودگی میں مختلف نعت ومنقبت کے اشعار اپنے اپنے مخصوص طرز وانداز میں پیش کیا اور ان حضرات کی نعت خوانی سے ایسا ماحول پیدا ہوا کہ ہر عاشق کا دل فرحت انبساط کے بحر عمیق میں غوطہ لگانے لگا اور عشق وعرفان کی وادی میں آنکھوں سے ساون بھادو کی مانند اشک بہنے لگے۔ عشاء کی اذان ہوئی سنت پڑھنے کے بعد اقامت ہوئی اور حضرت کی اقتداء میں سارے لوگوں نے عشاء کی نماز ادا کی بعد نماز عشا قاری محمد اصغر حسین سید اویس قادری ازہری، مولانا عرفان، مولانا عبدالرشید، مولانا عبدالغفار اور دیگر علاقائی علمائے کرام کی موجودگی میں مسجد نور محمدی کے صحن میں اپنے دست اقدس سے مدرسہ نور محمدی کی سنگ بنیاد رکھی اور صلوٰۃ وسلام ودعا یہ پروگرام اختتام کو پہنچا۔

□□□

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے تیرہویں فقہی سیمینار کے فیصلے

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا تیرہواں فقہی سیمینار گذشتہ ۲۱/ ۲۲/ ۲۳/ رجب ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۹/ ۳۰/ اپریل اور یکم مئی کو دھرول گجرات میں منعقد ہوا۔ جس کی سرپرستی حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی اور حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی نے فرمائی۔ یہ فقہی سیمینار دار العلوم انوار مصطفیٰ رضا، دھرول گجرات میں منعقد ہوا جس کا اہتمام امین شریعت ایجوکیشن ٹرسٹ دھرول گجرات نے کیا تھا اور مفتیان کرام کی میزبانی کی سعادت جناب عثمان غنی باپونے حاصل کی۔ جس میں ملک کے ہر خطے سے بڑی تعداد میں مفتیان کرام نے شرکت فرمائی۔ اس فقہی سیمینار میں دو موضوع پر بحث وتمحیص کے بعد متفقہ فیصلے ہوئے جو درج ذیل ہیں۔ (ادارہ)

پہلا موضوع:

مساجد میں زائد مصاحف، پوسٹروں میں مقدس کلمات اور مصلوں میں معظم نقشوں کا شرعی حکم۔

سوالات اور فیصلے:

سوال (۱): مساجد میں جمع شدہ ضرورت سے زائد مصاحف، مکاتب ومدارس کے طلبہ یا کسی خواہش مند کو دے دینا کیسا ہے؟

جواب: مکمل بحث وتمحیص وکامل غور وفکر کے بعد تمام مندوبین کرام اس تفصیل کے ساتھ درج ذیل جواب پر متفق ہوئے کہ وہ مصاحب اگر مسجد پر وقف ہیں تو اس میں اگرچہ اختلاف ہے کہ دوسری مسجدوں کو بھیج سکتے ہیں یا نہیں مگر بوجہ ضرورت قول جواز پر عمل کرتے ہوئے دوسری مسجدوں کو بھیجنے کی اجازت ہوگی اور جن مصاحف کے بارے میں وقف کا علم نہیں فی زمانناوہ بھی عرفاً وقف ہیں کہ دینے والوں کا مقصود اپنی ملکیت سے نکال کر خالص اللہ کے لیے کرنا ہوتا ہے۔ چاہے وقف کی صراحت کریں یا نہ کریں اور یہی وقف کی حقیقت ہے۔ اس لیے اس صورت میں بھی دوسری مسجدوں میں بھیجنے کی اجازت ہوگی البتہ مدارس میں بھیجنے سے قبل دیکھا جائے اگر دوسری مسجدوں میں ضرورت ہو تو اسے مارس پر ترجیح دی جائے اور اگر دوسری مسجدوں میں ضرورت نہ ہو مدارس میں بھیجا جائے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ''اگر اس بھیجنے سے مصحف شریف اس مسجد پر وقف کرنا مقصود نہیں ہوتا جب تو بھیجنے والوں کو اختیار ہے وہ مصاحف ان کی ملک میں باقی ہیں جو وہ چاہیں کریں اور اگر مسجد پر وقف مقصود ہے تو اس میں اختلاف ہے کہ ایسی صورت میں اسے دوسری مسجد کو بھیج سکتے ہیں یا نہیں جب حالت وہ ہو جو سوال میں مذکور ہے اور تقسیم کی ضرورت سمجھی جائے تو قول جواز پر عمل کرکے دوسری مساجد ومدارس پر تقسیم کر سکتے ہیں۔ اس شہر کی حاجت سے زائد ہو تو دوسرے شہر کو بھی بھیج سکتے ہیں، مگر انہیں ہدیہ کرکے ان کی قیمت مسجد میں نہیں صرف کر سکتے۔ درمختار میں ہے: ''وقف مصحفا علی المسجد جاز وبقرا ولا یکون محصوراً علی هذا المسجد'' (۳۵۵/۶)

اور بھیجنے کا کام متولی یا متدین اہل محلہ انجام دیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ''مسجد کا عملہ جو بچ رہے اگر کسی دوسرے وقت کام میں آنے کا ہو اور رکھنے سے بگڑے نہیں تو محفوظ رکھیں ورنہ بیع کر دیں اور اس کے دام مسجد کی عمارت ہی میں لگائیں۔ لوٹے، بوریہ، تیل، بتی وغیرہ میں صرف نہیں ہوسکتا، یہ سب کام متولی اور دیانتدار اہل محلہ کی زیر نگرانی ہو۔'' (۴۴۱/۶، رضا اکیڈمی ممبئی)

اور کسی فرد خاص کو دینا جائز نہیں۔ درمختار میں ہے فاذا لم ولزم لا یملك ولا یملك ولا یجاز ولا یرهن (۴۲۱/۶ کتاب الوقف)

سوال (۲): جلسے جلوس وغیرہ کی تشہیر واعلان کے لیے پوسٹروں اور اخبار وغیرہ میں اسم جلالت ورسالت اور مقامات مقدسہ کے نقوش کی کتابت وطباعت کس حد تک جائز ہے، جب کہ عصر حاضر میں تشہیر کے دوسرے ذرائع بھی موجود ہیں اور انہیں ہر مناسب وغیرہ مناسب سب جگہوں پر چسپاں کرنا کیسا ہے، ان کی بے حرمتی ہونے کی صورت میں اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟

جواب: پوسٹر اور اخبارات میں کلمات طیبہ اور نقوش مقدسہ کی

کتابت وطباعت بوجہ حاجت اور عرف وتعامل جائز ودرست ہے البتہ چسپاں کرنے والوں کو سخت ہدایت کی جائے کہ نامناسب جگھوں پر لگانے سے احتراز کریں، بے ادبی کی صورت میں الزام بے ادبی کرنے والے پر ہے ''الاشباہ والنظائر'' میں ہے: اذا اجتمع المباشر و المتسبب اضیف الحکم الی المباشر۔

سوال (۳): نماز کے مصلوں پر گنبد خضریٰ، کعبہ مقدسہ، یا بیت المقدس کے نقوش بنانا، نیز ایسے مصلوں کی خرید وفروخت اور ان پر نماز پڑھنا، اٹھنا، بیٹھنا کیسا ہے؟

جواب: سوال نمبر ۳ کے جواب میں تمام مندوبین کرام اس بات پر متفق ہیں کہ مصلوں پر گنبد خضریٰ، کعبہ مقدسہ یا بیت المقدس کے نقوش بنانا نیز ایسے مصلوں کی خرید وفروخت اور ان پر نماز پڑھنا، بوجہ تعامل جائز ودرست ہے البتہ موضع نقوش پر پاؤں رکھنا اور بیٹھنا بے ادبی سے خالی نہیں اس لیے اس سے پرہیز کریں۔ یوں ہی ایسے مقدس نقوش والے مصلے مقتدیوں کے لیے ہرگز نہ بچھائے جائیں۔

سوال (۴): دعوتی کارڈ، کلینڈر، بینروں قلموں اور رنگوں میں اسمائے مقدسہ یا کسی آیت وحدیث کی کتاب وطباعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: دعوتی کارڈ، کلینڈر بینروں میں ان کی کتابت کا حکم جواب نمبر ۲ سے ظاہر ہے۔ قلم یا کنجی کی رنگ پر ان امور کے لکھنے میں مصلحت کچھ نہیں اور مفاسد کئی ایک ہیں اس لیے اس سے پرہیز لازم۔

چونکہ کلینڈر عموماً خلوت کدوں میں بھی رکھتے ہیں اور فقہا فرماتے ہیں کہ جہاں قرآن کریم کی کوئی آیت کریمہ لکھی ہو یا کاغذ یا کسی شئ پر اگرچہ اوپر شیشہ ہو جو اسے حاجب نہ ہو جب تک اس پر غلاف نہ ڈال لیں وہاں جماع یا برہنگی بے ادبی ہے۔ (کما ہو مصرح فی الفتاویٰ الرضویۃ، ج۹، ص۲۵۸)

سوال (۵): اردو اخبارات اور امتحانات کی کاپیوں سے اسمائے مقدسہ یا ان سے آیات واحادیث جدا کرنا ایک مشکل کام ہے ایسی حالت میں ان اخبار اور کاپیوں کو ردی میں بیچنے یا جلا کر ان کی راکھ کو کسی مناسب جگہ ڈال دینے کی کیا اجازت ہوگی؟

جواب: جملہ مندوبین مفتیان کرام اس بات پر متفق ہیں کہ مذکورہ بالا چیزوں کا بیچنا جائز نہیں کہ خریدنے والے عموماً اسے اہانت کے کاموں میں استعمال کرتے ہیں یا ایسے لوگوں کے ہاتھ بیچتے ہیں اور اخبارات اور امتحانی کاپیوں پر تحریر اسمائے مقدسہ یا آیات واحادیث، فقہی مسائل جو ان اخبارات وکاپیوں میں ہیں ان کی اہانت جائز نہیں۔ جلانے میں بی ابتذال کا مفسدہ ہے اس لیے ان اشیا کو بعینہ پاک غلاف میں لپیٹ کر ایسی جگہ دفن کریں جو جگہ قدم کی پامالی سے محفوظ ہو یا تھیلے میں کسی ہاوزن چیز کے ساتھ بند کر کے ممکن ہو تو تالاب میں ڈبو دیں۔

سوال (۶): موبائل کی کال بیل کے لیے اسم جلالت ورسالت، کلمہ طیبہ، صلوٰۃ وسلام ودیگر کلمات حمد وثنا ونعت ومنقبت محفوظ کرنا اور اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: موبائل کی کال بیل، رنگ ٹون کے لیے اسم جلالت ورسالت اور کلمہ طیبہ، درود وسلام ودیگر کلمات حمد وثنا کا استعمال متعدد وجوہ کی بنا پر کراہت سے خالی نہیں لہٰذا ان سے احتراز کیا جائے انہیں رنگ ٹون، کال بیل کی جگہ استعمال نہ کیا جائے۔

دوسرا موضوع

سوالات ومفتیان کرام کے فیصلے:

سوال (۱): افتادہ زمین جب حسب ارشاد حدیث اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہے تو شرعاً ان کا حکم وقف کا ہوگا یا نہیں؟

جواب: طویل بحث کے بعد جملہ مندوبین کرام نے باتفاق رائے طے کیا کہ جو افتادہ آراضی ہیں اگرچہ بحکم حدیث اللہ عزوجل اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہیں مگر وہ وقف نہیں ہیں کہ وقف کے لیے کسی شخص کا اپنی ملکیت سے خارج کے خالص اللہ عزوجل کی ملک قرار دینا شرط ہے رد المحتار میں ہے: ''شرطه شرط سائر التبرعات افادان الواقف لابدان کون مالکه وقت الوقف ملکا باتا'' (۶/ ۵۲۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال (۲): اگر گورنمنٹی عملہ ایسی زمین بنام مدرسہ الاٹ کردے تو اسے وقف کا حکم ہوگا یا نہیں؟ کیا قلیل مدت یا طویل عرصہ کے لیے الاٹ منٹ سے مسئلہ کی نوعیت میں کچھ فرق ہوگا؟

جواب: بحث وتمحیص کے بعد طے ہوا کہ گورنمنٹ نے جو گورنمنٹی زمین مستقلا بنام مدرسہ الاٹ کردی وہ ارصادات سلطان میں ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''سلاطین اسلام مواضع سلطنت میں سے جو دیہات مصارف خیر کے لیے وقف کرتے ہیں انہیں ارصاد کہتے ہیں یعنی سلطان نے انہیں محفوظ وممنوع التملیک کر دیا ان کا حکم بعینہ مثل وقف ہے: والماسمیت ارصادات الان الوقف شرطه الملك والسلاطين لا يملكون مافي ولايتهم ان الملك الا لله'' (۶/۳۵۱) البتہ اگر کچھ مدت کے لیے الاٹ ہے تو اسے ارصادات کا حکم نہیں کہ ارصادات میں تابید بھی شرط ہے جو یہاں مفقود ہے ''نقل الطرطوسی عن قاضی خان ان السلطان لووقف ارضا من بیت مال المسلمین علی مصلحة عامة للمسلمین جاز قال بن وهبان: (لانه اذا ابده علی مصرفه الشرعی فقد منع من یصرفه من الامراء الجور فی غیر مصرفه) اه فقد افادان المراد من هذا الوقف تأبید صرفه علی هذه الجهة المعینة التی عینها السلطان مما هو مصلحة عامة وهو معنی الارصاد السابق فلا ینافی ماتقدم والله سبحانه اعلم۔ اه (ردالمحتار، ۶/۲۲۵)

سوال (۳): گورنمنٹ نے اگر بنام مدرسہ کوئی زمین الاٹ کردی تو اب وہ زمین مدرسہ کے لیے وقف مانی جائے گی یا وہ اب بھی گورنمنٹی زمین قرار پائے گی؟ (صفحہ 32 کا بقیہ)